وعد الله الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض الخ

الحمد لله المنان در این زمان سعادت اقتران در تحقیق مسئله خلافت
پیغمبر آخر الزمان و تصفیه دیگر نزاعات اسلامیان رساله شریفه

الانصاف
فی
الاستخلاف

مصنفه جلیل الفضلاء الاذکیاء جناب المولوی ابو الصفا مرزا احمد علی صاحب
امرتسری ساکن لاہور مدظله العالی

در سنه ۱۳۲۷ھ

بفرمایش عالیجناب سیادت مآب الاشرف الامجد الاکمل آغا السید ابو الفضل رضوی
القمی سلمه الله تعالی

در مطبع رفاه عام سٹیم واقع لاهور باهتمام مولوی عبد الحق صاحب منیجر طبع شد

معرفت خادم حسین مصلح سنگ

تقریظ شریف

از حضور قدس حجۃ الاسلام و المسلمین آیۃ اللہ فی العالمین ناصر الملت والدین صدر المحققین سلطان المفسرین مجتہد الہند و السند و البنجاب مولینا ابو تراب السید علی الحائری القمی لاہوری مد ظلہ

باسمہ سبحانہ

الحمد للہ علی نوالہ والصلوۃ علی خواص رجالہ والسنتہ اقوالہ ومصادر افعالہ واعلی امثالہ علل الوجود ومفاتیح اقفالہ اسرار الشہود محمد و آلہ اما بعد ہذہ رسالۃ شریفۃ وعجالۃ منیفۃ الموسومۃ بالانصاف فی تحقیق الاستحلاف لعمری ان ہذہ لمسئلۃ فی الاشکال لا بل الداء العضال اعییت فی حلہا حق الانحلال افہام الاعلام بالاستدلال فتصدی ذلک مولفہا الفاضل المجید الکامل السدید العالم الرشید السعید ذو الذہن النقاد والفکر الوقاد الحبر الذکی الالمعی والنحریر الصفی اللیلعی المحقق المدقق الورعی جناب المولوی احمد علی الامرتسری لازال فی درع الامان من مکارہ الزمان علی ہذا التالیف فللہ درہ اذ قد تفرد فی کشف ہذہ المسئلۃ بالتحقیق بتلقاہ بالقبول اہل النظر والتدقیق فلقد اجاد فیما افاد وخاض فنال المراد ومحض لب الحق ما لیس علیہ مزاد واثابہ اللہ وایانا عن الشرع القویم جنات النعیم بحق محمد و آلہ ادلاء عرفان القدیم صلوات اللہ علیہم باکرم التسلیم واہنا تنعیم

من مبارک حویلی لاہور

خادم الشریعۃ المطہرۃ

علی الحائری بقلمہ

لا الہ الا اللہ ...
علی حائری
ابن ابو القاسم الرضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین واصحابہ المطہرین۔ کچھ مدت ہوئی میرے ایک دوست نے مجھے قاضی ظہور الدین صاحب اکمل احمدی کا رسالہ استخلاف دیکھنے کے لئے دیا۔ نام پڑھتے ہی معلوم ہوا۔ کہ خلافت کی چھیڑ چھاڑ ہوگی۔ چونکہ یہ ایک مرزائی صاحب کی قلم سے نکلا ہوا تھا اسلئے بہت شوق سے اسکا مطالعہ شروع کیا۔ واقعاً مسٹر اکمل نے اپنی تصنیف میں تہذیب ومتانت کا بہت لحاظ رکھا ہے جو انکے ہم خیالوں میں کم پائی جاتی ہے لیکن استدلال غیر محکم ہے اسی لئے پہلے اس پر ریویو کرنے کو دل نہ چاہا آخر ایکدن بیٹھے بیٹھے خیال آیا۔ کہ خود ہی پڑھ کر دل ہی دل میں غیر محکم کہدینا انصاف نہیں اگر واقعی یہ ایسا ہے تو اسکو ثابت کرنا چاہئے تاکہ پبلک خود بخود فیصلہ کرلے اور حق کی داد دے۔

ہم پہلے قاضی صاحب کے استدلال کو مختصر الفاظ میں لکھیں گے جنپر نمبر دئے ہونگے اور بعدہٗ نمبروار ہر ایک پر ریویو کیا جائیگا جس میں زیادہ حصہ ثبوت کا آیات قرانی سے ہوگا۔ اور کچھ احادیث صحیحہ سے جن میں مخالف کو بھی انکار نہ ہو امید ہے کہ یہ ریویو اگرچہ مختصر ہے لیکن مرزائی استدلال کے ابطال ہی کافی ہوگا۔ اور اسی سے ہر شخص مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتاب سر الخلافۃ اور مولوی عبد الکریم سیالکوٹی کی کتاب خلافت راشدہ کی حقیقت واصلیت سے بھی واقف ہوجائیگا کیونکہ اکمل صاحب انہی کے طابق النعل بالنعل ہیں۔ رسالہ مذکورہ میں مصنف ممدوح نے پانچ مضامین پر بحث کی ہے جو اگرچہ ایک ہی سلسلہ بیان میں جڑے ہیں۔ لیکن دراصل پانچ تو یکہ سمجھے جاتے ہیں۔ (۱) قرآن سے خلافت خلفاء ثلاثہ کا ثبوت۔ (۲) قرآن سے علامات منافقین کا بیان اور ثلاثہ کا منافق نہ ہونا۔ (۳) قرآن سے ثلاثہ کی عصمت ومغفرت کا ثبوت۔ (۴) تقصہ فدک۔ (۵) حضرات ثلاثہ کا حضرت علی علیہ السلام سے افضل ہونا۔

ا۔ ثبوت خلافت میں آیۂ استخلاف سے استدلال کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں
کہ ہاں یہ یاد رہے کہ قرآن مجید کے کبھی ایسے معنے نہ کرو۔ جو دوسری آیت کے خلاف
ہوں کہ فرمایا۔ لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ اگر اللہ کے
سوا کسی اور سے ہوتا تو اس میں بڑا اختلاف ہوتا۔ اختلاف کی یہ بھی ایک قسم ہے۔
کہ پیشگوئی تو ہو یہ کہ اپنی مرضی کے مطابق خلیفے بنائیں گے۔ اور نکلے اس کے خلاف
دیکھو سورۂ نور میں خداوند علیم و خبیر و حکیم و علی کل شیئ قدیر فرماتا ہے۔ وعد اللہ
الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین
من قبلھم الاٰیہ اللہ تعالےٰ وعدہ کرتا ہے کہ جو تم میں سے ایمان لائے اور ایمان پر ثابت قدم
رہے (ماضی کا صیغہ اس لئے ہے جس میں ثابت قدمی کا ثبوت ملتا ہے) اور پھر صرف زبان
سے ایمان ہی نہیں بلکہ عملی رنگ میں اس کے ثمرات کو دکھایا ایسے تمام صالح (جن میں کسی
قسم کا کوئی بھی ذرہ بھر فساد نہ ہو اور جو شائبہ نفاق و خواہشات نفسانی و جذبات شہوانی
سے مطلق پاک ہوں) اور انہیں نے نیک عمل بجا لائے۔ انہیں ضرور ضرور زمین میں خلیفہ
بنائیگا۔ (کیسا خلیفہ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض۔ اے داؤد ہم نے
تجھے زمین میں شہنشاہ کیا۔) جیسا کہ اُنسے پہلے موسیٰ کی اُمت کو خلیفہ بنایا تھا۔ اور انکی
خلافت کے حق ہونے کی نشانی کیا ہے کہ خدا کی نصرت اُنکے شامل حال ہو جائے گی۔)
انکے دین کو جو پسندیدہ ایزدی ہے تمکین دیگا۔ (یعنی کوئی فساد نہ رہیگا۔ خلافت منتظمہ
ہو گی) اور انکے خوف کو امن سے بدل دیگا۔ (یہ حال تمام خلفاء راشدین کا یہ نشان
ہے کردہ اور انکے ہم وطن و دیگر زیر حکومت بھی عبادت الٰہی میں تمام مفہومات فرمان
برداری شامل ہیں۔ کرینگے کسی کو شریک نہ بنائینگے (یعنی میرے سوا کسی کا حکم نہ مانیں
گے) اور جو اسقدر نشانات صداقت خلفاء کو دیکھ کر بھی انکار کرتا رہا۔ پس ایسے لوگ ہی تو
دائرہ اسلام سے باہر ہیں۔ اس سے یوں استدلال کیا ہے۔ کہ وعدہ کرنیوالا اللہ ہے
جو ضرور پورا کرتا ہے فعال لما یرید وغیرہ آیات اسپر شاہد ہیں اور وعدہ کن لوگوں سے
ہے جو ایمان و عمل صالح میں اعلےٰ درجہ پر ہوں۔ اب حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ
عنہم کا خلیفہ ہو جانا اسبات کا بھاری ثبوت ہے کہ وہ مومن اور کامل صالحات کے بجالانے
والے تھے کیونکہ خلافت کا وعدہ ایسے لوگوں سے تھا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر پہلے

تو ایمان لائے اور بعد وفات پھر گئے وہ خدارا سوچیں - کہ اگر یہ بات تھی - تو خلیفہ کیونکر بنے
خلافت کا وعدہ تو سچے مومنوں صالحوں سے تھا - نیز دنیا کی زندگی میں ان کی نصرت کیوں
ہوئی؟ حالانکہ یہ صرف انسے ہوتی ہے جو ربنا اللہ کہہ کر اسپر استقامت دکھائیں
جیساکہ فرماتا ہے الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ
الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون - یعنی جنہوں نے
کہا ہمارا رب اللہ ہے - پھر اسپر استقامت اختیار کی انپر فرشتے نازل ہوتے ہیں -
یعنے خدا کے ملائکہ انکی کامیابی کی تدبیروں میں لگ جاتے ہیں اور جو ارادہ کرتے ہیں - اس کی
تکمیل میں خادمانہ مدد دیتے ہیں - اور کہتے ہیں کہ تم کچھ خوف وغم نہ کھاؤ (ہم تمہارے
معاون ہیں) اور اس جنت کو پاکر خوش ہو جنکا تم کو وعدہ دیا جاتا تھا - یاد رہے کہ مومن
کے لئے دو جنت ہیں جیساکہ وہ فرماتا ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتان جو اپنے
رب کے مقام کا خوف کرتا ہے اسکے لئے دو جنت ہیں - ایک اس دنیا کی - ایک آخرت
ہیں - دنیا میں اسلئے تاکہ اس دنیاوی جنت کا ملنا گواہ و ثبوت ہو اسبات کا کہ آخرت میں بھی
جنت کی وارث یہی قوم ہے اب دیکھئے - کہ حضرت عمر کے ہی عہد میں اور خود انہی کو باغات
ملے اور ایران فارس کی حوریں ملیں - اور ان تمام جنتی نعمتوں کا حصہ دیا گیا پس جب نتیجہ
ایمان وعمل صالح مل گیا - تو کیا وجہ ہے کہ ہم انکے مومن و صالح ہونے کی شہادت نہ دیں
حضرات شیخین نے منصب خلافت کو غصب نہیں کیا - وہ عطیہ الٰہی تھا - جب ہی لوگوں کے
دلوں میں میل جول رہا - اور سب اتفاق سے رہے اور یہ آیت قرآنی سے ثابت ہے - کہ
الفت بین قلوب الناس خاص خداوند کریم کیطرف سے ہے کسی انسان کا اختیار
نہیں - خدا فرماتا ہے کہ اگر تو جو کچھ زمین میں ہے - وہ سب کچھ خرچ کر دیتا - تو بھی انکے
دلونکو نہ جوڑ سکتا - لیکن یہ خدا کا کام ہے کہ انکے دلونکو ایک کر دیا - اے حضرات! غور
کیجئے - ہمارے رسول اللہ صلعم کو ارشاد ہے پس انکے مقابلہ میں شیخین کیا تھے؟ جو
اپنی مساعی کو بار آور کر لیتے - سوچو کیا ایک دو شخصوں میں یہ طاقت بغیر نصرت الٰہی ہو
سکتی تھی کہ وہ تمام مومنین صالحین کا دل ایک بیجا امر کیطرف پھیر دیں - حالانکہ
سبیل المومنین کو خدا بھی حجت ٹھیراکر فرماتا ہے ومن یتبع غیر سبیل المومنین نولہ
ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا جو مومنوں کے طریقے کے سوا چلے ہم اسے

اسی راستہ پر رہنے دینگے۔ اور جہنم میں پہنچا دینگے۔ جو کہ برا ٹھکانا ہے اگر کہیں کہ
وہ مومن ہی تھے۔ تو اس سے بطلان لازم آتا ہے آیت اذا جاء نصر اللہ والفتح
ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ جب اللہ کی نصرت اور فتح آئی۔
اور تو نے لوگوں کو دیکھا۔ (ر) ماضی کا صیغہ ہے مستقبل نہیں کہ زمانہ آئندہ میں ایسا ہوگا۔
نیز فسبح بحمد ربک اپنے رب کی تسبیح کر اسبات کا ثبوت ہے کہ رسول اکرم اسوقت
زندہ تھے جبکہ یہ نظارہ پیش نظر ہوا۔ اگر یہ بات نہ ہو تو لازم آتا ہے کہ آپ نے مبعوث
ہو کر کوئی کارروائی نہ کی۔ بلکہ معدودے چند جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں مومن بنے۔
باقی سب منافق و کافر تھے) کیا اللہ کے دین اسلام میں فوجوں کی فوجیں داخل
ہوتے۔ پس لامحالہ ماننا پڑیگا۔ کہ یہ سب کچھ خدا کی مرضی و ارادے کے موافق ہوئیں اور آیات
بھی پیش کرتا ہوں جنسے چاروں خلفاء کا مومن و صالح الاعمال ہونا ثابت ہوگا۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے۔ والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ
ولاجر الآخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون۔ اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی مظلوم
ہونے کے بعد ہم انہیں اسی دنیا میں اچھا آرام کا ٹھکانا دینگے۔ اور آخرت کا اجر اس
سے بھی بڑا ہے۔ اب چونکہ خلفاء کو دنیا میں خلافت نبوی ملی۔ اسلئے وہ مہاجر فی سبیل
اللہ تھے۔ اور آخرت کا اجر بھی بالیقین پائینگے۔ پھر دیکھو۔ للذین احسنوا فی ھذہ
الدنیا حسنۃ۔ جنہوں نے نیک کام کئے انکے لئے اسی دنیا میں آرام و عزت
کے مراتب جو سب خلافت میں آجاتے ہیں ہونگے۔ اب چونکہ خلفاء کو منصب خلافت
ملا۔ پس ثابت ہوا کہ وہ احسان کرنے والے تھے اور کیوں نہ ملتا۔ جب کہ ان
رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔ اللہ کی رحمت محسنوں کے قریب ہے
چونکہ وہ محسن تھے اسلئے [illegible] دوستو اعتراض سنو
کہ نبوت کی قائم مقامی کا نام ہے خلافت۔ پس کیا خلافت لوگوں کے بنانے سے بنتی ہے؟ اگر یہ
نہیں تو پھر یہ اعتراض کیوں ہے کہ شیخین نے اپنے رسوخ سے کام لیا اور کامیاب
ہوئے۔ کیا کامیاب ہونیوالا فائز المرام منافقوں فاسقوں اور کافروں کا گروہ ہے۔
یا کہ مومنوں صالحوں کا۔ دیکھو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ افمن کان مومنا کمن
کان فاسقا لا یستوون۔ کیا جو مومن ہو وہ اس کی طرح ہے جو فاسق ہو ہرگز برابر

نہیں ہوتے) یعنی ان میں ضرور فرق رکھا جاتا ہے۔ مومنین کا گروہ غالب آتا ہے
جیساکہ فرماتا ہے۔ فان حزب اللہ ھم الغالبون۔ (اللہ والوں کا ہی بول بالا رہیگا)
اب چونکہ ابوبکر نے خلافت بلافصل پائی۔ اس لیئے وہ اور اسکے اتباع حزب اللہ سے تھے
اگر کہو کہ علی بھی خلافت کے متمنی تھے۔ تو چونکہ وہ اس کے حصول میں غالب نہیں ہوئے
اس لیئے وہ حزب اللہ سے نکل جاینگے لیکن نہیں وہ حزب اللہ تھے۔ پس ثابت ہوا کہ
انکی یہ مراد ہی نہ تھی شیعہ استدلال کرتے ہیں۔ اس سے پہلی آیت انما ولیکم اللہ
الخ میرے بھائیو! اول تو تم دیکھو کہ الذین آمنو جمع کا صیغہ ہے جس سے ظاہر
ہے کہ یہ آیت شخص واحد کے حق میں نہیں۔ دوم اس ولی کا نشان لکھا ہے۔ ھم
الغالبون۔ جو اپنی مرادوں میں غالب ہو۔ وہی اس آیت کا مصداق بنیگا۔ اور وہ
خلفائے ثلاثہ تھے۔ ان آیات سے چند امور ثابت ہوئے۔ اول یہ کہ خدا اپنے گروہ
کی تعریف کرتا ہے۔ اذلۃ علی المؤمنین۔ اس سے ثابت ہوا کہ انکا سلوک
علی و فاطمہ سے اچھا تھا۔ نہیں تو انکا غیر مومن ہونا ثابت ہوگا۔ دوم یہ کہ ان کے
جہاد دنیا طلبی کے لیئے نہیں تھے کیونکہ حزب اللہ ھم الغالبون تھے۔ سوم
یہ کہ یخافون لومۃ لائم علی کو کامل مومنین سے سمجھنے کے لحاظ سے تسلیم
کرنا چاہیئے کہ انہوں نے کبھی تقیہ سے کام نہیں لیا اور نہ اپنے سامنے گھر جلاتے
اور دروازہ توڑتے لات مارتے دیکھ کر چپ رہے۔ بلکہ ضرور تھا کہ وہ فوراً ایسا کرنے
والے سے عوض لینے پر قادر ہوتے کیونکہ ایسے لوگوں کی صفت میں اعزۃ علی
الکافرین آیا ہے۔ یعنی منکرین پر غالب اقتدار رکھنے والے۔ چونکہ باتفاق فریقین
آپ نے ان باتوں پر کوئی جہاد نہیں کیا۔ اسلیئے یہ ثابت ہوا کہ یہ وقوعے ہوئے
ہی نہیں ہیں۔ اپنے ناظرین سے مکرر درخواست کرونگا کہ وہ ان باتوں پر خوب غور
کریں۔ اور سوچیں کہ کس فریق کی نصرت خدا کیطرف سے اس اختلاف میں ہوئی
پس جن کی نصرت ہوئی۔ وہ یقیناً ایماندار تھے۔ کیونکہ خدا تعالے فرماتا ہے:-
انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا۔ ہم اپنے رسولوں کی اور
مومنوں کی دنیا کی زندگی میں مدد کرتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ ان اللہ یدافع عن الذین
امنوا۔ اللہ تعالے مومنوں کی طرف سے مدافعت کریگا۔ پھر فرمایا۔ ان اللہ علی

نصرهم لقدیر[۱۹] اللہ تعالےٰ نصرت پر قادر ہے۔ کن کی نصرت پر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ جو اپنی ولایت سے نکالے گئے۔ سوائے کسی حق کے مگر صرف اسلئے کہ کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر فرمایا:۔ لینصرن اللہ من ینصرہ اللہ ضرور مدد کریگا۔ انکی جنہوں نے اسکے دین کی مدد کی اور دوسری آیت سے ثابت ہے کہ جو مدد کرتے رہے رسول اللہ کی وہ صادقون تھے جس میں صالح الاعمال ہونے کے تمام مفہومات شامل ہیں چنانچہ المہاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً ینصرون اللہ ورسولہ۔ پھر ان ناصرین کے بارے میں فرماتا ہے۔ الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر کہ ان نصرت دینے والوں کو بالتحقیق ہم زمین میں اقتدار دینگے اب چونکہ خلفاء کو خلافت میں تمکن فی الارض حاصل تھا۔ پس ثابت ہو گیا۔ کہ وہ نمازی زکوٰۃ دینے والے صالح الاعمال تھے۔ کیونکہ خدا پیشین گوئی کے رنگ میں فرماتا ہے کہ جنکو خدا تمکین دیگا۔ وہ یہ کام ضرور کرینگے۔ یوں نہیں فرمایا۔ کہ جو نماز پڑھینگے تو تمکین دیگا پس یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ اقتدار و تمکین وبا من خلافت وہ پائیں جن میں یہ اوصاف نہ ہوں کیونکہ خدا کبھی جھوٹا نہیں۔ پھر پیشگوئی آیت ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انھم لھم المنصورون وان جندنا لھم الغالبون۔

ریویو مسٹر اکمل تو تفسیر آیۂ استخلاف سے پہلے تمہیداً اقسام استخلاف کو قرآن سے بیان کرنا ضروری تھا تاکہ ظاہر ہو جاتا کہ آیت مبحوث عنہا کا استخلاف کونسی قسم کا ہے۔ سو بجائے اسکے انہوں نے تمام آیات میں خلط مبحث کر دیا۔ اور فرمایا کہ کیسے خلیفہ جیسے داؤد کو بنایا تھا۔ اور جیسے امت موسیٰ کو حالانکہ ان دونو میں تباین ہے کیونکہ استخلاف داؤدی منزلت نبوت و خلافت الٰہیہ رکھتا ہے حالانکہ استخلاف امت موسےٰ ایسا نہیں تھا۔ اس بات کو زیادہ واضح کرنے کیلئے ہم اقسام استخلاف کو قرآن سے تحریر کرتے ہیں:۔

قسم اول۔ الخلافۃ ریاسۃ او ولایۃ الٰہیۃ تامۃ عامۃ فی کافۃ

امور الدین والدنیا لشخص بلا توسط لبشر بینہما او بتوسط علی جہتہ القول اما الاول کقولہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ ویاداود انا جعلناک خلیفۃ فی الارض واما الثانی یعنی بالتوسط کقولہ حاکیا عن موسیٰ اذ قال لہارون اخلفنی فی قومی ای کن خلیفتی فی امتی یعنی خلافت خدا کیطرف سے ایک شخص کے لئے امور دین و دنیا میں ریاست و ولایت الہیہ کا نام ہے یہ یا بلا توسط کے ملتی ہے یا بتوسط مثال قسم اول کے قول باری ہے آدم علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اور نیز حضرت داؤد علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہ میں نے تجھے زمین میں خلیفہ مقرر کیا۔ قسم دوم کی مثال قصہ حضرت موسےٰ کلیم اللہ علیہ السلام ہے جبکہ انہوں نے ہارون سے کہا۔ کہ تو میرے بعد میری قوم میں میرا خلیفہ ہے۔ اس خلافت الہیہ کو دوسرے الفاظ میں نبوت و رسالت و امامت کہتے ہیں اور اس کیلئے عصمت شرط ہے۔ چنانچہ قصہ خلقت آدم سے ہی یہ بات ہویدا ہے ذرا غور کیجئے کہ خداوند عالم نے فرمایا۔ انی جاعل فی الارض خلیفۃ اسپر ملائکہ نے کہا۔ اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء یعنی آیا تو ایسے شخص کو خلیفہ بنائے گا جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے اسکا جواب مصدر عزت و جلال سے یہ آیا۔ انی اعلم ما لا تعلمون اس سے ثابت ہوا کہ خلفائے باری فی حین من الاحیان مفسد فی الارض اور سفاک وما مجرم نہیں ہوتے ورنہ قول ملائکہ سچ اور فرمان باری غلط ہو جائیگا۔ یہ ظاہر ہے کہ کفر و شرک منجملہ فسادات عظیمہ ہیں۔ ایسے کہ اُن سے آسمان پھٹ جائے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر پڑیں۔ تو کچھ تعجب نہیں۔ جیسے کہ اللہ پاک فرماتا ہے۔ تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ہدا ان دعوا للرحمٰن ولدا پ ۱۶ مریم۔ رکوع آخری۔ یعنی ابھی آسمان پھٹ پڑیں اور ٹکڑے ہو زمین اور گر پڑیں پہاڑ اسپر کہ پکارتے ہیں رحمان کے نام پر اولاد۔ سورہ بقرہ میں تو خداوند عظیم نے صریحاً کفار کو مفسد کہا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلا ما بعوضۃ الی ان قال واما الذین کفروا فیقولون ماذا اراد اللہ

بهذا مثلا یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا وما یضل به الا الفاسقین
الذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه ویقطعون ما امر الله به
ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک هم الخاسرون یعنی کفار مچھر
کی مثال بیان کرنے پر کہتے ہیں کہ خدا نے اس مثال سے کیا ارادہ کیا۔ اس
سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے اور نہیں گمراہ کرتا
اس سے مگر فاسقوں کو وہ جو عہد خدا کو بعد پکا کرنے کے بعد توڑتے ہیں۔ اور
صلۂ رحمی بجا نہیں لاتے۔ اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔ وہی ہیں۔ گھاٹا
پانے والے ۔

ہر ایک کو معلوم ہے کہ آپ کے مصنوعی خلفاء چالیس چالیس سال تک
عبادت اصنام کرتے رہے ثانی صاحب سفکِ دماء کرتے رہے اور اسی لئے
آپ فظ و غلیظ القلب مشہور ہوئے تو خدارا بتلائیے کہ خلعتِ خلافت ان کے
تنوں پر کیسے زیبا ہو سکتی ہے۔ اگر آپ کہیں کہ عصمت تو خاصۂ انبیاء ہے تو بندہ
عرض کریگا کہ حضور! خلافت بھی تو بعد نبوت ہے اور نائب نبی اشبہ با
النبی ہوتا ہے چونکہ ایسا شخص نبی کبھی نہیں ہو سکتا جسنے نبوت سے پہلے شرک
وکفر کیا ہو ایسے ہی وہ خلیفۂ نبی بھی نہیں ہو سکتا ۔

خلیفہ کا مسجود ملائکہ ہونا ہی اس کی عصمت کو ثابت کرتا ہے جو ساجد اصنام
ہوں۔ وہ بھلا مسجود ملائکہ کہاں ہو سکتے ہیں اس آیت میں بہت سے اسرار ہیں
جنکو ہم بوجہ اختصار یہاں درج نہیں کر سکتے ۔

قسم دوم۔ خلافت اکثر ادنی بیٹا باپ کا خلیفہ ہوتا ہے جیسے کہ انبیاء
کے حالات کے بعد فرمایا ہے فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلوة
واتبعوا الشهوات فسوف یلقون غیا (پ ۱۶ مریم ع ۴) یعنی انکی اولاد انکی
خلیفہ ہوئی جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفسانی کی پیروی کی ہیں
وہ جہنم میں گرائے جاوینگے ایسے ہی یہودیوں کے حالات کے بعد فرمایا ہے۔
فخلف من بعدهم خلف ورثوا الکتاب (پ ۹ اعراف ع ۲۱) اور اسی لحاظ
سے دن و رات کو ایک دوسرے کا خلیفہ کہتے ہیں وهو الذی جعل اللیل

والنہار خلفۃ لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا (پ ۱۹ فرقان رکوع آخری
خلاصہ یہ ہے کہ اللہ ہی ہے کہ جس نے دن اور رات کو ایک دوسرے کے پیچھے کیا۔
قسم سوم۔ ایک قوم کو ہلاک کر کے دوسری کو اس کا قایم مقام کرنا۔ چنانچہ مندرجہ
ذیل آیات میں اس کا ذکر ہے۔

۱۔ {پ ۹۔ اعراف ۸} حضرت ہود قوم عاد کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ واذکروا اذ
جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح۔ یعنی یاد کرو۔ جب کہ اللہ نے تمہیں قوم نوح کے
بعد خلفاء بنایا۔

۲۔ {ایضاً رکوع ۹} قوم ثمود کو حضرت صالح کہتے تھے۔ واذکروا اذ جعلکم خلفاء
من بعد عاد۔ یاد کرو جب کہ اللہ نے تمہیں قوم عاد کے بعد خلفاء بنایا۔

۳۔ {پ ۲۰۔ ۱} امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء و
یجعلکم خلفاء الارض ءالہ مع اللہ قلیلا ما تذکرون۔ یعنی آیا جو مضطر
کی دعا کو قبول کرتا ہے اور تنگی کو دور کرتا ہے اور تم کو زمین کے خلیفے بناتا ہے اس کا
کوئی شریک ہو سکتا ہے بہت تھوڑے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

۴۔ بنی اسرائیل کے باب میں فرمایا ہے عسیٰ ربکم ان یہلک عدوکم
ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون۔ قریب ہے کہ پروردگار تمہارا
ہلاک کرے تمہارے دشمن فرعون کو اور خلیفہ کرے تم کو زمین میں۔ پھر دیکھے۔ تم
کیسے عمل کرتے ہو۔ خود قرآن اس خلافت کی توضیح کرتا ہے۔ چنانچہ فرعون اور امت
موسے کے حال میں لکھا ہے۔ فانتقمنا منہم فاغرقناہم فی الیم بانہم کذبوا
بآیاتنا وکانوا عنہا غافلین۔ واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق
الارض ومغاربہا التی بارکنا فیہا وتمت کلمت ربک الحسنیٰ علیٰ بنی
اسرائیل بما صبروا ودمرنا ما کان یصنع فرعون وقومہ وما کانوا
یعرشون وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتوا علیٰ قوم یعکفون علیٰ
اصنام لہم۔ قالوا یا موسیٰ اجعل لنا الٰہا کما لہم الہۃ۔ قال انکم قوم
تجہلون {پ ۹ اعراف ۱۶}

پھر ہم نے بدلا لیا اُن سے اور ڈبو دیا انکو گہرے پانی میں کیونکہ انہوں نے ہماری نشانیوں

کو جھٹلایا اور اُن سے غافل رہے اور وارث کیا ہم نے ان لوگوں کو (بنی اسرائیل) جو کمزور پڑ رہے تھے اس زمین کے مشرق و مغرب کا جس میں برکت رکھی ہے ہم نے اور پورا ہو نیکی کا وعدہ تیرے رب کا بنی اسرائیل پر اسلئے کہ اُنھوں نے صبر کیا اور خراب کیا ہم نے اس کو جو بناتا تھا فرعون اور اس کی قوم اور انگور جو چڑھاتے تھے چھتریوں پر اور پار اُتارا ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے تو وہ پہنچے ایک قوم پر جا اپنے بتوں کے پوجنے میں لگ رہی تھی بولے اے موسیٰ بنا دے ہم کو بھی ایک بت جیسے انکے بت ہیں۔ حضرت کلیم نے کہا۔ تم لوگ جہالت کرتے ہو۔ جیسے کہ حین حیات موسیٰ میں بنی اسرائیل مستخلف ہوئے۔ ویسے ہی ضرور تھا۔ کہ مسلمان بھی رسول کی زندگی میں ہی ہوتے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بنی اسرائیل کے لئے فرمایا یکانوا یستضعفون۔ اور مسلمانوں کو فرمایا۔ اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض۔ بنی اسرائیل میں استخلاف نیکوں کے لئے تھا۔ لیکن ان کی طفیل برے بھی ہوگئے چنانچہ بما صبروا۔ انکے نیک ہونے پر دلالت کرتا ہے حالانکہ انمیں مرتدین اور منافقین بھی تھے۔ جیسے کہ انمیں سے بعض کا بُت بنانے کی التجا کرنا اس پر شاہد ہے۔ ایسے ہی اسلامیوں میں بھی ہوا۔ آیت مذکورہ بالا میں انکو وارث فرعون کہا ہے اب لیجئے تیسری آیت اسکو بالکل واضح کر دیتی ہے کہ یہ خلافت اور وراثت کیا تھی۔ فاراد ان یستفزھم من الارض فاغرقناہ ومن معہ جمیعا وقلنا من بعدہ لبنی اسرائیل اسکنوا الارض فاذا جاء وعد الآخرۃ جئنا بکم لفیفا (۱۵-۱۲) پھر ارادہ کیا فرعون نے کہ ان کو چین نہ دے اس زمین میں۔ پس ہم نے اسکو اور اس کے تمام ساتھیوں کو غرق کر دیا۔ اور بعد اسکے ہم نے بنی اسرائیل کو کہا کہ تم زمین میں رہو جب آخرت کا وعدہ آئے گا۔ تو ہم تم کو سمیٹ کر لے آوینگے۔ یہ خلافت و وراثت صرف زمین میں سکونت تھی۔ جیسے انکو زمین میں سکونت دی۔ ویسے ہی مسلمانوں کو دی + محبی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ نے بھی اس مضمون پر کچھ تحریر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو جلد ۲ نمبر ۲۔ اس میں نواب صدیق حسن خان صاحب کی تفسیر فتح البیان سے اس آیت کا شان نزول بیان کیا ہے۔ اسکو شاید آپ نہ مانیں تو امام فخر الدین رازی کی تفسیر کو دیکھو جو آپکے نزدیک مجدد مانے جاتے ہیں ملاحظہ ہو کتاب عسل مصفّٰی اور خلیفہ نور الدین صاحب نے ان کی روایت کو بعد ائمہ سلف کے انتخاب کیا ہے ملاحظہ ہو رسالہ نور الدین کا دیباچہ صفحہ ۷۰

اس میں بھی مسلمانوں کا حالت خوف میں زندگی بسر کرنا اور پھر وعدہ استخلاف ہونا لکھا ہے اور قرآن بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم النّاس فاٰوٰکم وایّدکم بنصرہٖ ورزقکم من الطّیّبات لعلّکم تشکرون جب کہ تم تھوڑے اور کمزور تھے زمین میں اور ڈرتے تھے کہ لوگ تمہاری بیخکنی نہ کردیں پس اللہ نے تمہیں جائے پناہ دی اور اپنی نصرت سے تمہاری تائید کی اور طیبات سے تمہیں رزق دیا تاتم شکر کرو فاٰوٰکم وایّدکم دونوں ماضی کے صیغے ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ یہ دونوں امور حیات رسول میں ہی ہوئے تھی تو لعلّکم تشکرون فرمایا ہے۔ نہ یہ کہ زمانہ حضرت عمر میں جیسے آپ نے فرمایا ہے گذشتہ آیات کو ان آیات سے ملاؤ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ الیٰ ان قال فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایّدہ بجنود لم تروھا وجعل کلمۃ الّذین کفروا السفلیٰ وکلمۃ اللہ ھی العلیا واللہ عزیز حکیم یعنی خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنے رسول پر سکینہ نازل کیا اور اس کی ایسے لشکر سے تائید کی جسکو تم نے نہیں دیکھا اور کلمۂ کفار کو پست اور کلمۂ الٰہیہ کو بلند کیا اور اللہ ہی ہے غالب حکمت والا۔

اگر یہی استخلاف آپ کا مقصود ہے تو یہ زمانہ نبوی میں ہی ہو چکا ہے۔ استخلاف وجعلکم خلائف سے۔ تمکین دین مرتضیٰ۔ وجعل کلمۃ اللہ ھی العلیا سے۔ اور تبدیل خوف بامن فاٰوٰکم وایّدکم سے تو اب ہم انکے لئے زمانہ خلفاء کو کیوں تلاش کریں کیونکہ اس لحاظ سے تمام مسلمان خلفاء ہیں۔ تعیین ثلثہ یعنی چہ۔

اس تمہید سے ظاہر ہو گیا کہ خلافت کی تین قسمیں ہیں۔ اور قسم دوم سوم کو خلافت متنازعہ فیہا سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن آپ نے صرف آخری دو قسموں کو ہی ملحوظ خاطر رکھا ہے حالانکہ اسکو اصل مطلب سے کچھ سروکار نہیں۔ حال میں یہ کہتا ہوں کہ خلفائے ثلثہ بھی خلیفے تھے لیکن کیسے جنکا ذکر فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا میں ہے میرا ایمان ہے کہ یہ خلافت انکو ملی۔ اور یہی خلافت کی دوسری قسم ہے۔ انکی خلافت کو تیسری

قسم کی خلافت بھی نہیں کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ ان سے پہلے رسول نہیں تھا۔ حالانکہ یہ خلافت
اہلاک کفرہ کے بعد ہوتی ہے اب رہ گئی قسم اول۔ اس کی دو ہی قسمیں ہیں یا یہ بلا
توسط ہو۔ جیسے آدم و داؤد و دیگر انبیاء یا آپکے اعتقاد کے مطابق چودھویں صدی
کے مسیح کو ملی۔ لیکن ثلاثہ نے اسکا کبھی دعوے نہیں کیا۔ اگر انکا یہ دعوے ہوتا۔ تو
وہ پنچایت نہ کرتے اور یا یہ بتوسط نبی ہے اور اس کے لئے نص ضروری ہے۔ جیسے
خلافت ہارونی ہیں۔ لیکن یہاں نص بھی ندارد پس معلوم ہوا کہ خلافت قسم اول انکو
نہیں ملی۔ اور یہ بھلا انہیں کہاں مل سکتی تھی۔ اسکا وعدہ خالص ایمان والوں اور
تمام صالحات کے بجالانے والوں کو ہے ایسا وعدہ کن سے ہوتا ہے ان اللہ اشتری
من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ
فیقتلون ویقتلون وعداً علیہ حقاً فی التورٰۃ والانجیل والقرآن (پ ۱۱
توبہ ۱۴) اللہ نے خرید لیا مومنوں سے ان کی جانوں اور انکے مالوں کو کہ انکے لئے
جنت ہو۔ لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں۔ پس قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں وعدہ
اس پر ہے۔ سچا توریت۔ انجیل و قرآن میں ثلاثہ نے نہ مقاتلہ کیا اور نہ شہید ہوئے
اس لئے ان سے یہ وعدہ نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے ائمہ سے ہے جنہوں نے مقاتلہ
بھی کیا اور اکثر شہید بھی ہوئے اور حضرت سید الشہداء پر تو یہ آیت بالکل
چسپاں ہوتی ہے آپ نے ملاعین کو قتل بھی کیا اور پھر خود شہید ہو گئے۔ پس انہی کے
لئے ہے آسمانی بادشاہت۔ ثلاثہ نے کیا کسی کو مارا تھا۔ وہ خود جنگوں سے بھاگ گئے
رہے حالانکہ خدا پ ۲۲ احزاب ۵ میں فرماتا ہے ما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی
اللہ ورسولہ امراً ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم کسی مومن اور مومنہ کا یہ کام
ہرگز نہیں کہ جب اللہ اور اسکا رسول کچھ کام ٹھیرا دے تو انکو اپنے کام کا اختیار رہے۔
مقام جنگ سے جہاں رسول نے مقرر کیا ہو۔ بھاگ جانا مومن کا کام نہیں چونکہ آپکے
خلفاء بھاگے اسلئے وہ مومن نہ تھے چہ جائیکہ مومن کامل ہوں۔ اور اس لئے استخلاف
کا وعدہ ان سے نہیں ہو سکتا۔

اب ان خلفاء کے ایمان کی شان دیکھئے خدا فرماتا ہے۔ وعد اللہ الذین
امنوا منکم وعملوا الصالحات ۔ عملوا الصالحات سے پہلے منکم کہنا انکے

کمال ایمان اور ایمان خاص کو ظاہر کرتا ہے ہر شخص فطرۃ اسلام پر پیدا ہوتا ہے
اگر مسلمان کے ہاں پیدا ہوا تو اس پر احکام اسلام جاری ہیں۔ اور اگر کافر کے ہاں
تو احکام کفر۔ ثلاثہ کفار کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان پر احکام کفر مدتوں جاری رہے اور یہ
خود چالیس چالیس سال تک بت پرست رہے اور حضرت علی فطرۃ اللہ پر ایک موحد
اور مصدق رسول خاندان میں پیدا ہوئے اور دعوت نبی ہوتے ہی ایمان لائے
کیونکہ اسلام کا دوسرا مرحلہ ہے ایمان اور یہی ہے ایمان خاص۔ اور یہ ایمان
خاص صبر بر جہاد سے پہچانا جاتا ہے جیسے کہ فرماتا ہے ولنبلونکم حتی نعلم المجاہدین
منکم والصابرین (۲۰-۲ محمدیہ) آزمائینگے تمہیں جب تک جان نہ لیں۔ تم سے خاص
جہاد کرنے والوں کو اور صبر کرنیوالوں کو۔ اس آیت کی ترکیب بھی بالکل آمنوا منکم
وعملوا الصالحات کی طرح ہے وہاں آمنوا کے بعد منکم ہے یہاں مجاہدین کے بعد
وہاں منکم کے بعد نتیجہ ایمان کامل ہے عملوا الصالحات یہاں نتیجہ جہاد خالص صبر۔
اس سے معلوم ہوا کہ جیسے مومن صادق کے لئے صالح الاعمال ہونا ضروری
ہے ویسے ہی مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے صابر در جہاد لیکن ثلاثہ کا
صبر غیر ثابت۔ پس وہ مومن کامل نہیں ہیں۔

غرض امنوا منکم سے حضرات خلفا حقیقی کا مومن اکمل ہونا ثابت ہوا اب اسکے بعد
عملوا الصالحات ہے ظاہر ہے کہ جسکا ایمان اکمل ہوگا اسکے اعمال صالحہ بھی تمام
سے فائق ہونگے اب صالحات کے الف لام کو ملاحظہ کیجئے کہ یہ افادہ استغراق کرتا ہے تو
پھر عملوا الصالحات کا یہ مطلب ہوا کہ جو تمام صالحات کو بجالایا۔ اور یہ رتبہ بھی خلفاء اربعہ میں
سے حضرت علی علیہ السلام کو ہی حاصل ہے کیونکہ آپ دعوت نبی کے ساتھ ساتھ ہی
ایمان لائے۔ دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ اور ثلاثہ کے اسلام سے پہلے بہت سے
صالحات کو بجالائے جن سے ثلاثہ محروم رہے۔ پھر حیات رسول میں ہر ایک حکم پر کاربند رہے
آیۂ نجویٰ پر سوائے علیؑ کے کسی نے عمل کیا؟ اور پھر ثلاثہ کی موت کے بعد بھی صالحات
کو بجالائے۔ اب خدارا بتلایئے کہ جمیع صالحات کو علی بجالائے یا ثلاثہ۔ پس جو جمیع صالحات
کو بجالایا وہی خلیفہ برحق ہے اس میں رجعت کیطرف بھی اشارہ ہے کیونکہ تمام صالحات
تبھی پورے ہوتے ہیں جب انسان مرجائے گیارہ امام تو اس دنیا سے چلے گئے اور تمام

صالحات کو بجا لا چکے اور حضرت حجۃ اللہ فی الارض امام دوازدہم حی و قایم ہیں۔ اور اپنے آبا و طاہرین کی مانند اعمال صالح کی بجا آوری میں مصروف ہیں ظہور حکم الہی پر موقوف ہے۔ انکو بھی غائب ہوئے ہزار سال ہو گئے ہیں۔ خیال کرو اتنی مدت میں کتنے صالحات کو بجا لائے ہونگے اور ابھی معلوم نہیں کب تک غائب رہیں تب ظہور ہوگا۔ جب تمام صالحات کو بجا لا چکے ہونگے۔

بعد ذکر مراحل مذکورہ اب ہم آیت کو بغور دیکھتے ہیں۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذالک فاولئک ہم الفاسقون وعدہ کیا اللہ نے جو تم سے کامل ایمان لائے ہیں۔ اور تمام صالحات کو بجا لائے ہیں کہ انکو زمین میں خلفاء اللہ و خلفاء الرسول کرے اور متمکن کرے انکے لئے ان کا دین جس کو انکے لئے مرتضے اور پسندیدہ کیا ہے اور بدل دے انکے خوف کو امن سے عبادت کریں میری اور نہ شرک کریں میرے ساتھ کچھ اور جس نے ان نشانات کے مذکور ہونے کے بعد بھی ان سے کفر کیا۔ وہی ہیں فاسق *

اس سے یہ ثابت ہوا کہ خلافت کے لئے نص ضروری ہے لیکن تمام اہل سنت کا اجماع ہے کہ خلافت ثلاثہ پر کوئی نص نہیں ہے۔ رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ تعیین بالاسم کی ضرورت نہیں صرف تعیین بالوصف کافی ہے میں کہتا ہوں کہ مقام ولایت الہیہ میں تعیین بالاسم واجب ہے ذرا آیۂ ان ہی الا اسماء سمیتموہا انتم واباؤکم (یہ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپوں نے اپنے معبودوں اور پیروں کے رکھ لئے ہیں) کو بغور ملاحظہ کرو۔ اور اگر یہی آیت ان کی خلافت پر نص ہوتی تو وہ روز سقیفہ اسے ضرور پیش کرتے۔ اور اگر اس آیت میں یہی مقصود ہوتے تو رسول اللہ اس آیت کی توضیح میں ضرور انکے نام لیتے کیونکہ مطابق آیہ الا لتبین لہم الذی اختلفوا فیہ (ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر اسلئے کہ تو واضح کرے اس کو جس میں انھوں نے اختلاف کیا یا کرینگے) رسول پر توضیح امور مختلفہ ضروری ہے۔ خصوصاً اس امر خلافت میں جس میں سب سے زیادہ اختلاف ہوا ہے اور خدا فیما ہمت

کے دن اس کا سوال کرے گا۔ چنانچہ فرماتا ہے عم یتساءلون عن النباء العظیم الذی ھم فیہ مختلفون آپ پوچھے جائیں گے بہاری خبر سے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں تعین کسی روایت اہل سنت میں بھی اسکا ذکر نہیں ہاں ہمارے ائمہ کے خلفاء ہونے کا مخالفوں کو بھی اقرار ہے روضۃ الاحباب میں حدیث جابر کیونکہ کما استخلف سے ثابت ہوا کہ جس طرح اوصیاء ماضیین کا استخلاف ہوا ہے اسی طرح خلفاء محمدیہ کا بھی ہوگا۔ اور ماضیین میں ہمیشہ استخلاف مستخلف اپنی حیات میں کیا کرتا تھا۔ جیسے موسےٰ نے ہارون اور یوشع علیہا السلام کو کیا۔ اگر آپ یہ ثابت کر دیں۔ کہ پہلے بھی کبھی اجماع سے نبی یا خلیفۂ نبی مقرر ہوا ہے۔ تو میں آپ کو **مبلغ ایکسو روپیہ انعام دینے کو تیار ہوں** ہمیشہ سنت اللہ اور سنت انبیاء یہی رہی ہے کہ خلفاء اللہ کو خدا مقرر کرتا رہا ہے اور اوصیاء کو انبیاء خود ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا اللہ کی سنت میں تبدیلی نہ ہوگی ومن یتبع غیر سبیل المومنین لقولہ اذنی جو غیر سبیل المومنین کو اختیار کرے اسکے لئے جہنم ہے شیخ بھائی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

قبل تعیین وصی و وزیر ❊ ھل تری فات نبی وھجر

کیا تو نے دیکھا ہے۔ کہ کوئی نبی اپنے وزیر اور وصی کو مقرر کرنے سے پہلے چل دیا ہو۔ نہیں ہر ایک نے خود اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے لیکن خلفاء ثلاثہ کو رسول اللہ نے مقرر نہیں کیا بلکہ حضرت عمر صاحب کا قول ہے کہ رسول اللہ نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا یہ بات کہتے وقت معلوم نہیں حضرت عمر نے واقعۂ غدیر خم اور اپنے بخ بخ کہنے کو بھلا دیا یا کہ تجاہل عارفانہ کیا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ چونکہ ثلاثہ کو رسول نے مقرر نہیں کیا اسلئے وہ اس آیت سے مراد نہیں ہو سکتے ہیں پھر خدا فرماتا ہے ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم۔ یہ دوسرا نشان ہے خلافت حقہ کے لئے لیکن اس کا مطلب آپ نے عجیب الفاظ میں بیان کیا ہے کہ کوئی فساد نہ رہے گا خلافت منتظمہ ہوگی۔ شاہ اساعیل سیئے کہ یہ کونسے لفظ کا مطلب ہے۔ آپ قرآن کو اپنی اھوا کا تابع بناتے ہیں فمالکم کیف تحکمون۔ افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالھا۔ ھربان سبندہ!

اس امت کا استخلاف مماثل استخلاف امت موسیٰ ہے۔ کیا موسیٰ کے زمانہ
میں خلافت منتظمہ ہوگئی تھی یا عیسیٰ کے وقت میں۔ کیا خود ہمارے رسول کے
وقت میں فساد نہیں تھا۔ یا کہ خود خلفاء ثلاثہ کے وقت میں فساد نہیں تھا
کیا حضرت علی کا زمانہ فسادوں میں نہیں کٹا۔ پھر آپ انہیں شاید خلیفہ
مانیں اور سلطنت منتظمہ تو سب سے بڑھ کر آج ممالک یورپ میں ہے پھر کیا
تمام ملوکِ فرنگ خلفاء رسول ہیں؟ مگر یاد رہے آیت میں تمکن فی الارض کا ذکر
نہیں بلکہ تمکن دین کا ہے آخری مضمون کے نمبر ۱۴ میں میں نے آیت قرآنی
سے تمکن فی الارض کی قلعی کھول دی ہے ؛

تمکن دین کو دوسری آیت واضح کرتی ہے وماجعل علیکم فی
الدین من حرج۔ تشریح کے لئے اس رسالے کے دوسرے مقامات دیکھو
دین میں ایسا تمکن ہو کہ کبھی لغزش نہ کھائیں۔ دین کے متعلق جو بات پوچھی جائے
اس کے جواب سے عاجز نہ ہوں۔ تمام محکمات کے عالم ہوں اور کتاب کا علم
انہی کے پاس ہو رسول کو حکم ہے کہ تو اپنی سچائی کے ثبوت میں انہی کو پیش کر۔
ارشاد ہے قل کفیٰ باللہ شہیداً بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب کہہ دے
کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان گواہ اللہ اور جسکے پاس علم کتاب ہے ہر
بات میں رسول کے لئے خدا اور یہ گروہ کافی ہے کہیں انکے بارے میں ارشاد ہے
حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین کہیں کفیٰ باللہ اللھم صل علیٰ محمد وآل
محمد پس یہی ہیں رسول کے برحق خلیفے۔ اور یہ ہمارے پیشوایان دین ہیں۔
ثلاثہ کو تو علم کتاب سے مس نہیں تھا۔ اور کیسے ہوتا جبکہ خدائی ارشاد ہے
لایمسہ الا المطھرون۔ یہ بیچارے بات بات پر ٹھوکریں کھاتے کلالہ وابا کیلئے
لاعلمی ظاہر کرتے حضرت عمر بات بات پہ لولا علی لھلک عمر کہتے کبھی معاذ بن جبل کیطرف
رجوع کا حکم دیتے اور طرفہ یہ کہ انکے مریدوں نے بھی تفسیر قرآن میں انکی روایت نہیں لکھی تمام
تفاسیر حسن بصری مجاہد اور سدی کے اقوال سے پر ہیں ادھر عالم علم لدنی شہسوار لو کشف
پکار پکار کر کہتے ہیں سلونی سلونی عن کتاب اللہ کتاب اللہ کی بابت مجھ سے پوچھو کہیں لو
ثنیت الوسادہ فرماتے ہیں کہیں ارشاد ہے کہ اگر میں بسم اللہ کی تفسیر لکھوں تو ستر اونٹوں کا بوجھ

ہے تو یہ تھے۔ جو بزرگان اہل بیت ہیں انکو آج بھی اس کتاب کا علم وافر عطا ہوا ہے۔ لیکن یہ نشان بھی ثلاثہ میں نہیں پایا جاتا ہے۔

تیسرا نشان ہے ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا۔ اس کے لئے مضمون مغفرت ثلاثہ نمبر ۱۶ ملاحظہ کریں۔

امن تو تمام مسلمانوں کو رسول اللہؐ کے وقت میں ہی حاصل ہو گیا تھا چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فلیعبدوا رب ھذا البیت الذی اطعمہم من جوع وامنہم من خوف پس چاہئے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ جس نے انکو سیر کیا اور خوف سے انہیں با امن کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ثلاثہ کو تو زمانہ رسولؐ میں ہی امن تھا۔ انکو کوئی خوف نہیں تھا۔ پھر وہ اس نشان کے مستحق کیسے ہو سکتے ہیں یہ خوف ہمارے ائمہ کے لیے ہی ثابت ہے حضرت علیؑ کو خوف تھا اکثر ائمہ نے تقیہ میں زندگی بسر کی۔ اپنے نفس کا خوف نہیں تھا بلکہ دین کا ہی خوف تھا۔ اور انکو امن تام زمانہ حضرت حجۃ اللہ الاکبر میں حاصل ہو گا۔ چنانچہ ایک جگہ قرآن میں دوسرے پیرایہ میں اس کو بیان کیا ہے۔ فرماتا ہے نتلوا علیک من نباء موسیٰ وفرعون بالحق لقوم یومنون ان فرعون علا فی الارض وجعل اہلھا شیعا یستضعف طائفۃ منہم یذبح ابناءھم ویستحیی نساءھم انہ کان من المفسدین ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین ونمکن لھم فی الارض ونری فرعون وھامان وجنودھما منھم ما کانوا یحذرون یعنی پڑھتے ہیں ہم تجھ پر خبر موسےٰ و فرعون سے ساتھ حق کے اس گروہ کے لئے جو ایمان لاتے ہیں بہ تحقیق فرعون نے بلندی پائی زمین میں اور اہل زمین کو مختلف فرقے کیا۔ ضعیف رکھتا تھا۔ ایک گروہ کو انمیں مارتا تھا۔ انکے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتا تھا ان کی عورتوں کو تحقیق وہ فسادیوں میں تھا۔ ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں اُنپر جو ضعیف کئے گئے زمین میں۔ اور انکو پیشوا اور وارث کریں اور تمکین دیں انکو زمین میں۔ اور دکھائیں فرعون وہامان اور انکے گروہ کو انمیں وہ جس سے وہ ڈرتے تھے۔ یہ آیت بطور

تمثیل رسول کی تسلی کے لیئے نازل ہوئی - اور اس سے ظاہر ہوا کہ اُمت محمد
میں بھی فاطمہ اور ابناء رسول کو ایذائیں دی جائیں گی - وہ ضعیف کیئے جائینگے
انکے بیٹے ذبح ہونگے انکی عورتیں قیدی بنائی جاویں گی کبھی بیوار پر کھینچے
جائینگے اور کبھی دیواروں میں چُنے جاوینگے اور یہ ظلم کرنے والے جنود
فرعون وہامان تھے - اور وہ ابتدا نہ کرتے تو ان کی کیا مجال ہوتی

خشت اول چوں نہد معمار کج ٭ تا ثریا مے رود دیوار کج

جیسے ائمہ بنی اسرائیل مستضعفین تھے ویسے ائمہ اسلام بھی مستضعفین
ہیں - اور یہی ان کی خلافت کا نشان ہے۔

خلافہ نہ مستضعفین تھے نہ خائف پس وہ اس آیت کے مصداق نہیں
چوتھا نشان یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ہمارے ائمہ کی عبادت مشہور
اور قرآن میں مذکور ہے یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ انہی کی عبادت کی
حکایت ہے سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود اسی کی روایت آپ کے
خلفاء اگرچہ شرک جلی سے باز آگئے - لیکن خفی کے گیڑے ہے رسول نے
فرمایا تھا - لا اخفی علیکم الشرک ولکن اخفی علیکم من الدنیا میں تم پر شرک
کا خوف نہیں کرتا ہوں لیکن دنیا کا اور فرمایا ستحرصون الامارۃ وسیکون
لکم الندامۃ تم میرے بعد امارت کی حرص کروگے اور اس کی وجہ سے تم کو
قیامت کے دن ندامت ہوگی - ان کی عبادت کے بارے میں کوئی معتبر روایت
کسی مخالف نے بھی نہیں لکھی۔

اخیر میں فرمایا ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون جس سے امامت
کا اصول دین سے ہونا ثابت ہوا اور جو اس کا منکر ہو - وہ کافر فاسق ہے -
فاسقوں کے مآل کے لئے علامات منافقین کا نمبر ۵ دیکھو۔

اب میں آپ سے پھر پوچھتا ہوں - کہ امنوا منکم میں من بیانیہ ہے - یا
تبعیضیہ اگر بیانیہ ہے - تو ہر ایک مومن کا خلیفہ ہونا ضروری ہے کیونکہ جب
شئے موعود علیہ ان میں موجود ہے - تو موعودہ خلافت کے وہ ضرور حقدار ہیں اور
خدا فرماتا ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد (اللہ وعدہ خلافی کبھی نہیں کرتا) حالانکہ ہر

مومن خلیفہ نہیں ہوتا اور نہ انصار کو اس خلافت میں حصہ ملا۔ اور تو اور خود آپ کے شیخ کو جنکو آپ لوکان الایمان عند الثریا لنالہ رجل من الفارس کے مصداق کہتے ہیں۔) یہ خلافت اور حکومت منتظر نہیں تھی۔ اور اگر من تبعیضیہ ہے تو بھی آپ کے مدعا کے مخالف ہے کیونکہ پھر اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کلی حقیقی بعض ہی لائے ہوئے ہیں حالانکہ آپ فرماتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ صرف اتنے آدمی ایمان لائے ہوں جو انگلیوں پر گنے جا سکیں مجھے فخر رازی کے فہم پر ہنسی آتی ہے کہ جنہے اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ بعضیت خلافت کے لئے ہے شاید ایسے ہی استدلال کو دیکھ کر کسی نے ان کے حق میں کہا ہے ؎

گر بہ استدلال کار دین بُدے ۔ فخر رازی راز دار دین بُدے

یہ ایسا بیان ہے کہ اس پر معمولی طالب علم بھی ہنس دیتا ہے رازی اور اسکے مقلد و طرفدار و! اگر بعضیت خلافت کے لئے ہوتی۔ تو ترتیب آیت یوں ہوتی وعد اللہ الذین امنوا معکم و عملوا الصالحات لیستخلفن منھم۔

رازی نے شیعوں کے استدلال پر دو اعتراض کئے ہیں۔ اول یہ فرمایا ہے کہ صرف حضرت علیؑ ہی مقصود نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آمنوا جمع کا صیغہ ہے دوم تمام ائمہ اثناء عشر سلام اللہ علیہم مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ منکم میں کُم کا خطاب حاضرین عہد پیغمبر کو ہے یہ دو اعتراضات تعصب کی وجہ سے ہیں والا کون نہیں جانتا۔ کہ ہم تمام ائمہ کو اس آیت کے مطابق خلفاء حقیقی سمجھتے ہیں۔ اور کُم کے خطاب کو حاضرین عہد پیغمبر ہی پر منحصر کر دینے سے بہت سی قباحتیں لازم آتی ہیں۔ پھر تو نماز و روزہ وغیرہ سب انہی کیواسطے ہوئے۔ کیونکہ در اصل تمام خطابات اقیموا الصلوٰۃ کے اوّل مخاطب وہی ہیں۔ اور اولا الامر منکم میں کُم کے خطاب کو تو قیامت تک ممتد کرتے ہیں اور امنوا منکم میں کُم کے خطاب کو حاضرین عہد پیغمبر ہی کیلئے مختص کرتا ہے این چہ بوالعجبی است۔

شاید کوئی یہ سوال کرے کہ حضرت علی اور حسنین علیہم السلام کے حال پر تو آمنو و عملوا الصالحات چسپاں ہو سکتا ہے۔ لیکن دیگر ائمہ جو اسوقت تک پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ انکے لئے آمنو بصیغہ ماضی کیوں کہا ہے اسکا یہ جواب ہے کہ کتاب اللہ المجید کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جو امر حقیقی اور حتمی ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ نے عموماً بصیغہ ماضی ہی بیان کیا ہے کیونکہ ماضی پر یقین تام ہوتا ہے چنانچہ کئی جگہ اس رنگ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وکان وعد اللہ مفعول۔ امنوا و عملوا الصالحات کو بصیغہ ماضی ذکر کر کے یہ جتانا مقصود ہے کہ ان خلفاء کا ایمان حقیقی ہے یہ روز الست ہی میں کامل ایمان لے آئے ہیں۔ عالم انوار ہی میں تمام صالحات کو بجالا چکے ہیں۔ مختلف نشانات میں تحمید وتمجید باری کرتے آئے ہیں اور اس عالم میں جو کچھ کرتے ہیں۔ وہ انہی انوار کا پرتو ہے۔ تلقین و ابداء کے لئے یہ امور کرتے ہیں۔

اِستخلاف الکمل پر ریویو نمبر ۲

اب اپنی دیگر دلائل کا جواب نمبر وار سنیئے:۔

۱۔ اگر خلیفہ (بادشاہ) ہو جانے سے ہی انکا مومن و صالح الاعمال ہونا ثابت ہوتا ہے تو یزید بالاوسطے مومن و صالح الاعمال ہونا چاہیئے۔ حالانکہ وہ منافق کافر اور مکذب خدا اور رسول تھا۔ اسی لئے تو آپ کے مسیح موعود حضرت مرزا صاحب نے اپنے مکذبین اہل قادیان کو یزیدیوں سے تشبیہ دی ہے چنانچہ ازالہ اوہام جلد اول صفحہ ۸۵ میں ان کی شان میں آیت اخرج منه الیزیدیون نازل ہوئی ہے۔

۲۔ اگر یہی فھرتی خدائی ہے تو یزید کو بھی اسپر فخر ہو سکتا ہے اکبر بادشاہ بھی منصور من اللہ ہوا نپولین بونا پارٹ بھی موید من الباری ہوا۔ نادر شاہ غازی بھی اللہ کا رسول ٹھہرا ایسے ہی تمام ملوک عباسیہ۔ چغتائیہ وغیرہ خلفاء اللہ ہو لئے اب آیہ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا الخ کا مطلب سنیئے۔ آپکے حکیم الامتہ رسالہ نور الدین کے صفحہ ۱۴۳ میں فرماتے ہیں:۔ شریعت اسلام میں حکم ہے۔ کہ فرشتوں پر ایمان لاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب وہ تم کو نیکی کی تحریک کریں تو تم اسی وقت اس نیکی کو کر لو تاکہ اس نیکی کے محرک کا تعلق تم سے بڑھے۔ اور وہ زیادہ نیکی کی تحریک دے اور اس جماعت کے اور ملائکہ بھی تمہارے اندر نیکی کی تحریکیں کریں اور اگر اس تحریک کو نہ مانو گے تو اس ملک نیکی کے محرک کو

تم سے نفرت ہو جائیگی۔ اس لیئے ضروری ہُوا۔ کہ ملائکہ سے تعلق بڑہاؤ تاکہ نیکی کی تحریک بڑہے اور آخر وہ تمہارے دوست بنجاویں۔ قرآن کریم میں اس نکتہ کو یون بیان کیا ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا الخ یعنے وہ لوگ جنہون نے کہا۔ ہمارا رب اللہ ہے اور اسپر استقامت رکھی تو انپر ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں۔ کہ تم خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور تم بشارت دیئے گئے ہو اس جنت کی جسکا تم وعدہ کئے گئے ہو۔ ہم دنیا اور آخرۃ میں تمہارے ساتھی ہیں۔ انتہےٰ۔ اس سے صاف معلوم ہو جائیگا کہ ولایت ملائکہ سے کیا مقصود ہے یہی کہ ملائکہ ان کے ساتھی ہو جاتے ہیں۔ اور ساتھی کا ساتھی میں اثر ہوتا ہے اسلیئے انمیں بھی صفاتِ ملکوتیہ آجاتی ہیں۔ دنیا میں تو صرف یہی ساتھ کہ ہر ایک امر کی خبر انہیں سناتے ہیں تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر۔ یعنی شب قدر میں ملائکہ اور روح اپنے صاحب کل اختیار کے اذن سے ہر ایک امر کی خبر لے کر نازل ہوتے ہیں اور آخرت میں ویدخلون الملائکۃ علیھم من کل باب یعنی بہشت کے ہر ایک دروازے سے اُنپر فرشتے آتے ہیں انکو سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں تم پاک ہو پاک بہشت میں داخل ہو اور اسمیں ہمیشہ رہو گے۔ ہماری کتاب صافی شرح اُصول کافی میں نحن اولیاءکم کا بہتر ترجمہ کیا ہے:۔ چہ مانند دگاران شما ایم در دنیا و در آخرت بایں معنی کہ در مشکلات خود راہ نمے کنند و حکم نمے کنند بے استنیاو نوحی الٰہی از ما بشمار سد و در آخرت آنچہ خواہد نفسہاے شما و شمار است در آخرت ہرچہ دعوے کنید بر دشمنان خود کہ غصب حق شما کردند۔ یہ دیکھیئے معمہ حل ہوگیا۔ ملائکہ دنیا اور آخرت میں انکے ولی ہیں۔ لیکن اُنکے دشمنوں نے انتقام حقیقی صرف آخرت (رجعت یا قیامت) میں لیا جاویگا۔ تبھی تو ولکم فیھا ای فی الاٰخرۃ فرمایا نہ کہ فیھما ای فی الدنیا والاٰخرۃ اور سُنیئے ولایت وعداوت ملائکہ کا حال فرماتا ہے قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذنہ ومصدقا لما بین یدیہ وھدی وبشریٰ للمومنین۔ من کان عدوا للہ وملائکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکافرین۔ یعنے کہ انکو اے پیغمبر کہ جو دشمن

ہو جبریل کا پس بہ تحقیق وہ اللہ کے اُن سے تیرے دل پہ نازل ہوا ہے۔ اور تصدیق کرنے والا ہے۔ جو کہ انکے ہاتھ میں ہے اور ہدایت اور بشارت ہے مومنین کے لئے جو اللہ اور فرشتوں اور اسکے رسولوں اور جبریل اور میکائل کا دشمن ہے پس اللہ ان کافروں کا دشمن ہے، اس طرح کہ انکو اپنے فیوضات سے محروم رکھتا ہے۔ اس آیت میں دو لفظ قابل غور ہیں ۱۔ استقامت۔ ۲۔ نزول ملائکہ پہلا لفظ خصوصاً انبیا و فرستادگان باری کی شان میں استعمال ہوا ہے چنانچہ موسٰی و ہارون علیہما السلام کو ارشاد ہے۔ قال قد اجیبت دعوتکما فاستقیما ولا تتبعان سبیل الذین لا یعلمون پ ۱۱ یونس۔ یعنے کہا کہ بہ تحقیق اے موسٰی و ہارون تمہاری دعائیں قبول کی گئیں۔ تم دونو استقامت رکھو اور نہ چلو ان لوگوں کی راہ جو نہیں جانتے۔ ہمارے پیغمبر کو ارشاد ہے۔ فاستقم کما امرت ومن تاب معک ولا تطغوا انہ بما تعملون بصیر پ ۱۲ ہود رکوع آخر۔ یعنے پس تو استقامت اختیار کر جیسا تو امر کیا گیا ہے (در عالم امر میں) اور وہ بھی جو تیرے ساتھ تائب ہوا ہے اور نہ بےجا دکرو۔ بہ تحقیق اللہ تمہارے عملوں سے دانا و بینا ہے دیکھئے اس لفظ کی شان۔ روایت معتبرہ میں وارد ہے کہ حضور انور (ص) ابی و امی نے فرمایا قد شیبتنی سورۃ الھود یعنے مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا۔ جس میں استقامت کا امر ہوا ہے اور آپ یہی استقامت اپنے خلفاء میں ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ استقامت صرف حضرات معصومین علیہم السلام کا ہی خاصہ ہے تبھی تو انکو (ومن تاب معک) اسی قسم کی استقامت کا حکم ہوا جیسے حضور انور کو اور یہ بات لفظ فاستقم کو ایک ہی دفعہ لانے سے ظاہر ہے اگر استقامت نبی اور امت مقصود ہوتی۔ تو ضرور تھا کہ من تاب معک پر بھی فاستقم لاتا۔ کیونکہ ظاہر ہے استقامت نبی ایک عجیب ماوراء العقل شان رکھتی ہے۔ نبی ملکوت سماوات و ارضین کو دیکھتا ہے جس سے ہماری نظریں خیرہ ہیں فرق استقامت کو دیکھئے کہ غار ثور میں حضور انور بھی ہیں۔ اور یار غار بھی کفار حضور کی تلاش میں وہاں غار تک پہنچ گئے ہیں۔ لیکن حضور ہیں۔ کہ استقامت اختیار کئے بیٹھے ہیں۔ اپنے مولا کی یاد ہے اور بس نہ خوف دشمن ہے اور نہ

وحشت بھرا حضورِ سرور مآب نکلئے غار سے ہراسان ہیں اور نہ ہجرت وطن سے پریشان ادھر مار رفتار ہیں کہ پاؤن کی آہٹ سے غش ابر بہار گریبان۔ حالانکہ آثار قدرت ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ کہ مکڑی نے وہاں غار کو جالے سے ڈھانپ دیا ہے فاختہ نے اس پہ انڈے دے دیئے ہیں لیکن ان کے خیال میں کچھ نہیں آتا۔ اپنی جان کی پڑی ہے رونا ہے اور بس یہاں تک کہ وہی مستقیم المزاج محبوب خدا اسے دلاسا دیتا ہے بہلاتا ہے۔ ادھر نظر کیجئے مورد ومن تاب علی ابن ابی طالب نرغہ اعدا میں بستر رسول پر چادر اوڑھے بے کھٹکے پڑا ہے نہ اسے کفار کی تلواریں ڈراتی ہیں اور نہ کوئی آنے والی مصیبت وہ جانتا ہے کہ جو خدا اپنے حبیب کا محافظ ہے وہ اپنے عبد ذلیل کا بھی۔ ذرا نظر کو بڑھایئے اور معرکۂ کربلا پر نظر ڈالئے ایک حسین ہے اور لاکھوں خون کے پیاسے ایک جان ہے اور سو بلاؤن کا سامنا۔ مگر وہ مستقیم جو صراط مستقیم ہے برابر اپنی پہلی بات پر قایم ہے کہ الموت خیر من رکوب العار یزید کی بیعت سے تو موت بہتر ہے آخر اپنے تمام اعوان و انصار۔ خویش و اقربا۔ یہان تک کہ شش ماہہ شیر خوار بچے کو دین الہی پہ قربان کرتا ہے مگر اسکا پاؤن راہ استقامت سے نہیں ڈگمگاتا یہانتک کہ اپنی جان عزیز کو بھی فدائے یار کرکے کہتا ہے۔

سر در رہ عشق تو فدا شد چہ بجا شد
این بار گران بود ادا شد چہ بجا شد

اور اپنی استقامت سے نہال اسلام کو از سر نو تر و تازہ بنا دیتا ہے یہ ہیں۔ وہ حضرات جن کی شان ہے ومن تاب معک اور جن کو ایسی ہی استقامت کا حکم ہے۔ جیسے رسول کو آپ فرماتے ہیں کہ ابوبکر صاحب نے فوق العادت استقامت دکھائی۔ جب کہ رسول کریم کی وفات کے بعد عرب کے لوگون کا کثیر حصہ مرتد ہو گیا مسیلمہ و دیگر کذاب مدعیان نبوت نے وہ اودھم مچائی۔ کہ خدا کی پناہ۔ لوگ زکوۃ دینے سے کھلم کھلا انکار کرنے لگے۔ ان سب فتنون کو آپ نے ہی فرو کیا۔ پھر محض حد عمل کریم کی خبر برداری کے لئے اسامہ غلام ابن غلام کی ماتحتی میں ۲۰ ہزار اصحاب کا لشکر شام کو بھیجنے میں کچھ تامل نہ کیا۔ جس کی سرداری

عرب کی حمیت کے بالکل خلاف تھی پیارے اکمل! یہ نہ بتلایا کہ عرب کا کونسا حصہ کیوں مرتد ہو گیا۔ زکواۃ دینے سے کن لوگوں نے انکار کیا۔ اور کیوں؟ تاریخ شاہد ہے کہ زکواۃ دینے سے کسی نے انکار نہیں کیا۔ وہ صرف خلیفہ صاحب کو ہی زکواۃ دینا نہیں چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ انکو رسول کا جانشین حقیقی نہیں خیال کرتے تھے بجائے اسکے کہ انکو دلیل و برہان سے اپنی حقیقت جتلاتے۔ تلوار اُن کے گلوں پر رکھی گئی اور انکو بے جرم و خطا ذبح کیا گیا۔ انکی عورتوں کو لونڈیاں بنایا۔ اور آپ کے سیف اللہ خالد بن ولید نے وہ نالایق حرکت کی جس سے آپ کے خلیفۂ ماب کی خلافت کی قلعی کھل گئی۔ یعنے مالک بن نویرہ کی بیوی کے ساتھ ایام عدت میں ہی مباشرت کی۔ اور خلیفہ صاحب نے باوجودیکہ ان پر اس کا زنا کرنا ثابت بھی ہو گیا۔ لیکن کوئی حد جاری نہ کی۔ ٹھیک ہے بجا ہے "وزیرے چنیں شہر یارے چنان"۔ اگر خلیفہ صاحب کو متابعت رسول کا خیال ہوتا تو کبھی بھی وہ حیات رسول میں جیش اسامہ سے تخلف کر کے مصداق لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامہ نہ بنتے۔ حالانکہ خود حضور نے تہیہ جیش کیا تھا۔ اور اسامہ کو اسکا سردار بنا کر روانہ کیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اسامہ غلام بن غلام کی سرداری عرب کی حمیت کے خلاف تھی حضرت کن عرب کی وہ جو مصداق الاعراب اشد کفرا و نفاقا تھے نہ دیندار عرب کی جن کا اصول ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اگر یہ ۲۰ ہزار کا لشکر اسی حمیت کا تھا تو بس معلوم شد بافندگی۔ بافندگی پس انہوں کے ہی اجماع سے خلافت منعقد ہوئی ہوگی۔ خیر اب لیجئے استقامت تو آپ ہی کے بیان سے واضح ہوا کہ صرف شام کو بیس ہزار لشکر روانہ کیا۔ تو معلوم ہوا کہ کل مرتدان اس سے دو چند نہیں تو نصف تو زیادہ ہوگی یعنے کل بتیس ہزار۔ پس جب کے پاس تیس ہزار فوج ہو اور مقابل کی جمعیت متفرق۔ مرتدین ہیں تو الگ پیغمبر ناجائے ہیں۔ کذاب مدعیان ہیں تو الگ اگر انکے مقابلے میں استقامت دکھائی گئی۔ تو کچھ قابل تعریف نہیں۔ ہر ایک کر سکتا ہے۔ دیکھئے جاپان نے روس کی کثیر التعداد فوج کے مقابلے میں کیسی استقامت دکھی۔ اگر

مسلمانوں کی تعداد زیادہ نہ بھی ہوتی۔ تو بھی ضرور تھا۔ کہ مخالفین مغلوب ہوتے۔ کیونکہ بموجب سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب علیؑ کی تلوار نے انکے دلوں پر سکہ جمایا ہوا تہا۔ وہ جانتے تھے کہ جس نے عمرو و عنتر جیسے پہلوانوں کو پچھاڑا ہے وہ اب بھی ان میں موجود ہے اور ظاہر ہے کہ مرعوب کبھی فتح نہیں پاتا۔ اگر کہو کہ اگر وہ مرعوب ہوتے تو کبھی تلوار ہی نہ اٹھاتے۔ نہیں ایسا نہیں بلی جب تنگ آجائے تو حملہ کرتی ہے۔ یہی حال تہا ان لوگوں کا آخر وہ بلی کی طرح بھاگ ہی نکلے۔ اس میں ابوبکر صاحب نے کوئی بھی فوق العادت استقامت نہیں دکھائی ✦

نزول ملائکہ صرف انہی کے لئے ہوتا ہے جو ربنا اللہ کہہ کر اس پر استقامت کریں اللہ کیا ہے تمام صفات کمالیہ و جمالیہ و جلالیہ کا جامع اور حضرت محمدؐ جیسے انسان کامل کو ہدایت خلق کے لئے مبعوث فرمانے والا ھو الذی بعث فی الامیین رسولا۔ وہی ہے جسنے امیون میں رسول بھیجا۔ معلوم ہوا کہ استقامت عقیدہ ربوبیت الٰہی و نبوت و رسالت پناہی پہ چاہیئے۔ لیکن صاحب! ذرا بتلاؤ تو آپ کے خلفاء نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر اس پہ استقامت رکھی نہیں نہیں اگر استقامت ہوتی تو عمر جیسے بزرگ شخص کو صلح حدیبیہ پر نبوت محمدی میں شک و شبہ عارض نہ ہوتا ✦ تدبر۔

دوسرا جملہ نزول ملائکہ ہے۔ جہانتک ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرف بھی عموماً فرستادگان باری و حضرات معصومین کے لئے خاص ہے تنزل الملائکۃ والروح علی من یشاء من عبادہ یعنے ملائکہ اور روح نازل ہوتے ہیں جس پر اللہ چاہے اپنے بندوں سے۔ یہ بندے کون ہیں وہ مخلصین جو اغوائے شیطان میں نہیں آتے۔ چنانچہ خود شیطان کا قول ہے لاغوینہم اجمعین الا عبادک منہم المخلصین یعنے میں تیرے سارے بندوں کو گمراہ کرونگا۔ مگر وہ جو انمیں سے مخلص ہیں۔ اور خدا بھی فرماتا ہے ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ یعنے میرے بندوں پر تجھے کوئی سلطان نہیں۔ مریمؑ پہ بھی نزول ملائکہ ہوا تھا اگر وہ معصومہ و مطہرہ نہیں۔ چنانچہ اس کی شان میں

اللہ جل شانہ فرماتا ہے ۔ یا مریم ان اللہ اصطفاک وطہرک واصطفاک
علی نساء العالمین یعنے اسے مریم! اللہ نے تجھے چن لیا ہے اور تجھے
پاک کر دیا ہے ۔ اور منتخب کر لیا ہے تجھے تمام عورات جہانیان پر ۔ ملائک اور
شیاطین دو ضدین ہیں ۔ جیسے دن اور رات ۔ جہاں دن ہوگا وہاں رات
نہیں اور جہاں رات ہے وہاں دن نہیں ۔ اب ظاہر ہے کہ خلفاء بیچارے
چالیس چالیس سال تک عبادتِ اصنام کرتے رہے اور شیطان کے اغوا
میں پھنسے رہے شاید شیخ سعدی نے انہی کی شان میں یہ شعر کہے ہیں سه

چہل سال عمر عزیزت گزشت ٭ مزاج تو از حال طفلی نہ گشت

ہمہ با ہوا و ہوس ساختی ٭ دمے با مصالح نہ پرداختی

چالیس سال تک انسان جس امر پر مستمر رہے وہ طبیعت میں راسخ ہو
جاتی ہے اور عادت جبلی ہو جاتی ہے چہل روزہ جبلی شدے رود مشہور ہے ۔ تو
بھلا ایسوں پر کیا نزول ملائکہ ہو سکتا ہے ۔ خود خلیفہ اول صاحب فرماتے ہیں
ان لی شیطانا یعتریني ۔ وہ خطبہ جو آپ نے تختِ خلافت پر جلوہ افروز ہوتے
ہی فرمایا ۔ اس پر شاہد ہے کہ اسوقت تک دخل شیطان اُن سے دفع نہیں
ہوا تھا چنانچہ آپ نے فرمایا کہ جو میں تم کو نیک بات بتاؤں وہ خدا کیطرف سے
سمجھنا ۔ اور اگر بُری بات ہو تو اُسے من قبل شیطان خیال کرنا ۔ اقرار
العقلاء علی انفسہم نافذ ۔ شیطان کا نزول کن پر ہوتا ہے ۔ غیر فہمیدن یہ ہے ۔ وما
تنزل الشیاطین الا علی کل افاک اثیم ۔ عجب نہ مانیے گا ۔ یہاں [illegible]
بحث ہے نہ آپ کے حُسن عقیدت سے کہ خواہی نخواہی ان پر نزول ملائکہ ثابت
کیا چاہتے ہیں ۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔ سنیے ملائکہ کن پر نازل ہوتے
ہیں اور کن پر کشف ہوا ہے مرزا صاحب ازالہ اوہام جلد اول صفحہ ۲۷۹
میں فرماتے ہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ شیعہ کی روایات کی بعض سادات کرام
کے کشفِ لطیف پر بنیاد معلوم ہوتی ہے ۔ چونکہ آئمہ اثنا عشریہ نہایت درجہ
کے مقدس اور راستباز اور ان لوگوں میں سے تھے جن پر کشف صحیح کے
دروازے کھولے جاتے ہیں ۔

یہاں میں وہ نوٹ لکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو آپ نے صفحہ ۱۰۶ میں درج کیا ہے وہو ہذا ملخصاً :۔

میرے پیارے بھائیو! خلافت منتظمہ وامن صرف انہی ہر سہ بزرگوںکو حاصل ہؤا۔ جسکا آپ صاحبوںکو بھی اقرار ہوگا۔ کیونکہ اُنکے عہد میں کوئی فتنہ نہیں پھیلا برخلاف اس کے حضرت علی کے عہد میں خلافت کا انتظام نہیں رہا۔ جتنے برس خلافت نصیب ہوئی وہ بھی باہم غلط فہمیوں جھگڑوں میں گزری۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اسوقت خدا کی کوئی گہری حکمت کام کر رہی تھی۔۔۔۔۔

اگر ذرا بھی غور کریں تو صاف کھلجاتا ہے کہ وہی ذوالفقار وہی حضرت علی وہی انکا علم وہی انکی تدبیریں ان کی غیب دانی وکشوف۔ مگر ایک چھوٹی سی مملکت کا انتظام نہیں ٹھیک رہا۔ اور بدامنی پھیلی رہی۔ حالانکہ آپکے کمال دکھلانے کا وقت ہی یہی تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے تو گمان ہو سکتا تھا کہ جو کچھ آپنے کیا ہے وہ رسول کریم کی نور نبوت وقدسی قوت کا اثر تھا۔ یا حضرت ابوبکر و عمر کے اقبال صائبہ وراے کی تاثیر۔ اب اکیلے جو ہوئے۔ تو اس قابلیت کا اظہار نہ ہوا۔ دوستو! میرا یہ مطلب نہیں۔ کہ صاحب کمال نہ تھے ضرور تھے مگر اتنا ضرور کہونگا۔ کہ اسوقت خدا کی مرضی ہی ایسی تھی ÷

اسی سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خدا کے بارے میں آپ لوگوں کا کیا اعتقاد ہے۔ یہی کہ اسی نے عہد مرتضوی میں بد انتظامی وبدامنی پھیلائی۔ اس نے ہی علی کو کمزور کیا۔ تو پھر بھلا علی کا کیا قصور۔ یہ تو وہی مثل ہوئی ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ ÷ باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

خدا کی مرضی ہی ایسی تھی کیا؟ کہ علی کمزور ہو فساد پھیلے۔ اب ہم آپ کو سچا کہیں یا قادر ذوالجلال کو جو فرماتا ہے۔ ان اللہ لا یحب الفساد۔ اللہ فساد کو اچھا نہیں سمجھتا یقیناً ہر ایک دیندار خدا کو سچا کہیگا۔ واتینٰک بالحق وانا لصادقون ۔ ومن اصدق من اللہ قیلاً۔ جب اللہ کی مرضی تھی کہ فساد پھیلے تبھی آپ دونو فریقوں کو معذور سمجھتے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ آیت مذکورہ صاف بتلا رہی ہے۔ کہ فساد اللہ کو اچھا نہیں لگتا۔ جنہوں نے عہد مرتضوی میں فساد کیا وہ محبوب باری

نہیں تھے وہ کون تھے؟ اول عائشہ طلحہ و زبیر۔ پھر معاویہ اور پھر خوارج نہروان۔ ذوالفقار کی فضیلت کو دیکھیئے آپ کے مرزا صاحب براہین احمدیہ جلد ۴ کے صفحہ ۴۹۷ میں یہ الہام لکھتے ہیں۔ کتاب الولی ذوالفقار علی۔ ولی کی کتاب۔ (مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب براہین احمدیہ) ذوالفقار علی کی طرح ہے یعنی مخالف کو نیست و نابود کرنیوالی ہے اور جیسے علی کی تلوار نے بڑے بڑے معرکوں میں نمایاں کار دکھلائے۔ ایسا ہی یہ بھی دکھلائیگی۔ اور یہ بھی ایک پیشین گوئی ہے کہ جو کتاب کی تاثیرات عظیمہ اور برکات عمیمہ پر دلالت کرتی ہے۔ ذرا غور کیجئے۔ کہ اس الہام میں براہین کو ذوالفقار علی سے تشبیہہ دی گئی ہے نہ درّہ عمر ہی سے اگر درّہ عمر ہی کچھ فضیلت رکھتا تو ضرور اس سے تشبیہہ دی ہوتی۔ چونکہ آپ کے عقیدے میں صاحب براہین تمام خلفاء حضرت ابوبکر وغیرہ سے افضل ہے؟ تدبر۔ اب رہا آپ کا یہ گمان۔ کہ جو کچھ علی نے کیا وہ رسول کریم کی نور نبوت کا اثر تھا۔ درست ہے لیکن یہ اثر جسمیں ہو جائے۔ پھر زائل نہیں ہوتا۔ اور باقرار جناب چونکہ علی میں اس نور کا اثر تھا۔ تو ان سے بھی زائل نہیں ہوا۔ کتاب نورالدین کے صـ ۳۷ میں لکھا ہے اسی طرح خدا کا یہ کہنا کہ قسم ہے چاند کی جب وہ سورج کی پیروی کرے اسکے مرادی معنی یہ ہیں۔ کہ چاند اپنی خاصیت کیساتھ کہ وہ سورج سے بطور استفادہ نور حاصل کرتا ہے نفس انسانکے موجود بالذات اور قایم بالذات ہونے کے شاہد حال ہے کیونکہ جس طرح چاند سورج سے اکتساب نور کرتا ہے اسی طرح نفس انسانکا جو مستعد اور طالب حق ہے ایک دوسرے انسان کامل کی پیروی کرکے اسکے نور میں سے لیتا ہے اور اسکے باطنی فیض سے فیضیاب ہو جاتا ہے بلکہ چاند سے بڑھکر استفادہ نور کرتا ہے کیونکہ چاند تو نور حاصلکر کے پھر چھوڑ بھی دیتا ہے مگر یہ کبھی نہیں چھوڑتا۔ انتہیٰ۔ شمس رسالت حضور انور تھے۔ اور قمر امامت حضرت علی۔ جو کہ خود بھی نور تھے۔ اور پھر نور نبوت سے حصہ لیکر سراپا نور اور نور علی نور بنگئے۔ یهدی الله لنوره من یشاء لیکن اس نور سے جسے الله چاہتا ہے

راہ دکھلاتا ہے اس قمر سے اس نور کا اثر نہیں گیا والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم اور یہ اپنی منازل پہ چلتا رہا۔ جن پر کہ شمس چلاتا تھا۔ اس کا کام نور پہنچانا تھا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم * چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

اگر کوئی ظلمت جہالت میں بیٹھا رہے تو اسکا کیا قصور۔ اگر مجتنے فرو نہ ہوں تو اسکا کیا گناہ ضرور تھا۔ کہ اُسکے عہد میں فتنے ہوتے ع

ایں چہ شورے است کہ در دورِ قمر مے بینم

جیسے دورِ قمر ظاہری میں فتنے ہوئے۔ ویسے ہی دورِ قمر باطنی میں بھی فتنے ہوتے تھے۔ عزیز من! اللہ کے فرستادوں کا کام فتنوں کو فرو کرنا نہیں ہوتا۔ بلکہ حق کو باحسن وجوہ ثابت کرنا اور وہ علی نے کر دکھلایا یہاں تک کہ اپنی جان دی +

۳۔ ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ جو اپنے رب کے مقام کا خوف کرتا ہے اس کے لئے دو جنت ہیں ایک اسی دنیا کی اور ایک آخرت کی اب دیکھیئے کہ حضرت عمر کے ہی عہد میں اور خود ہی کو باغات ملے۔ اور ایران وفارس کی حوریں ملیں الخ۔ چہ خوش اگر عیش وعشرت دنیاوی ہی بہشت ہے تو بس خیر، تمام کفار ومشرکین جنتی ہیں۔ یہاں بھی انکے لئے یہ جنت اور پھر آخرت میں بھی اور مسلمان یہاں بھی محروم اور وہاں بھی۔ جناب من! اگر یہ دنیاوی جنت مثل جنت اخروی ہوتا۔ تو چاہیئے تھا کہ صرف مومنوں کو ہی ملتا۔ کیونکہ اسکا وعدہ خالص المومنین خائفین کے لئے۔ حالانکہ یہ مومن وکافر دونوں کو برابر ملتی ہے مسلمان بھی امیر و بادشاہ ہیں۔ اور مشرکین نصاریٰ بھی۔ کون نصاریٰ جنکو آپ دجال سمجھتے ہیں۔ دیکھو ازالہ اور ایک احمدی بھائی کی کتاب عسل مصفیٰ میں دجال کے جنت دکھانے کی یہ تاویل کی ہے۔ کہ ہر ایک انگریز کی کوٹھی میں ایک باغیچہ ہوتا ہے اور یہی جنت کے معنے ہیں۔ اس میں دجال اور مسیح برابر ہیں۔ برابر کیوں بلکہ دجال کی اتنی قلمرو ہے۔ کہ اس پر کبھی سورج غروب ہی نہیں ہوتا۔ اور بیچارے

مسیح کے پاس ایک چھوٹا سا گاؤں بھی نہیں تو بتلایئے۔ کہ دلمن خاف کا مصداق دجال ہوا یا کون ؟ اگر دنیاوی جنت کے ملنے سے کسی نبی کی نبوت یا خلیفہ کی خلافت ثابت ہوتی۔ تو کفار کے طلب پہ خدا ضرور ہمارے نبی کو دیتا۔ اور کہتا کہ دیکھو یہ نبی ہے حالانکہ خدا نے اس کو دلیل نبوت نہیں ٹھہرایا دیکھو پ۱۸ سورۂ فرقان ع ۱ میں ارشاد ہے وقالوا مال هذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا انزل الیه ملك فیکون معه نذیرا او یلقی الیه کنز او تکون له جنة یاکل منها وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا۔ یعنے کہا کافرون نے کیا ہے اس رسول کے لیئے یہ تو ہمارے جیسا ہی ہے کھانا کھاتا ہے اور بازارون میں چلتا ہے کیون نہیں اسکے ساتھ فرشتہ اُتارا گیا۔ تاکہ اسکے ساتھ ڈرانے والا ہوتا۔ یا اسپر خزانہ ڈالا جائے یا اسکے لئے (جنت) باغ ہو۔ جس سے وہ کھائے اور کہا کافرون نے مسلمانون کو کہ تم تو ایسے شخص کی پیروی کرتی ہو جس پر جادو ہوا ہے پھر فرمایا ہے انظر کیف ضربوا لك الامثال فضلوا فلا یستطیعون سبیلا تبارك الذی ان شاء جعل لك خیرا من ذلك جنت تجری من تحتها الانهار ویجعل لك قصورا۔ یعنے دیکھ اے رسول! کیسی مثالیں انہون نے تیرے لئے دی ہیں ٹیڑھی راہ پر ہو گئے ہیں۔ پس یہ راہ حق کو نہیں پا سکتے برکت والا ہے وہ اللہ جو اگر چاہے تو تیرے لئے اس سے بہتر کر دے کیا کہ باغ ہوں جنکے نیچے نہریں جاری ہون اور تجھے محل دے (مگر اس دنیاوی جنت سے تیری نبوت نہیں ثابت ہونے کی) پ۲۵ زخرف ع ۳ میں اور واضح کرکے بیان فرماتا ہے۔ وقالوا لولا نزل هذا القران علی رجل من القریتین عظیم اهم یقسمون رحمة ربك نحن قسمنا بینهم معیشتهم فی الحیوة الدنیا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات لیتخذ بعضهم بعضا سخریا ورحمة ربك خیر مما یجمعون یعنے کہا انہون نے کیون نہ یہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی پر نازل ہوا۔ جسکے جواب میں ارشاد ہے آیا وہ تیرے رب کی رحمت کو

تقسیم کرتے ہیں۔ ہم نے ہی تو انمیں دنیا میں ان کی روزی کو تقسیم کیا ہے۔ اور بعض کے درجات روزی کو بعض پر زیادہ کیا ہے تا کہ بعض انکا بعض کو اپنا محکوم بنا دے لیکن اے رسول تیرے رب کی رحمت جو تجھ پر نازل ہوئی ہے یعنے نبوت یہ بہتر ہے انکے مال و دولت سے جسکو وہ جمع کرتے ہیں۔ دیکھئے نبوت و دولت دنیاویہ میں کیسا فرق بین رکھ دیا۔ پ ۱۲ سورہ ہود ع ۲ میں ارشاد ہے۔ فلعلک تارک بعض ما یوحیٰ الیک وضائق به صدرک ان یقولوا لولا انزل علیه کنز او جاء معه ملک انما انت نذیر والله علی کل شیٔ وکیل یعنے شاید تو اُس چیز کے بعض حصے کو ترک کرنیوالا ہے جو تیری طرف وحی کی گئی ہے اور اسکے ظاہر کرنے سے تیرا سینہ تنگ ہے کہ مبادا وہ یہ کہیں کہ اسپر خزانہ کیوں نہ نازل کیا گیا۔ یا اسکے ساتھ فرشتہ کیوں نہ آیا تو تو ڈرانے والا ہے۔ اور اللہ ہی ہر شے پر وکیل ہے ×

مشرکین عرب نے رسول اکرم سے جو معجزات طلب کئے تھے ان میں ایک یہی تھا۔ او تکون لک جنة من نخیل وعنب فتفجر الانہار خلالها تفجیرا یعنے اے محمدؐ یا تیرے لئے باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اور ان کے نیچے سے تو نہریں جاری کرے جواب میں ارشاد ہوا قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا۔ یعنے کہ تو کہ پاک ہے رب میرا میں تو بشر رسول ہوں۔ جو باتیں نبوت سے متعلق ہیں۔ وہی کرنے پر مامور ہوں۔ باغ لگانے اور نہریں جاری کرنے سے کسی کی رسالت ثابت نہیں ہوتی۔ ان سائلین میں سے ایک عبد اللہ نامی تھا۔ اسکو حضور نے فرمایا۔ کہ اے عبد اللہ! تو نے طائف میں باغ لگائے اور انکو شاداب کرایا۔ اور تیرے امثال اور لوگوں نے زمین طائف کو (جو ایسی ہی سوکھی اور بے آب وگیاہ تھی جیسی زمین مکہ) سرسبز کردیا۔ کیا اس فعل سے تو اور تیرے امثال نبی ہوگئے اسنے کہا نہیں حضرت نے فرمایا۔ پھر میں نہروں کے جاری کرنے سے نبی کیونکر ہو جاؤنگا۔ ایسا سوال کیوں کرتے ہو جو دلیل نبوت نہ ہو۔ یہ خیال

ضعفاء عقل کے نزدیک البتہ ہے کہ امارت و ثروت کو دلیل بزرگی جانتے ہیں۔ بنی ایسی فریب دہی سے بری ہے یہ دولت و ثروت فرعون کو بھی حاصل تھی۔ چنانچہ پ ۲۵ زخرف میں اسکا قول ہے الیس لی ملک مصر و ھذہ الانھار تجری من تحتی۔ یعنی آیا نہیں ہے میرے لئے ملک مصر اور یہہ نہریں میرے نیچے جاری ہیں۔ یہاں تک تو آپکے قول کی سقامت ظاہر کی اب سنئے کہ یہ دنیاوی بہشت کونسا ہے۔ یہ دنیاوی ہی ہے مگر بعد مرنے کے ملتا ہے چنانچہ دیباچہ نور الدین صفحہ ۳۶ و ۳۷ میں لکھا ہے اور وہ قبر جس میں اللہ تعالیٰ داخل فرماتا ہے وہ ایک باغ ہے بہشت کے باغوں سے جیسے فرمایا ہمارے نبی کریم صلعم نے القبر روضۃ من ریاض الجنۃ یا وہ گڑھا ہے دوزخ کے گڑھوں کے جیسے فرمایا۔ او حفرۃ من حفر النیران اور قرآن میں بارہا ذکر ہے۔ کہ مومن اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتیو الا بعد الموت معاً جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور شریر نار میں جیسے فرماتا ہے قیل ادخل الجنۃ قال یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین پ ۲۲ یٰسین۔ اور منکروں شریروں کے لئے فرمایا۔ گیا مثلاً فرعون اور فرعون کے ہمراہیوں کے لیے اغرقوا فادخلوا نارا پ ۲۹ نوح۔ ہاں حشر اجساد کے وقت عظیم الشان تفرقہ سعید و شقی میں کر دیا جائیگا انتہیٰ اسی کتاب میں خلیفہ صاحب نے لکھا ہے کہ دوزخ زمین کے نیچے ہے اور اسکا یہ ثبوت دیا ہے۔ کہ پندرہ بیس میل زمین کھودنے پر ایسی گرمی معلوم ہوتی ہے جو قابل برداشت نہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ قبر کا دوزخ اس دوزخ سے الگ ہے ایسے ہی یہ جنت بھی اس جنت سے الگ جو ساتوں پر ہے یہاں ہمیں اس سے بحث نہیں جو خلیفہ صاحب نے اسی کتاب کے صفحہ ۳۸ میں آیت ولمن خاف مقام ربہ جنتان کے نیچے لکھا ہے کہ دنیاوی بہشت باغ عدن ہے جسکا ذکر توریت باب ۲ آیت پندرہ اور مسلم کی حدیث میں ہے کیونکہ آپ ہی کے مندرجہ بالا قول نے اس غلطی کو واضح کر دیا۔ اب ذرا قرآنی ارشاد بھی سنئے فرماتا ہے ولھم رزقھم فیھا بکرۃ وعشیا تلک الجنۃ التی نورث من عبادنا

[illegible]عشیا یعنے انکے لئے ہے انکا رزق اس میں صبح و شام یہ جنت ہے
اپنے ان بندوں کو دینگے جو خدا ترس ہوں۔ اس میں ولمن خاف کی
تفسیر من کان تقیا ہے۔ اور بکرۃ عشیا اسکے دنیاوی ہونے پر دلالت کرتا
ہے کیونکہ آخرت کے بہشت میں سورج نہیں ہوگا جس سے صبح و شام کی
تمیز ہو۔ چنانچہ سورۂ دہر میں ارشاد ہے۔ لایرون فیہا شمسا ولا زمہریرا
یعنے اس بہشت میں نہ سورج دیکھیں گے اور نہ زمہریر۔ اسکا وعدہ بھی
خائفین ہی کے لئے ہے۔ ویخافون یوما کان شرہ مستطیرا یعنے اس
جنت کے اہل وہ لوگ ہونگے جو یوم قیامت سے ڈرنے والے ہوں۔ یہ
ہیں وہ جنت جنکا مومنین کو ولمن خاف مقام ربہ جنتان میں وعدہ ہے +

۴۔ الف بین قلوبہم قرآن میں دو جگہ آیا ہے۔ ۱۔ پ۴ ع ۲ میں فرماتا ہے
یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون
واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ
کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا
حفرۃ من النار فانقذکم منہا کذالک یبین اللہ لکم ایاتہ لعلکم
تہتدون۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف
وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون ولا تکونوا کالذین تفرقوا
واختلفوا من بعد ما جاءہم البینات واولئک لہم عذاب عظیم +
یعنے اے ایمان والو ڈرو اللہ سے حق ڈرنے کا اور نہ مرو تم مگر مسلمان اور
چنگل مارو حبل خدا کے ساتھ سارے اور نہ متفرق ہو۔ اور یاد کرو نعمت خدا
کو جب کہ تم دشمن تھے پس اُس نے محبت ڈالدی ایک دوسرے کی
تمہارے دلوں میں۔ پس تم ہوگئے اللہ کی نعمت سے بھائی بھائی۔ اور تم
دوزخ کے کنارے پر تھے پس اللہ نے تمہیں اس میں گرنے سے پکڑ
لیا۔ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں بیان کرتا ہے تا تم ہدایت پاؤ۔ اور چاہیے کہ
تم سے ایک ایسی جماعت ہو جو بہتری کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم کرے
اور برے کاموں سے منع کرے اور وہی ہیں رستگار۔ اور تم نہ ہو مثل ان لوگوں کے

جو الگ الگ اور مختلف ہو گئے۔ بعد اسکے کہ انکو دلیلیں آئیں اور انہی کے لیئے بڑا عذاب ہے۔ قاعدہ عقلاء متکلمین ہے کہ جب کسی امر اہم کی طرف مخاطب کی توجہ مبذول کرنی ہوتی ہے تو اصل کلام سے پیشتر ایک تنبیہی کلمہ کہہ دیتے ہیں مثل خبردار یا سنو یا غور کرو۔ ایسے ہی خداوند علیم و حکیم نے قرآن میں اسبات کا التزام رکھا ہے مثلاً یاایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقوں کیساتھ رہو۔ ایسے ہی مندرجہ بالا آیات میں خدائے علی و خبیر نے پہلے ایک بہت ہی تنبیہی جملہ بیان فرمایا ہے یعنی اے ایمان والو ڈرو اللہ سے حق ڈرنے کا اور نہ مرو مگر مسلمان جو بتلاتا ہے کہ بعد میں ایک نہایت عظیم الشان امر بیان ہونے والا ہے وہ کیا ہے۔ اعتصام بحبل اللہ۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ حبل اللہ کیا ہے۔ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں پانچ احتمال لکھے ہیں۔ (۱) دین خدا (۲) عہد خدا (۳) قرآن (۴) متابعت رسول (۵) اہل بیت۔ لیکن ہم وہ قول لیتے ہیں جو ان پانچوں پر حاوی ہو۔ یعنی قرآن و اہل بیت جنکے سردار حضرت محمد مصطفےٰ ہیں اور بالا دلے اسمیں شامل ہیں۔ یہی عہد خدا بھی ہے لاینال عہدی الظالمین یعنے میرا عہد ظالموںکو نہیں ملتا۔ اسمیں اللہ جلشانہ نے عہد امامت کو اپنا عہد کہا ہے۔ دین خدا کیلیے ہے؟ قرآن و اہل بیت سکے حکم کی پیروی رسی کے کم از کم دو بل ہوتے ہیں اور یہی دو بل یہاں ہیں۔ ایک قرآن مجید دوسرا اہل بیت۔ قرآن تنہا کافی نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو خداوند عالم اسکے مبین رسول عربی کو نہ بھیجتا۔ اگر یہ تنہا کافی ہوتا۔ تو تمام اُمت کیوں مختلف ہوتی۔ حالانکہ سب کا عقیدہ ہے کہ قرآن ہی ہمارا ماخذ احکام ہے آپ لوگ بھی صرف قرآن کو ہی مانتے ہیں حالانکہ ائمہ اثنا عشر سکے راست باز۔ مقدس اور اہل بیت ہونیکا آپکو بھی اقرار ہے مبین احکام تو اہل بیت ہی ہیں بقول شخصے قرآن خدا کا کلام لیکن اُنکے منہ کی باتیں ہیں۔ صحابہ صحابہ تھے اور اہل بیت اہل بیت۔ چنانچہ دیباچہ نور الدین صفحہ ۵۵ میں خلیفۃ المسیح کا اعتقاد ہے کہ (۵) ہم صحابہ کرام اور تابعین عظام کو رضوان اللہ

علیہم اجمعین۔ ابوبکر و عمر سے لیکر معاویہ مغیرہ تک اویس قرنی و حسن بصری سے لے کر ابراہیم نخعی منافع عکرمہ تک اور اہل بیت میں خدیجہ و عائشہ سے لیکر علی مرتضےٰ اور تمام آئمہ اہل بیت کو علیہم السلام ان سبکو بحمد اللہ پیارا محبوب اور دل سے پیارا اعتقاد کرتے ہیں۔ قال الامام امامنا علیہ السلام

جان و دلم فدائے جمال محمد است ٭ خاکم نثار کوچۂ آل محمد است

آیت مذکورہ میں تمام صحابہ مہاجرین و انصار بدریین و مبایعین شجرہ سب کو قرآن و اہل بیت سے تمسک کرنیکا حکم ہے جس سے واضح ہوگیا کہ متمسک بہ متمسک سے افضل ہے یعنے قرآن و اہل بیت تمام صحابہ سے ابوبکر کہاں اور عمر افضل ہیں +

جیسے پہلے بیان ہوا کہ اتقوا اللہ اس حبل اللہ کے عظیم الشان ہونے پر دلالت کرتا ہے ویسے ہی لا تفرقوا و لا تکونوا کالذین تفرقوا و اختلفوا دلالت کرتا ہے کہ اس امر میں بہت اختلاف اور تفرقہ پڑنے والا تھا۔ تبھی خداوند عالم نے پہلے ہی پیش بندی کے طور پر احکام نافذ فرمادئے۔ اب ظاہر ہے کہ وہ امر جس میں امت میں اختلاف عظیم ہوا ہے وہ امر امامت ہی ہے محمد شہرستانی کتاب ملل و نحل میں فرماتے ہیں واعظم خلاف بین الامۃ خلاف الامامۃ اذما سل سیف فی الاسلام علی قاعدۃ دینیۃ مثل ما سل علی الامامۃ فی کل زمان الی اخر ما افاد۔ یعنے امت میں بڑا اختلاف امامت کا ہے کیونکہ کسی مسئلہ دینیہ پر اتنی تلوار نہیں چلی جتنی امامت پر ہر زمانہ میں چلی۔ اب بھی دیکھئے کہ آپ میں اور ہم میں کیا اختلاف ہے یہی امامت کا آپ مرزا صاحب کو امام سمجھتے ہیں ہم اہل بیت میں سے ایک شخص کو سنی اور شیعہ میں امامت کا ہی اختلاف ہے مقلدوں اور غیر مقلدوں میں اسیکا جھگڑا۔ سقیفہ بندی اسی تفرقہ کا پیش خیمہ تھی علی کی خلافت میں یہی جھگڑا اٹھا جگر گوشۂ رسول اسی کی قربانی ہوا۔ اور اسی نے عباسیوں کے ہاتھوں سادات کو دیواروں میں چنوایا۔ یہ سلسلہ ضرور تھا۔ کہ خدا و رسول اسکا پہلے ہی سے انسداد کر دیتے۔ پھر من شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر اور لیھلک من ھلک

عن بینہ اور ایسا ہی کیا واعتصموا بحبل اللہ کا ارشاد ہدایت بنیاد نازل فرمایا۔ سراسر غلطی پر ہیں وہ لوگ جو اس قضیہ کو جھگڑا کرنیوالوں کے ہی ہاتھوں میں چھوڑ تے ہیں اور اس میں اجماع کے قائل ہیں +

قران میں اختلاف اسی اختلاف امامت سے پیدا ہوا ہے حنفی اپنے امام کے فتووں کے بموجب اس کی تاویل کرتے ہیں اہل حدیث اور تمام اہل سنت صحابہ کو مرجع سمجھے بیٹھے ہیں آپ مرزا صاحب ہی کے پیچھے لگے ہیں اور جو رانگنی وہ الاپ گئے ہیں اسی کی سر میں سر ملاتے ہیں اور شیعہ راستبانا ور مقدس ائمہ اثنا عشر کو اپنا ہادی مانتے ہیں جب اعتصام بحبل اللہ کا حکم دیا اسکے بعد ہی بطور تاکید فرمایا لا تفرقوا یعنے فرقہ فرقہ مت ہو۔ یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافہ اسے ایمان والو تمام کے تمام اس سلامتی میں داخل ہو جاؤ۔ اسکے بعد فرمایا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم۔ اللہ نے جو تم پر نعمت بھیجی ہے اس کو یاد کرو۔ وہ کیا؟ اذ کنتم اعداء زمانہ جاہلیت کیطرف اشارہ ہے اسوقت لڑائی جھگڑوں میں انکا زمانہ کٹتا تھا۔ کبھی بکریاں چرانے پر جھگڑا کبھی کسی اور امر پر۔ بالکل مثل درندے وحشیوں کی طرح تھے ؎

وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے کہ درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے

اللہ کی کیا نعمت تھی کہ ایسے وقت میں جبکہ قریب تھا کہ باہمی نزاعوں کے سبب سے انکا نام صفحہ ہستی سے مٹ جائے۔ انہیں سے اپنے پیارے بندے کو انکی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا ؎

وہ غار حرا سے سوئے قوم آیا اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

یعنے لا الہ الا اللہ کی منادی شروع کی۔ اور کہا کہ تفرقہ چھوڑ دو خدا ایک ہی ہے بس تم سب مسلمان ہو جاؤ۔ اور وحدت کا نمونہ دکھاؤ۔ اسی کیطرف اشارہ ہے فالف بین قلوبکم۔ پہلے تم دشمن تھے۔ لیکن مسلمان ہونے سے تم میں باہمی بھائی چارہ ہو گیا انما المومنون اخوۃ۔ کہاں تو تمہاری وہ حالت تھی۔ اور کہاں اسلام لانے سے یکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ اللہ کی نعمت یعنے رسول کیوجہ سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔ الف بین قلوبکم میں بہ حیثیت اسباب

کے مسبب کیطرف نسبت ہے کیونکہ اللہ نے ہی تو باعث اُلفت یعنے محمد صلعم کو بھیجا +

یہ ضرور یاد رکھیگا۔ کہ اس آیت میں تمام صحابہ وغیرہ پر اپنی اس نعمت کا احسان بیان کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ الفت ومواخاۃ تبھی رہ سکتی ہے جب کہ سب حبل اللہ سے متمسک رہیں یعنی امام داعی الی الخیر کو جبتگا مانیں تیسرے یہ کہ اس میں اہل ایمان کو خطاب ہے اور انکی ہی آپس میں محبت تھی نہ منافقین اور مومنون میں کیونکہ منافق دشمن رسول اور اہل ایمان تھے پڑھیے سورۂ منافقون۔ ھم العدو فاحذرھم وہ (منافق دشمن ہیں اسنے ڈرو) +

دوسرے الف بین قلوبہم پ۱۰ سورہ انفال ع ۸ میں ہے۔ وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین والف بین قلوبہم۔ لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم انہ عزیز حکیم۔ یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین۔ یعنے اگر وہ ارادہ کریں کہ تجھے دھوکا دیں۔ پس کافی ہے تجھے اللہ اسی نے تیری تائید کی اپنی نصرت سے اور مومنین سے اور الفت ڈالدی انکے دلوں میں۔ اگر تو خرچ کرتا تمام جوکہ زمین میں ہے تو نہ اُلفت ڈالتا انکے دلوں میں لیکن اللہ نے ہی الفت ڈالی انکے دلوں میں بتحقیق وہ غالب حکمت والا ہے اے نبی کافی ہے تجھے اللہ اور وہ جنے تیری تابعداری کی مومنین سے۔ اسمیں چند باتیں قابل غور ہیں۔ (۱) اسی سورت میں بعض زبانی مومنوں کا حال بیان فرماتا ہے۔ کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقا من المومنین لکارھون۔ جس سے ایک فریق کا کارہ عن القتال ہونا ثابت ہوتا ہے معلوم ہوا کہ یہ فریق موید رسول نہیں +

(۲) انہی کا حال بیان فرماتا ہے لو اراکھم کثیرا لفشلتم ولتنازعتم فی الامر۔ یعنے اگر اللہ کفار کو تمہاری نظروں میں کثیر التعداد دکھلاتا تو تم

پھسلجاتے اور جھگڑا کرتے امر ہیں +

(۳) ابتداء آیت میں خدا نے اپنی ذات ہی کے لئے سبکت فرمایا ہے کسی غیر کو اس میں شامل نہیں آیا +

(۴) ایدک بنصرہ و بالمومنین - اللہ نے اپنی نصرت اور مومنین تیری تائید کی - اللہ کی نصرت کیا تھی - انی ممدکم بالف من الملائکۃ مردفین ہزار فرشتوں سے مدد کی - دوسرے یہ کہ ملائکہ کے ذریعے اہل ایمان کو ثابت قدم رکھا - فثبتوا الذین امنوا - تیسرے یہ کہ اذیریکھم اللہ فی منامک قلیلا مسلمانوں کی نظر وںمیں کفار تھوڑے معلوم ہوئے - اللہ نے اسجگہ اپنی نصرت اور مومنوں کی تائید کو ایک ہی حیثیت میں بیان کیا ہے یعنے ایدک کا لفظ ایک ہی بار آیا ہے جو اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ یہ مومنین مظاہر نصرت باری ہیں - جنگ میں نصرت ہاتھ سے ہوتی ہے اسی لئے علی کو ید اللہ کہتے ہیں گویا مظہر نصرت باری علی عالی تھا - اور وہ دیگر مومنین جو کہ معرکہ کارزار سے کبھی منہ نہ موڑتے - ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ وماواہ جھنم وبئس المصیر - جو جنگ میں سوائے ضرورت جنگ کے پیٹھ پھیرے وہ مغضوب خدا اور جہنمی ہے آپ کے خلفاء کیسے مظاہر نصرت باری ... ہو سکتے ہیں - جب کہ احد میں حنین میں فرار کیا - خیبر میں ہزیمت کھائی - بدر میں تین دن تک غائب رہے مظاہر نصرت علی اور انکے اتباع مومنین تھے جنہوں نے کسی جنگ سے فرار نہ کیا جہاں گئے فتح کرکے لوٹے - خیبر میں جبکہ رسول مقبول آپکو کچھ نصائح کرنے لگے - تو آپ نے اپنا منہ نہ پھیرا تاکہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ بھاگنے لگا ہے - یہ تھے وہ مومنین جنکے دلوں میں خدا نے الفت ڈالی سا ذلۃ علی المومنین و رحماء بینہم کے مصداق جیسے رسول وبالمومنین رؤف رحیم - واقعا اگر کوئی شخص تمام دنیا وما فیہا کو خرچ کردے تو اسے ایسے جانثار نہیں ملنے کے - ما الفت بین قلوبھم بالکل مشابہ ہے

اس آیت کے انک لا تہدی من احببت ولاکن اللہ یہدی من یشاء یعنے تو جسے چاہے ہدایت نہیں کر سکتا۔ لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ پہلی آیت کی تالیف قلوب اور اس آیت کی تالیف قلوب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پہلی آیت میں خدا مومنوں پر اس تالیف قلوب کا احسان بیان کرتا ہے اور اس آیت میں خود رسول پر۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔ اور یہ مومنین جنکا اوپر ذکر ہوا کبھی بھی خلفاء ثلثہ کی خلافت پر بدل راضی نہیں ہوئے سعد بن عبادہ تمام عمر منحرف رہا۔ ابو ذر غفاری اسی کی وجہ سے ربذہ کو جلا وطن کیا گیا۔ عبد اللہ بن مسعود نے اسی کی بدولت پسلی میں لات کھائی۔ وغیرہ وغیرہ کیوں صاحب یہ مومن نہ تھے انکے دلونکو کیوں نہ مسخر کیا۔ بندہ نواز یہاں تو حضرت مبلغ کام کر رہے تھے۔ ہر ایکو انعام و جاگیر ملتا تھا پھر بھلا کیوں نہ وہ ایک ہوتے اجماعی خلیفہ کے حکم کے نیچے فاطبتہ رہنا کسیطرح مفید نہیں دیکھو یزید کیوقت میں بھی تمام اہل سنت کے دل یزید کیطرف ہو گئے تھے اس کی خلافت پر اجماع کلی تھا۔ خلفاء ثلاثہ کی خلافت پر تو چندہی آدمیونکا اجماع تھا۔ لیکن خلافت یزید پر تو ۲۴ لاکھ مسلمانونکا اتفاق تھا جس میں بہت سے صحابی مثل عبد اللہ بن عمر وغیرہ شامل تھے کیا اسپر بھی ولاکن اللہ الف بین قلوبہم کی تلاوت کیجیئگا۔ دور کیوں جاتے ہو آپکے مرزا صاحب کی تکفیر پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے حالانکہ وہ باہم مختلف ہیں سنیوں کو شیعوں سے کد ہے اور حنفیونکو وہابیوں سے۔ اب فرمایئے انکو تکفیر مرزا میں الف بین قلوبہم کس نے کیا۔ آپ اپنے اصول موضوعہ کے مطابق ضرور بول اٹھینگے۔ کہ خدا نے بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے۔

۵۔ ذکر تالیف بین القلوب کے بعد پھر خدا نے اپنے حبیب پر تسلی نام نازل فرمائی۔ یعنے ارشاد ہوا کہ بد دل نہ ہو۔ حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین یعنے تجھے کافی ہے اللہ اور وہ شخص جسنے تیرا اتباع کامل کیا مومنین سے۔ مغیرا میں بیان ہوا کہ پہلے خدا نے حسبیت اپنی ذات کے لئے مخصوص رکھی۔ اور یہاں اس حسبیت میں تابع کامل کو بھی ضم کر دیا۔ اور اس حیثیت سے کہ یہ دو حسبیتیں ایک ہی ہیں کیونکہ لفظ حسبک ایک ہی دفعہ بیان کیا ہے۔ اگر حسبیت خدا اور

تابع کامل میں کچھ فرق ہوتا۔ تو نظم آیت یوں ہوتا۔ حسبک اللہ و حسبک
من اتبعک من المومنین۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ اگر اس تابع کامل سے مراد
آپکے خلفا ہوتے تو وہ جنگوں میں کبھی فرار نہ کرتے اور نیز یہ کہ اس آیت میں بعد از
لفظ حسبیت ایک ہی کیلئے ہے نہ تین چار کے لئے اگر بہت سے اشخاص مقصود
ہوتے تو فرماتا۔ و من اتبعوک من المومنین اور جنہوں نے مومنین سے تیرا
اتباع کیا نہ من اتبعک یعنے جسنے تیرا اتباع کیا دوسری آیت جو سورۂ تحریم
میں عائشہ و حفصہ کے قصہ میں ہے بالکل اسکے ہمرنگ ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے
وان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولاہ و جبرئیل و صالح المومنین
و الملائکۃ بعد ذالک ظہیرا یعنے اگر عائشہ و حفصہ اپنی ضد پر قائم رہیں
اور باز نہ آویں پس اللہ اپنے رسول کا مولا ہے اور جبرئیل اور صالح المومنین اور
ملائکہ اس کے بعد مددگار ہیں یہاں پر بھی صالح المومنین سے ایک ہی شخص
مقصود ہے کیونکہ اگر تمام نیکوکار مطلوب تھے۔ تو فرماتا و صلحاء المومنین
اور یہ صالح محمدی علی ابن ابی طالب تھا۔ کیونکہ حضرت صالح اور اس صالح
المومنین میں بہت سی مشابہتیں ہیں منجملہ ازاں شبہہ قصہ شہادت ہے ناقہ
صالح کو اشقیائے امت نے بترغیب ملکا و قطامہ زنان فاحشہ عقر کیا تھا اور
اسی طرح اشقی امت محمدی نے بتحریص قطامہ فاجرہ صالح المومنین و ناقۃ اللہ کو شربت
شہادت پلوایا البتہ صالح محمدی میں ایک یہ خصوصیت تھی کہ یہ اپنے دعوے میں کسی
ناقہ کا محتاج نہیں تھا۔ بلکہ یہ خود ہی ناقۃ اللہ اور خود ہی صالح تھا۔ ناقہ صالح
اپنے دودھ سے تمام قوم کو سیر کرتا تھا۔ اور پھر بھی اس کا دودھ ختم نہیں ہوتا تھا
اور ناقۃ اللہ اور صالح المومنین اپنے بحر سخا اور قلزم علم سے تمام کو سیر کرتا تھا
اور پھر بھی اس میں کمی نہیں ہوتی تھی۔ پس یہ صالح المومنین مفسر ہے و من
اتبعک من المومنین کا۔ ہمارے رسول اکرم بمفاد آیت وما ارسلناک
الا رحمۃ للعلمین۔ سراپا رحمت اور رحمت مجسم تھے۔ اور جسنے انکا اتباع
کامل کیا۔ وہ رحمتِ خدا میں داخل ہو گیا۔ پس وہ صالح ہوا چنانچہ حضرت لوط ع
کے قصہ میں ہے وادخلناہ فی رحمتنا انہ من الصالحین یعنے ہم نے اسے

اپنی رحمت میں داخل کر دیا۔ اور وہ صالحوں میں سے ہے ہر ایک تابع حسب استعداد
اس رحمت سے حصہ لیتا ہے۔ ورحمتی وسعت کل شیئ۔ لیکن جب تابع کامل ہو جائے
یعنی کلی رحمت میں داخل ہو جاتے تو پھر یعنی صالح ہو جاتا ہے اس مقام پر پہنچکر پیر
اسے من اللہ ایک درجہ عطا ہوتا ہے جسکو اصطلاح میں امامت وخلافت کہتے ہیں۔
منزلت صعودی میں خاتم المرسلین بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھے کہ ثم دنیٰ فتدلی
فکان قاب قوسین او ادنیٰ وہاں سے پھر منزلت نزولی کا دور شروع کہ مبعوث
الی الخلق ہوئے۔ ایسے ہی تابع کامل علی ابن ابیطالب نے منزلت صعودی میں
یہاں تک ترقی کی۔ کہ انا وعلی من نور واحد اور علی منی حضور انور نے اور
خدا نے شاھد منہ ان کی شان میں فرمایا۔ خدا کا کیونکہ کوئی جسم نہیں اسلئے
اُسنے محمد منی نہ فرمایا۔ بلکہ دنیٰ فتدلی ارشاد کیا۔ لیکن انبیاء کا جو تابع کامل ہو
جاتا ہے یعنے فنافی الرسول ہو جاتا ہے تو وہ اپنے متبوع میں ملجاتا ہے۔ اور اسی
سے ہو جاتا ہے کما قال نوح فمن اتبعنی فانہ منی۔ یعنے جسنے میرا اتباع کیا وہ مجھ سے ہے
وقال اللہ مقولۃ عن ابراہیم فمن اتبعنی فانہ منی ایسے ہی علی نے یہاں تک اتباع
کیا کہ حضور نے ان کی شان میں علی منی فرمایا یعنے علی مجھ سے ہے اور تبلیغ سورۃ
برات میں جبریل یہی پیغام لیکر آیا۔ جیسے کہ آپ نے بھی لکھا ہے کہ لا یبلغن ھذا
الا انت او رجل منک یعنے نہ پہنچائے اس سورۂ برات کو مگر تو او ریا وہ شخص
جو تجھ سے ہے جس پر حضور نے ابو بکر صاحب کو واپس بلوایا اور علی کو بھیجا۔ جس سے
علی کا تابع کامل اور ابوبکر صاحب کا ناقابل اس درجہ کا ہونا ثابت ہُوا۔ پس علی ہی ھو منا
ہے ومن اتبعک من المومنین کا۔ جب صعود میں یہانتک پہنچے۔ تو پھر نزول ہُوا
یعنے دعوۃ خلق پر مبعوث ہوئے جیسے کہ رسول تھا چنانچہ خدا مقولہ عن نبیہا فرماتا
ہے۔ ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی یعنے اللہ کیطرف بُلاتا ہوں اُوپر
بصیرۃ کے میں اور وہ شخص جسنے میرا اتباع کامل کیا یعنے علی ودیگر آئمہ علیہم السلام
اور دوسری جگہ ارشاد ہے ویتلوہ شاھد منہ ایچونکہ ان آیتوں میں علی
کی خدا کے ساتھ معیت تائید ونصرت رسول اور صحبت بلافصل ہے ایسے ہی انکا
استحقاق خلافتِ رسول میں بھی بلافصل ہے خدا کی شان ہے کہ جس آیت سے آپ اپنے

خلفاء کی فضیلت ثابت کیا چاہتے ہیں اسی سے انکی نقص ت اور ہمارے ائمہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

۵۔ سبیل المومنین حجت ہے نہ سبیل المنافقین۔ اور مومنین میں خود رسول بھی شامل ہے آمن الرسول بما انزل الیہ (رسول ایمان لایا اسکے ساتھ جو اسپر نازل کیا گیا) الا نیز تابع کامل حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین اور یہ سبیل وہی ہے جو سبیل رسول ہے۔ قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اجماع سقیفہ میں نہ رسول تہا۔ نہ اس کی رائے تھی اور نہ تابع کامل شریک تھے تو پھر یہ سبیل سبیل المومنین کیسے ہوئی؟

۶۔ ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا سے استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ داخلین فی دین اللہ الاسلام تمام کے تمام مومن خالص نہ تھے۔ چنانچہ خود خدا امنین سے بعض کا حال بیان کرتا ہے قالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم یعنے اعراب نے کہا ہم ایمان لائے کہ اے پیغمبر کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو کہ اسلام لائے کیونکہ ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے اگر معدودے چند آدمی حضور پر ایمان خالص لائے تو جناب اس سے حضور کی رسالت میں کوئی نقص وارد نہیں ہوسکتا۔ خدا تو فرماتا ہے ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا۔ یعنی جسنے ایک نفس کو حیات ایمان سے زندہ کیا۔ اسنے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔ اگر ایک آدمی بھی مومن کامل ہوتا۔ تو بھی تبلیغ کامل تھی۔ چہ جائیکہ دو دو آدمی ایمان لائے۔ ملاحظہ ہو مجالس المومنین مصنفہ قاضی نور اللہ شستری علیہ الرحمتہ۔ اور ایک ایسا شخص جو مثیل رسول تھا ملاحظہ ہو انفسنا وانفسکم یعنے علی ابن ابی طالب علیہ الصلوۃ والسلام۔ آپ کے مسیح حضرت مرزا صاحب ازالہ اوہام جلد اول کے صفحہ ۱۵۴ میں فرماتے ہیں جیسا کہ آنحضرت کے وقت نزول میں ہوتا رہا کہ جب انکے نزول کیساتھ ملائکہ کا نزول ہوا۔ تو ملائکہ کی اندرونی تحریک سے ہر ایک طبیعت جوش میں آگئی۔ تب جو لوگ راستی کے فرزند تھے وہ ان راستبازوں کی طرف کھینچے چلے آئے اور جو شرارت اور شیطان کی

ذریت۔ تھے وہ اس سبب کے سے خوابِ غفلت سے جاگ تو اُٹھے اور دنیا بات کیطرف متوجہ بھی ہو گئے۔ لیکن بباعث نقصان استعداد حق کیطرف توجہ نہ کی گئی سنو فعل ملائکہ کا جو ربانی مصلح کیساتھ اُترتے ہیں ہر ایک انسان پر ہوتا ہے لیکن اس فعل کا نیکوں پر نیک اثر اور بدوں پر بد اثر پڑتا ہے۔ ؎

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس انتہی

نوح ؑ کے قصے میں خالق فرماتا ہے وما امن معہ الا قلیل یعنی ؛ ایمان لائے اسپر مگر معدودے چند جو انگلیوں پر گنے جاتے تھے بروایتے اٹھاسی آدمی اگر قلت مومنین کسی نبی کی نبوت میں قادح ہوتی تو خدا ان تھوڑے ہی نوح ؑ کے حق میں نہ فرماتا۔ سلام علی نوح فی العالمین انہ من عبادنا المومنین انا کذالک نجزی المحسنین۔ یعنے سلام ہو نوح پر جہانوں میں وہ ہمارے مومن بندوں سے تھا ہم ایسے ہی نیکو کاروں کو جزا دیتے ہیں کیا اب بھی آپ کہیں گے کہ نوح نے مبعوث ہو کر کوئی کارروائی ہی نہ کی پھر خدا نے اسے نبی ہی کیوں بنایا۔ جبکہ اسے معلوم تھا۔ کہ وہ مبعوث ہو کر کوئی کارروائی ہی نہ کریگا۔ خود ہی تو فرماتا ہے۔ اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ اور خود ہی ایسوں کو رسول بنا دیتا ہے آپ کثرت کو دلیل صحت جانتے ہیں اور خدا فرماتا ہے۔ قل لا یستوی الخبیث و الطیب ولو اعجبکم کثرۃ الخبیث فاتقوا اللہ یا اولی الالباب لعلکم تفلحون پ ۷ ع ۲ یعنے نہیں برابر ہے ناپاک اور پاک اگرچہ تم کو متعجب کرے کثرۃ خبیث کی۔ ڈرو اللہ سے اے عقل والو! تا کہ تم عذاب سے خلاصی پاؤ۔ دوسری جگہ فرماتا ہے واکثرھم لا یعقلون بہتیرے تعقل نہیں کرتے پھر فرماتا ہے۔ واکثرھم فاسقون بہت سے ان میں سے فاسق ہیں ولقد اضل منکم جبلا کثیرا +

۷۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہاں کچھ ہجرت کی توضیح و تشریح کریں۔ ہجر و ہجرت کے معنے ہیں چھوڑنا۔ چنانچہ پ ۲۹ مزمل میں فرماتا ہے واصبر علی ما یقولون و اھجرھم ہجرا جمیلا۔ یعنے صبر کر اسپر جو کہ کفار کہتے ہیں اور چھوڑ انکو چھوڑنا اچھا اور

دوسری جگہ کفار کا قول بیان کرتا ہے ویقولون حجرا محجورا اور محض ترک شی ممدوح نہیں جب کہ مہجور بہ اور مہجور الیہ عند اللہ خوب نہ ہو سعدی فرماتے ہیں

ابے حکم شرع آب خوردن خطا است ۔ دگر خون بفتوے بریزی روا است

اور اسی لیئے شارع مقدس نے رہبانیت کو بُرا کہا ہے لا رھبانیت فی الاسلام اور نیز ترک میں نیت رضاے الہی ہو اور محض تقوے سے ہجرت کی ہو چنانچہ فرماتا ہے انما یتقبل اللہ من المتقین یعنے صرف متقین سے ہی اعمال قبول کیئے جاتے ہیں ۔ ریا بہت بڑا ہے اور شرک خفی ہے اس لئے جنہوں نے ریائی ہجرت کی ۔ انکے بارے میں ارشاد ہے لاتکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورکاء الناس یعنے ان لوگوں کی طرح نہ ہو جو محض دکھلاوہ کے لئے اپنے شہروں سے نکلے ۔ اسبات کا ثبوت بیّن قرآن مجید و فرقان حمید میں موجود ہے کہ ہجرت کیساتھ ایمان ضروری ہے والا بے ایمانی کی ہجرت کسی کام کی نہیں چنانچہ پ ۲۸ ممتحنہ میں خالق ذو المنن فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا اذا جاء کم المومنات مہاجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مومنات فلا ترجعوھن الی الکفار ۔ یعنے اے ایمان والو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کرکے آئیں تو انکا امتحان کرو اللہ انکے ایمانوں کو زیادہ جاننے والا ہے ۔ پس اگر تم انکو مومن جانو تو نہ واپس کرو انکو کفار کیطرف ۔

اس سے بالبداہت و بلا تاویل ثابت ہوا کہ محض ہجرت سنجات کے لئے کافی نہیں اصل ایمان ہے ۔ نہیں تو انکے ایمان کے امتحان کا حکم نہ ہوتا ۔ اس فرمان واجب الاذعان نے واجب کر دیا کہ جب کوئی مہاجر یا مہاجرہ ہمارے سامنے پیش ہو تو ہم اُسکے ایمان کا امتحان کرلیں اور اسی پر شیعہ عمل کرتے ہیں بخلاف سواد اعظم کے کہ جہاں لفظ مہاجر آیا ہمارے سے باہر ہو جاتے ہیں ۔ اور جھٹ خلفاء کا نام لیدیتے ہیں ۔ دیکھئے ہجرت تو عبد اللہ بن اریقط دیلمی نے بھی کی تھی ۔ جو کہ بالاتفاق کافر تھا ۔ چنانچہ بخاری نے لکھا ہے واستاجر رسول اللہ رجلا من بنی دیل ھادیا وھو علی دین الکفار یعنے رسول اللہ نے بنی دیل سے ایک آدمی کو اجرت پر بدرقہ لیا اور وہ

دین کفار پر تھا۔ جیسے بوجہ کفر و اجرت یہ کافر ثواب ہجرت سے محروم رہا ویسے ہی
حضرت عتیق صدیق بھی بوجہ نفاق و اجرت اُسکے ثواب سے محروم رہے نفاق
کا حال تو ہم وہاں لکھیں گے جہاں آپ ثانی اثنین کی تشریح کرینگے یہاں اتنا ہی کہ
دینا کافی ہے کہ جناب نے ہجرت کیونکر رسول اللہ کے پاس دو اونٹنیاں دُ گنے
تگنے داموں بیچیں ہجرت ایسی ہو جیسی اصحاب کہف کی ہجرت تھی۔ پ ۱۵ کہف
اذ اوی الفتیة الی الکہف قالوا ربنا اتنا من لدنك رحمة وھیئ لنا من امرنا
رشدا ۔اس ہجرت مرضیہ بارے کیلئے ہجرت عن المعاصی اعمال کفر و کتب خود
ساختہ بھی ضروری ہے چنانچہ واھجرھم ھجرا جمیلا۔ یارب ان قومی اتخذوا ھذا
القران مھجورا۔ اس پر شاہد ہے۔ لیکن خلیفہ ثانی زبان سے توحسبنا کتاب
اللہ کہتے تھے۔ لیکن عمل اس کے خلاف تھا۔ توریت کی آیتوں کا ورد کرتے اور رسول
اللہ سے کہتے۔ کہ یہ مجھے اچھی معلوم ہوتی ہیں انہیں قرآن میں داخل کر لیجیئے جس پر
حضور ناراض ہوئے اور غصے کے لال ڈورے آپ کی آنکھوں میں پھرنے لگے۔ اور
فرمایا قد جئتکم بیضاء نقیہ لو کان موسیٰ حیا ما کان وسعہ الا اتباعی ۔
یعنے میں روشن اسلام لیکر آیا ہوں۔ اگر موسیٰ صاحب توریت زندہ ہوتے تو
انہیں میری ہی پیروی کرنی پڑتی۔ بخاری میں خلیفہ ثانی سے روایت ہے انما
الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی فمن کان ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او
الی امرءة ینکحھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ یعنے اعمال نیتوں سے ہیں اور ہر ایک
امر کی ویسی جزا ملتی ہے جیسی نیت ہو پس جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کر
وہ اسے ملے یا کسی عورت کیطرف کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت
اسی طرف ہے جسطرف اسنے کی۔ اگر محض ہجرت کافی و وافی ہوتی تو خلیفہ ثانی
سعد بن عبادہ مہاجر کو یہ نہ کہتے اقتلوا سعدا انہ صاحب شر و فتنہ یعنے
سعد کو قتل کرو وہ صاحب شر و فتنہ ہے اب ہم ان آیات کو اسجگہ لکھتے ہیں۔
جو مہاجرین کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

۱۔ الذین امنوا والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ اولئك یرجون
رحمة اللہ واللہ غفور رحیم۔ یعنے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے راہ

خدا میں ہجرت اور جہاد کیا وہ رحمت خدا کی امید رکھتے ہیں اور اللہ غفور رحیم ہے۔

ب۔ فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیاٰتھم ولادخلنھم جنات تجری من تحتھا الانھار یعنے پس جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں تکلیف دئے گئے اور جنگ کی اور قتل کئے گئے ہیں انسے انکی بدیونکو دور کرونگا اور انکو ایسے جنات میں داخل کرونگا جنکے نیچے نہریں جاری ہوں ۔

ج۔ والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون یعنے جنہوں نے اللہ میں ہجرت کی۔ بعد اس کے کہ انپر ظلم کئے گئے ہیں انکو اچھا ٹھکانا دنیا میں دونگا اور آخرۃ کا اجر اس سے بھی بڑا ہے اگر وہ جانتے ہوں ۔

د۔ ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاھدوا وصبروا ان ربک من بعدھا لغفور رحیم یعنے پھر تیرا رب واسطے انکے جنہوں نے بعد آزمایش میں پڑنے کے ہجرت کی پھر اُنہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا۔ بعد اس کے تیرا رب غفور الرحیم ہے ۔

ر۔ والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا۔ یعنے سابقون اولون مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے باحسان انکا اتباع کیا اللہ تعالےٰ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور تیار رکھے اُن کے لئے جنات جنکے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور اس میں ہمیشہ رہینگے ۔

ز۔ پ انفال رکوع آخری۔ ان الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ والذین اٰووا ونصروا اولئک بعضھم اولیاء بعض والذین اٰمنوا ولم یھاجروا مالکم من ولایتھم من شیئ حتیٰ یھاجروا وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم وبینھم میثاق واللہ بما تعملون بصیر۔ یعنی بہ تحقیق وہ لوگ جو ایمان لائے

اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اپنے مالوں اور جانوں سے راہ خدا میں اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی بعض انکے بعض کے دوست ہیں۔ اور جو ایمان لائے لیکن اُنہوں نے ہجرت نہ کی ان کی ولایت سے تمپر کچھ نہیں جب تک کہ ہجرت نہ کریں پس اگر تم سے دین میں طالب نصرت ہوں پس تمپر نصرت واجب ہے مگر اوپر اس قوم کے جن میں اور تم میں عہد نامہ ہوا ہے اور اللہ تمہارے عملوں کو دیکھنے والا ہے *

س۔ پ ۱۷ حج۔ ع ۸۔ والذین ھاجروا فی سبیل اللہ ثم قتلوا اوماتوا لیرزقنھم اللہ رزقا حسنا و ان اللہ لھو خیر الرازقین لیدخلنھم مدخلا یرضونہ۔ وان اللہ لعلیم حلیم۔ یعنی بتحقیق وہ لوگ جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی پہر قتل کئے گئے یا مر گئے اللہ اُنکو ضرور ایسی جگہ داخل کریگا کہ وہ راضی ہو جاوینگے۔ اللہ علیم و خبیر ہے *

ش۔ ایضاً ع ۶۔ اُذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر۔ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز۔ الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور۔ یعنی اجازت دیگئی جہاد کو واسطے انکے جو جنگ کئے جاتے ہیں بسبب اسکے کہ وہ ظلم کئے گئے ہیں اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے وہ جو اپنے گہروں سے بغیر حق کے نکالے گئے۔ انکا کوئی قصور نہ تہا۔ سوائے اسکے کہ وہ کہتے تھے اللہ ہمارا رب ہے اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعہ بعض کو دفع نہ کرتا تو البتہ منہدم ہو جاتے گرجے۔ بیع یہود کے معبد اور مسجدیں کہ جن میں اللہ پاک کا بہت ذکر کیا جاتا ہے اور اللہ ضرور مدد کریگا اس کی جو اس کی مدد کرتا ہے اللہ طاقت والا اور غالب ہے۔ وہ منصور ایسے ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں تمکین دیں تو وہ نماز قائم کریں زکوٰۃ دیں اور نیکی کا امر کریں بدی سے منع کریں اور اللہ ہی کے لئے ہے انجام سب

کاموں کا۔

ان تمام آیات کے ملاحظہ سے معلوم ہوگیا کہ وہی ہجرت پسندیدہ باری ہے
جو فی سبیل اللہ ہو نہ ہر مہاجر اچھا ہے نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند۔ پ
آیت نمبر (ج) مدعا کے ثبوت میں لکھی ہے اس میں تین لفظ قابل غور ہیں۔
(۱) ھاجروا فی اللہ (۲) من بعد ما ظلموا (۳) حسنہ ہجرت فی اللہ کے
بیان سے مطلق ہجرت نکل گئی۔ مہاجر فی اللہ کی شناخت یہ ہے کہ وہ مجاہد فی اللہ
ہو چنانچہ ارشاد ہے ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم
ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃ پ ۱۰ ع ۴

کیا تم نے گمان کر لیا ہے کہ چھوٹ جاؤ گے نہیں ایسا نہیں ہوگا جب تک کہ اللہ
جان نہ لے انکو جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور نہ پکڑا اللہ اسکے رسول اور
مومنوں کے سوا کسی کو بھیدی۔ جہاد تو منافق بھی کرتے تھے۔ جہاد فی اللہ کی کیا شناخت
ہے؟ صبر بر جہاد۔ چنانچہ فرماتا ہے ولنبلونکم حتی نعلم المجاھدین منکم والصابرین
ازما ئیں گے ہم تم کو جب تک جان نہ لیں تم میں سے جہاد کرنیوالوں اور صبر کرنے
والوں کو۔ اب اس میعار پر اپنے خلفاء کو پرکھ لو۔ اگر انہوں نے جہادوں میں
صبر کیا ہے ثابت قدم رہے ہیں کبھی اپنی جان کی پروا نہیں کی ہے کبھی فرار نہیں
کیا ہے تو وہ مجاہد اور مہاجر فی اللہ ہیں اور تب ان کے لئے حسنہ اور اجر آخرت
بھی ثابت ہوگا اور اگر ہجرت فی اللہ ہی مقصود ہے تو حسنہ کوسوں دور۔
اس سے خلافت کہیں نہیں ثابت ہوتی اس میں صرف اچھا ٹھکانا دینے کا
وعدہ ہے اور خلافت کوئی ٹھکانا نہیں وہ تو عرض ہے نہ جسم وہ تو ایک صفت خاص
کا نام ہے نہ جوہر کا یوسف علیہ السلام کے ذکر میں بھی یہ لفظ آیا ہے چنانچہ پ ۱۳
سورہ یوسف میں ارشاد ہے وکذالک مکنا لیوسف فی الارض یتبوا منہا
حیث یشاء یعنے اسی طرح ہم نے تمکین دی یوسف کو زمین مصر میں یہاں
بنا تا تھا اس میں جہاں چاہتا تھا۔ اس آیت میں تمکن فی الارض اور یتبوا کو
معاً بیان کیا ہے۔ جس سے حکومت ثابت ہوتی ہے ان میں سے
صرف ایک ہی لفظ کے ذکر سے حکومت ثابت نہیں ہوتی والا آپ کوئی آیت

ثبوت میں پیش کیجئے۔ اور ہم پہلے تحریر کر آئے ہیں۔ کہ تمکن فی الارض سے بھی حکومت ثابت نہیں ہوتی چنانچہ خدا نے کفار کو بھی مکنا کم فے الارض فرمایا ہے حالانکہ وہ بادشاہ اور حاکم نہ تھے + ہم پھر کہتے ہیں کہ ان الفاظ سے بھی حکومت ثابت نہیں ہوتی۔ لیکن سیاق و سباق بادشاہت یوسف پر دلالت کرتے ہیں

اگر لنبوئنہم سے جگہ دینا ہی مراد ہو تو بھی وعدہ حیات رسول میں ہی پورا ہو گیا۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے وبواکم فی الارض یعنی تم کو زمین مدینہ میں جگہ دی +

اگر اس سے خلافت مزعومہ مقصود ہوتی تو چاہئے تھا کہ ہر ایک مہاجر خلیفہ ہوتا۔ حالانکہ خلیفہ آپنے چار ون کو ہی بنایا ہے اس آیت میں صرف ان مہاجرین کا ذکر ہے جنہوں نے بعد ظلم اٹھانے کے ہجرت کی لیکن خلفاء ثلاثہ پر تو کوئی ظلم نہیں ہوئے وہ تو حضرت بلال صہیب۔ عمار۔ ابی جندل بن سہیل وغیرہ رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت بلال رضہ کے پیٹ پر اسکا آقا بھاری پتھر رکھہ دیتا اور انکو دہوپ میں ڈالدیتا اور کہتا کہ اب تو محمدؐ کو چھوڑ۔ اسیطرح دیگر مذکورہ حضرات پر مشرکین ظلم وستم کرتے۔ لیکن وہ اللہ کے پیارے محمدؐ کو کہاں چھوڑنے والے تھے۔ انہوں نے ان ظلموں سے تنگ آکر اپنے وطن کو خیرباد کہا۔ اور جہاں خدا کا پیارا گیا وہاں یہ بھی گئے۔ ابن جریر جس کی تفسیر کو روائیتہ" آپکے حکیم الامت نے دیباچہ نورالدین کے صفحہ ۷۵ میں بعد آئمہ سلف کے انتخاب کیا ہے وہ اس آیت کے نشان نزول میں دو روایات لکھتے ہیں ایک یہ ہے کہ انہم قوم من اہل مکتہ ھاجروا الی رسول اللہ صلعم بعد ظلمہم و ظلمہم المشرکون یعنی یہ وہ قوم اہل مکہ سے ہے جنہوں نے مشرکوں سے ظلم سہنے کے بعد رسول اللہ کیطرف ہجرت کی۔ دوسری روایت داؤد ابن ہند سے ہے کہ یہ آیت ابی جندل ابن سہیل کی شان میں خصوصاً نازل ہوئی۔ ان دونو سے ثابت ہوا کہ حضرات مذکورہ الصدر ہی اس آیت کے مصداق ہیں +

دوسرا جملہ ہے من بعد ما ظلموا اور اس کی تقدیر یوں ہے من بعد ما ظلموا فی اللہ اور یہ ہی صبر یہ جہاد ہی ہے پھر ہے لنبوئنہم فی الدنیا حسنہ جو عند اللہ حسن ہو وہی حسنہ ہے نمرود کو بھی ملک حاصل تھا۔ ان اتاہ اللہ الملک اور سلیمان کو کہا رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی لیکن نمرود کا ملک یقیناً حسنہ عند اللہ نہ تھا۔ جو ملک سلیمان کا تھا وہ عندالہ حسنہ ہے

ومکان ومحل مقصود نہیں۔ ان چیزوں کے سائلوں کی بابت ارشاد ہے وما لھم فی الآخرۃ من خلاق۔ (انکے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں) اس حصہ سے فرد کامل حصہ مقصود ہے خواہ ضمناً اس میں مکان ومحل وغیرہ آجائیں اس آیت میں لفظ لنبوئنھم میں اکثر کو غلطی لگی ہے اور اسکے معنے انہوں نے جگہ دینے کے سمجھے ہیں حالانکہ یہ ضرور نہیں کہ ہر جگہ اس لفظ کے یہی معنی ہوں قرآن میں اسکا ایک دوسرا مفہوم بھی آیا ہے ولقد بوانا بنی اسرائیل مبوا صدق پ۱۱ یونس ع۱۰ اور زمین میں جگہ دنیا کسی کے لئے باعث نجات نہیں تمام خلق کو خدا نے جگہ دی ہے ولقد مکنٰکم فی الارض اسپر شاہد ہے اور نہ حرم آمن کی سکونت سے کسی کا ناجی ہونا ثابت ہوتا ہے ملاحظہ ہو اولم نمکن لھم حرما آمنا (کیا ہم نے انکو حرم آمن میں جگہ نہیں دی) خواہ یہ حرم مکہ ہو یا مدینہ وان من اہل المدینۃ مردوا علی النفاق (اہل مدینہ سے منافق ہو گئے ہیں)۔

آپ کی پیش کردہ آیت سے تو مہاجرین کی خلافت ثابت نہ ہوئی۔ البتہ ایک اور آیت ہے جس میں ایک خاص گروہ مہاجرین کی خلافت ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ من المومنین والمھاجرین یعنے نبی علیہ السلام اولیٰ ہے مومنین کو ان کی جانوں سے اور اس کی عورتیں انکی مائیں ہیں اور اولوا الارحام نبی بعض انکے اولے ہیں بعض سے کتاب اللہ میں اور وہ اولیٰ مومنین اور مہاجرین سے ہیں۔ اولیت نبی من حیث النبوۃ ہے ایسی ہی ضرور ہوا کہ اولوالارحام نبی جو مومن ومہاجر ہیں انکی اولیت من حیث تلو نبوۃ ہو ذکر ازواج کو اولوالارحام پر بلحاظ امہات مقدم کیا ہے کیونکہ امہات اسباب قرابت میں مقدم ہیں یعنی کہ زوج اور زوجہ کے وجود کے بعد فرزند کا ظہور ہوتا ہے نہ بلحاظ دیگر مناصب و محامد اور اولوالارحام کی اولیت کیوجہ ایمان وہجرت ہے نہ کبر سنی مشہور مقولہ ہے بزرگی بعقل است نہ بسال وتونگری بدل است نہ بمال اور یہ عقل کیا ہے۔ ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا دوسرے الفاظ میں ایمان واعمال صالحہ عقل ہے اور اعمال صالحہ ٹھیک تبھی ہوتے ہیں جب خالصہ کا نور ہوں یا یوں کہئے

کہ اعمال نیک نور ہیں اور بد ظلمت۔ جب ظلمت کو ترک کیا جاوے اور اس کو ہجرت کی جاوے تب نور حاصل ہوتا ہے گویا صفت مہاجرین بتلا رہی ہے کہ وہ تمام مناہی کو چھوڑنے والے اور اوامر کو بجا لانے والے ہیں اب جبکہ ایک حدیث صحیح بھی ملتی ہے جو مطابق قرآن ہے واحدی نے تفسیر اسباب النزول میں نقل کیا ہے کہ جب طلحہ بن شیبہ اور عباس بن عبدالمطلب نے افتخار کیا طلحہ نے کہا انا اولیٰ بالبیت لان المفتاح بیدی یعنی میں بیت اللہ کے لئے اولیٰ ہوں کیونکہ اس کی چابی میرے ہاتھ میں ہے اور عباس نے فرمایا۔ انا اولیٰ انا صاحب السقایۃ والقائم علیہا یعنی میں اولیٰ ہوں کیونکہ میں صاحب سقایہ اور اس پر قائم ہوں۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا انا اول الناس ایمانا واکثرھم جہادا۔ یعنی میں لوگوں سے پہلے ایمان لانیوالا ہوں۔ اور اکثر جہاد کرنے والا تو یہ آیت نازل ہوئی اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الآخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ یعنی آیا تم نے سقایت حاج اور عمارت مسجد حرام کو اس کی مثل بنا دیا ہے جو اللہ کے ساتھ ایمان لایا اور یوم آخرت پر اور جہاد کیا اس نے راہ خدا میں یہ دونوں برابر نہیں ہیں اللہ کے نزدیک۔

سقیفہ میں حضرت ابوبکر صاحب نے اپنی قرابت رسول اور ہجرت کیوجہ کر انصار پر خلافت میں اپنی احقیت جتلائی تھی۔ کما فی روضۃ الاحباب وغیرہ۔ چنانچہ جوھری نے کتاب السقیفہ والفدک میں لکھا ہے ھل للانصار فی ھذا الامر حق وقال فی السقیفہ انا ادعوکم الی ابی عبیدہ وعمر فکلاھما قد رضیت لھذا الامر وقال انت احق الناس بھذا الامر وقال عمر انت احق الناس بھذا الامر فقال الانصار واللہ ما نحسد لم علی خیر الی ان قالوا نخشیٰ ان یغلب علی ھذا الامر من لیس منا ولا منکم فقام ابوبکر وقال فی کلام طویل فی المہاجرین الاولین وھم اولیاؤہ وعترتہ واحق الناس بھذا الامر فقام الحباب بن المنذر وقال فی کلام طویل لا تسمعوا فقال ضنوا واصحابہ بنصیبکم من ھذا الی ان قال وتولوا ھذا الامر علیہم فانتم اولی الناس بھذا الامر ولما قیل علی بایع فقال علیہ السلام انا احق [illegible]

وانتم اولی بالبیعۃ لی اخذ تم ھذا الامر من الانصار فاحتججتم علیھم بالقرابۃ من رسول اللہ فاعطوکم وسلموا الیکم الامارۃ وانا احتج علیکم مثل ما احتججتم بہ علی الانصار الخ الی ان قال فی کلام طویل لاصحاب یا معشر المھاجرین لنحن اھل البیت احق بھذا الامر منکم انتھی موضع الحاجۃ خلاصہ کلام مختص المقام یہ ہے کہ ابوبکر صاحب نے بوجہ قرابت و مہاجرت انصار کو اپنا حق جتلایا جسپر انہوں نے مان لیا اور امارت انکو سونپ دی پھر علی رض کو کہا گیا۔ کہ آپ بھی انکی بیعت کریں تو آپ نے فرمایا۔ اے مہاجرو! میں تم سے امر خلافت میں زیادہ حقدار ہوں۔ میں تمہاری بیعت نہ کرونگا۔ بلکہ تمہیں مناسب ہے کہ میری بیعت کرو۔ تم نے امر خلافت کو انصار سے لیا باین دلیل کہ تم قرابت رسول ہو پس انہوں نے یہ امر تمہیں دیدیا اور میں بھی تم پر اسیطرح احتجاج کرتا ہوں۔ جیسا تم نے انصار پر کیا۔ اس احتجاج پر کچھ غور نہ کیا گیا۔ صرف ابو عبیدہ نے کہا۔ یا ابا الحسن انک حدیث السن وھؤلاء شیخۃ قریش قومک یعنی اے علی! آپ ابھی چھوٹے ہیں اور یہ آپ کی قوم قریش کے شیخ ہیں۔ حالانکہ آیت واولی الارحام اولی میں کبر سنی اور صغر سن کا کہیں ذکر نہیں آپکے مسیح موعود نے بھی حکومت قریش کو قبول کیا چنانچہ براہین احمدیہ جلد چہارم صفحہ ۴۹۲ حاشیہ نمبر ۳ میں اردت ان استخلف فخلقت ادم۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس جگہ خلیفہ کے لفظ سے ایسا شخص مراد ہے کہ جو ارشاد اور ہدایت کیلئے بین اللہ و بین الخلق واسطہ ہو خلافت ظاہری کہ جو سلطنت اور حکمرانی پر اطلاق پاتی ہے مراد نہیں ہے اور نہ وہ بجز قریش کے کسی دوسرے کیلئے خدا کیطرف سے شریعت اسلام میں مسلم ہو سکتی ہے بلکہ یہ محض روحانی مراتب اور روحانی نیابت کا ذکر ہے (یہ ذات شریف کیطرف اشارہ ہے اور اس الھام میں آدم سے اپنی ذات کو مراد لیا ہے) انتہی۔

اب سوال یہ ہے کہ کیوں شریعت اسلام میں خلافت ظاہری قریش کیلئے مسلم ہے صرف اسی لئے کہ وہ اولو الارحام نبی ہیں اس سے ثابت ہوا کہ اقرب رسول اس خلافت بلا فصل کے لئے احق ہے ثم الاقرب میں کہتا ہوں کہ آیۂ اولو الارحام نے اس احقیت میں ایمان و مہاجرت کی شرط بھی لگائی ہے اور

یہ تینون امور تمام کے تمام علیؑ کی ذات میں جمع تھے آپ بالاتفاق ذو رحم پیغمبر اور
مومن و مہاجر تھے اور دوسرے حتی کہ عباس بن عبد المطلب اور امیر حمزہ بھی علی ولی
اللہ سے اولی و اقرب برسول اللہ نہ تھے اور وجہ اقربیت یہ ہے کہ مادر حضرت عبد اللہ
وحضرت ابو طالب رضی اللہ عنہما فاطمہ بنت عمرو مخزومی تہیں اور مادر عباس نفیلہ بنت
جناب ہیں کہ یہ دونو عبد المطلب کی عورتیں تھیں۔ کما رواہ ابن الحجر العسقلانی
فی الاصابۃ پس کوئی دوسرا قرابت قریبہ میں علی کو نہیں پہنچتا ہے اور یہ اوصاف
سہ گانہ من حیث المجموع خلفاء ثلاثہ میں نہ تھے پس مطابق آیہ صدر علی ہی اولی بہ
خلافت رسول ہیں ✤

اس آیت کی تفسیر ایک اور آیت ہے جو صریحًا خلافت اولو الارحام پر دلالت
کرتی ہے قال تعم ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی
والذین اٰمنو واللّٰہ ولی المومنین یعنی بتحقیق اولی ناس ذریت ابراہیم میں
اس کی وراثت کے لئے وہ ہیں جنہون نے اسکا اتباع کیا اور یہ نبی اور وہ لوگ
جو ایمان لائے اور اللہ ولی ہے مومنونکا۔ اس آیت میں تین گروہونکو اولی الناس
کہا ہے اول۔ الذین اتبعوا ابراھیم اور وہ بنا بر توثیق کتاب اللہ حضرات اسماعیل
اسحاق و یعقوب و یوسف علی نبینا وعلیہم السلام تھے۔ جیسے کہ اللہ تعم مقولتہ
عن یوسف فرماتا ہے واتبعت ملتہ ابائی ابراھیم واسحاق و یعقوب یعنی میں نے
اتباع کیا اپنے آبا ابراہیم اسحاق اور یعقوب کی ملت کا اور اسماعیل اسدرجہ
مطیع تھے کہ اپنا ذبح ہونا منظور کر لیا اور فرمایا۔ یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی
انشاء اللّٰہ من الصابرین یعنی اے ابا! آپکو جو میرے ذبح کا حکم ہوا۔ اُسے
بجالایئے انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنیوالا پائینگے ✤

ثانی۔ ھذا النبی صلعم۔ ثالث الذین اٰمنو جو کہ بعد رسالت مآب اس
امت میں اولی الناس ہیں اور قرآن میں اس امت سے کسی کیلئے اولی نہیں
فرمایا مگر اولو الارحام کیلئے کہ جسکا بیان ہوا پس اس آیت میں اولی الناس
ذی اولو الارحام ہی ہیں پس جناب امیر مصداق الذین اتبعوا و موصول الذین
اٰمنو بدلیل آیہ دالی بذا یہ یہا النبی حسبک اللّٰہ ومن اتبعک من المومنین

وبدلیل آیۃ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ و آیہ اولو الارحام کا مفہوم ذکر ہا ہوئے۔ اور لطف یہ ہے کہ الذین آمنوا کے حروف بھی ۱۲ ہیں اور یہ نص قطعی ہے امامت ائمہ اطہار علیہم السلام پر۔ اولیت انبیاء و ذریت ابراہیم و پیغمبر خدا بوجہ نبوت و رسالت ہے اور چونکہ ان تینوں گروہوں کے لئے ایک ہی اولیٰ آیا ہے اُسنے ثابت کر دیا کہ تیسرے گروہ الذین آمنو کی اولیت تمام آدمیوں پر بلحاظ اسی مرتبہ کے ہونی چاہئے جو مماثل درجہ انبیاء و ختم المرسلین ہو اور وہ مرتبت خلافت و امامت ہے اگر الذین آمنوا کی اولیت کسی اور لحاظ سے ہوتی ہے تو تو انکے لئے علیحدہ لفظ اولیٰ ہوتا لیکن ایسا نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ مماثل انبیاء ہیں اور وہ درجہ جو ان تینوں میں یکسان ہے وہ درجہ عصمت ہے پس ثابت ہوا کہ یہ معصوم و مطہر ہیں۔ اور اسلئے اغیار سے نیابت ختم المرسلین کے زیادہ حقدار ہیں اور چونکہ انکا ذکر بلا فصل پیغمبر کے بعد ہے اس سے معلوم ہوا کہ انکا اول یعنی علیؑ نائب بلا فصل رسول ہے وھو المقصود والحمد للہ علیٰ ذلک۔ آیہ للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنہ کئی مقام پر ہے :-

(۱) پ ۲۳ سورۂ الزمر ع ۲ - قل یعباد الذین آمنو اتقوا ربکم للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنہ وارض اللہ واسعۃ۔ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب یعنی کہ اے پیغمبر! اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو۔ اپنے رب سے ڈرو جنہوں نے نیکی کی انکے لئے اسی دنیا میں نیکی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے صابروں کو بغیر حساب کے اجر ملیگا ؛

(ب) پ ۱۴ نحل وقیل للذین اتقوا ماذا انزل ربکم قالوا خیرا۔ للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنہ ولدار الاخرۃ خیر ولنعم دار المتقین اور کہا کا فروں نے متقیوں کو کیا چیز نازل کی تمہارے رب نے۔ کہا انہوں نے بہتری دنیا و آخرت کی یعنی قرآن واسطے انکے جنہوں نے نیکی کی۔ اسی دنیا میں نیکی ہے اور آخرۃ بہتر اور بہشت اچھا ہے کہ جہاں پرہیزگار ہونگا اس بندہ خاکسار کے استاد فخر المفسرین علامہ ابو تراب سید علی الحائری لاہوری تفسیر لوامع التنزیل جلد ۱۴ صفحہ ۲۶۲ میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :- یہاں تقدیر عبارت یوں ہے

کہ در دنیا بدیشان حاصل میشود - چندین وجہ تواند بود (۱) یحتمل ان یکون المراد ما یستحقونہ من المدح والتعظیم والثناء والرفعۃ وجمیع ذالک جزاء علی ما عملوا یعنی محتمل است کہ مقصود از حسنہ دنیا استحقاق ایشاں بمدح وثنا وتعظیم ورفعت باشد کہ تمامی ایں جزائے اعمال مومنین در دنیا مے باشد - (۲) یحتمل ان یکون المراد بہ الظفر علی اعداء الدین بالحجۃ وبالغلبۃ علیہم وباستغنام اموالہم وفتح بلادھم کما جری ببدر وعند فتح مکہ یعنی بعضے فرمودہ اند کہ احتمال دارد کہ مقصود ایں حصول ظفر بر اعداء دین باشد بحجت وغلبہ واستغنام اموال و فتح بلاد ایشاں چنانچہ در جنگ بدر وفتح مکہ واقع شد انیقول ماخوذ از مرویہ ضحاک است رس جمعی گفتہ است یحتمل ان یکون المراد انہم لما احسنوا بمعنی انہم اتوا بالطاعات فتح اللہ علیہم ابواب المکاشفات والمشاہدات والالطاف کقولہ تعالیٰ والذین اھتدوا زادھم ھدی ملخصاً آنکہ احتمال دارد کہ مقصود آں باشد لما احسنوا یعنی ایشاں ہرگاہ بطاعت وعبادت و اعمال صالحہ آمدند خداوند عالم بر ایشان ابواب مکاشفات ومشاہدات والطاف را مے کشاید چنانچہ در آیۂ دیگر مے فرماید والذین اھتدوا زادھم ھدی۔

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ محتمل ہے کہ اس حسنہ دنیا سے انکا مستحق مدح وثنا ہونا - یا انکا دشمنان دین پر حجت اور غلبہ سے فتح پانا اور پانا انپر ابواب مکاشفات کا کھلجانا مراد ہو پہلی اور تیسری وجہ مفسر علام کے نزدیک مرجح ہے چنانچہ آپ اسی صفحہ میں فرماتے ہیں بتبصرہ در آئیہ شریفہ غایت تسلی ونہایت تشفی است برائے غربا و فقراء مومنین متقین کہ از دنیا ولذات فانیہ آں محروم مے باشند ونیز دراین تقریع وتوبیخ است برائے اغنیاء کہ بر تحصیل آن بالمرۃ مائل وحریص مے باشند اگر ذرا غور کیا جائے تو یہی اس آیت سے مستنبط ہوتا ہے اس آیت سے پہلے کفا کا ذکر ہے واذا قیل لھم ماذا انزل ربکم قالوا اساطیر الاولین لیحملوا اوزارھم کاملۃ یوم القیامۃ ومن اوزار الذین یضلونھم بغیر علم - الا ساء ما یزرون یعنی جب کفار کو کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا وہ کہتے ہیں پہلے لوگوں کے قصے تاکہ اٹھائیں اپنے گناہ ہونگے بوجھ پورے قیامت کے دن اور نیز ان

لوگوں کے بوجھوں سے بھی جنکو وہ بغیر علم کے گمراہ کرتے ہیں برا ہے وہ جو وہ اٹھاتے ہیں قرآن کو اساطیر الاولین کہنے سے کفار گمراہ ہوگئے اور اسکے خیر کے فیض سے محروم رہے لیکن وہ لوگ جو خدا ترس ہیں وہ اس کو احسن القصص اور ذکر خیر کہتے ہیں جیسے ترک قرآن سے کفار گمراہ ہوگئے ویسے متقین اسکو خیر مان کر ہدایت یاب ہوئے کیونکہ یہ کتاب ھدی للمتقین ہے للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنۃ۔ احسنوا کون ہیں متقین اور متقین کون ہیں قرآن کو خیر کہنے والے اور اس عمل کیوجہ سے انہیں اس دنیا میں یہ اجر ملتا ہے کہ وہ ہدایت پاتے ہیں اور یہی دنیا کا حسنہ ہے جیسے زنا کی دنیاوی سزا آتشک سوزاک وغیرہ ہے ویسے ہی قرآن کو ماننے کی جزائے دنیاوی ہدایت پانا ہے جوں جوں اس اعتقاد میں ترقی ہوتی جاتی ہے حسنہ بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ۔ یعنے واسطے انکے جنہوں نے نیکی کی نیکی ہے اور زیادہ۔ یہانتک کہ جب اسکو ماورائے دلچسپ بنایا جاوے تو شرف مکالمہ حاصل ہوتا ہے ابواب مکاشفات وا ہو جاتے ہیں اور وہ انسان کامل عالم ملکوت کو دیکھتا ہے ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین میں یہی رحمۃ مقصود ہے اس سے خیال کر لو کہ جو حضرات معصومین اہل الذکر و اہل القرآن حقیقی ہیں اور جن کی حقیقت عین حقیقت قرآن ہے وہ خود در اصل قرآن ناطق ہوتے ہیں اور اسی کی طرف ہمارے مولا جناب امیر نے اشارہ فرمایا ہے ھذا القرآن الصامت وانا قرآن ناطق اے یہ چپ قرآن ہے اور میں بولنے والا قرآن ہوں یہی تو آپ نے پیدا ہوتے ہی تلاوت قرآن کی اور سر سید الشہدا علیہ السلام نے نوک نیزہ پر۔

اس کے بعد ... شاید کوئی کہے کہ خلافت تو محض دنیا تھی یہ حسنہ نہیں ہو سکتی۔ ایسے شخص کی نادانی میں کچھ شبہ نہیں کیونکہ جب وہ اسے ایسی حقیر چیز مانتا ہے تو پھر اسبات کا جھگڑا ہی کیا رہا کہ شیخین نے منصب خلافت وصی رسول سے غصب کر لیا۔ انتہیٰ۔

اقول۔ خلافت ظاہری کا شرف خلیفہ کیوجہ سے ہوتا ہے اگر وہ بلی من اسلم وجھہ للہ وھو محسن میں داخل ہو تو اسکی خلافت بھی حسنہ ہی والا فلا۔ یہ خلافت ...

اجراے احکام ہے اور یہ غصب ہوسکتی ہے اور ہوئی بھی۔ لیکن خلافت الٰہیہ و نیابت نبویہ کو کوئی غصب نہیں کرسکتا۔ اگر محض حکومت حسنہ ورحمت ہوتی تو آپکے یاجوج ماجوج یعنے روسی وانگریز بھی محسنین ہوئے پھر ان پر بھی ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین کی تلاوت کیجیگا افسوس ہے خدا تو فرماتا ہے ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض (یعنے یاجوج وماجوج زمین میں فساد کرینگے) اور دوسری جگہ فرماتا ہے ان اللہ لا یحب الفساد وان اللہ لا یحب المفسدین یعنے اللہ فساد اور فسادیوں کو محبت نہیں کرتا۔ اور آپ اپنے استدلال سے انکو محبوب خدا بناتے ہیں اور اسی سے آپکے مرزا صاحب کا رحمت سے دور ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ انکو یہ رحمت نصیب نہیں ہوئی آپکا فرمانا کہ اسی نبوت کی قائم مقامی کا نام ہے خلافت بس کیا خلافت لوگوں کے بنائے بنتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ بالکل درست ہے پھر آپکے خلفا نعش رسول کو بے غسل وکفن چھوڑکر کیوں سقیفہ میں دوڑے گئے اور خلافت کے انعقاد میں اجماع کو ضروری سمجھا گیا۔ خدا تو فرماتا ہے ورحمۃ ربک خیر مما یجمعون یعنے اللہ کی رحمت (نبوت) انکے جمع اور اجماع سے بہتر ہے کیا کوئی نبی اجماع سے بھی بنا ہے نہیں ہرگز نہیں تو پھر خلیفہ کیسے بنسکتا ہے کیونکہ باقرار جناب یہ نبوت ہی نیابت ہے اگر اجماع کو حجت سمجھتے ہیں تو آپکے مرزا پر اجماع تکفیر ہے پھر انکو کافر کیوں نہیں سمجھتے یہی اجماع ہے جو خلافت حضرت ابوبکر پر ہوا اور یہی اجماع ہے جو تکفیر مرزا پر ہوا۔ آپ پہلے کو سچا اور دوسرے کو جھوٹا خیال فرماتے ہیں جس بنیاد پر آپ دوسرے کو جھوٹا متصور فرماتے ہیں۔ اسی بنیاد پر ہم پہلے کو +

۱۱ــہ یا آخر مومنین صالحین ہی کامیاب ہوتے ہیں انکی مظلومی ہی فائز المرامی کی [illegible] اور سیدنا ومولانا امام حسین علیہ السلام کے حالات ہی کو بغور ملاحظہ کریں [illegible] باوجود اسکی [illegible] کامیابی کے ہر کس وناکس ملعون ومطرود کہتا ہے لیکن حسین علیہ السلام کا غم کافر دلکو بھی رلاتا ہے۔ اسکا صبر واستقلال ہمت وشجاعت تقویٰ وطہارت مورخین [illegible] کو بھی محو حیرت کردیتا ہے آج تمام دنیا اس مظلوم کا ماتمکدہ ہے +

نواں۔ اس غلبہ [illegible] غلبہ مراد نہیں بلکہ غلبہ حجت وبرہان [illegible] چنانچہ آپکے

مسیح موعود براہین احمدیہ جلد چہارم صفحہ ۵۱۹ حاشیہ نمبر ۳ میں اپنی نسبت
یہ الہام درج کرتے ہیں۔ انی متوفیک و رافعک الی وجاعل الذین اتبعوک فوق
الذین کفروا الی یوم القیامۃ الخ میں تجھ کو پوری نعمت دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤنگا
اور جو لوگ تیری متابعت اختیار کرین یعنے حقیقی طور پر اللہ و رسول کے متبعین
میں داخل ہو جاوین انکو انکے مخالفوں پر کہ جو انکاری ہیں قیامت تک غلبہ بخشونگا
یعنے وہ لوگ حجت اور دلیل کی رو سے اپنے مخالفوں پر غالب رہینگے۔ انتہی۔
اسکے مطابق حضرت علی اور آپکے شیعہ اثبات خلافت میں ہمیشہ مخالفین پر غالب رہے
علی کی اولے خلافت سنکر سب صحابہ انگشت بدندان رہ گئے اور یہی کہتے بنی کہ حق
تو آپکا ہی تھا۔ لیکن سب مسلمانون نے ابوبکر پر اجماع کر لیا۔ اس حجت اللہ کی حجت
نے حضرت عمر سے ستر بار لولا علی لھلک عمر کہلوایا یہ غلبہ نہیں تو اور کیا ہے ۔

۲۱- آپکو ابھی تک معلوم نہیں کہ الذین امنوا الخ سے شیعہ کن حضرات کو مراد لیتے ہیں
جناب من! نہ صرف علی کو ہی بلکہ آپ کی اولاد سے گیارہ امامون کو بھی اسمیں شامل
کرتے ہیں۔ علاوہ برین قرآن میں کئی جگہ واحد کے لئے جمع کا صیغہ آیا ہے چنانچہ
آپکے مجدد جلال الدین سیوطی تفسیر اتقان میں لکھتے ہیں۔ النوع الحادی والخمسون
فی وجوہ مخاطباتہ الرابع عشر خطاب الواحد بلفظ الجمع نحو یا ایھا الرسل
مومنون - کلوا من الطیبات وعملوا صالحا انی بما تعملون علیم الی ان قال
فذرھم فی غمرتھم فھو خطاب لہ صلعم وحدہ اذ لا نبی معہ ولا بعدہ وکذا
قولہ وان عاقبتم فعاقبوا (رع ۱۲۶) خطاب لہ صلعم وحدہ بدلیل قولہ و
اصبر وما صبرک الا باللہ انتہی بقدر الحاجۃ وقال انا نحن نزلنا الذکر
وانا لہ لحافظون یعنے واحد کو جمع کے لفظ سے خطاب آتا ہے جیسے کہ خدا نے
سورہ مومنون میں ارشاد فرماتا ہے۔ اے رسولو کھاؤ پاک چیزوں سے۔ اور
عمل کرو نیک کیونکہ میں تمہارے عملوں کو جاننے والا ہوں الی ان قال پس
چھوڑ انکو ان کی بیہوشی و غفلت میں یہ خطاب صرف حضور انور کو ہے کیونکہ نبی
کے ساتھ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ اس آیت سے حضرت
عیسیٰ کا ثبوت نہیں ہوتا۔ کیونکہ جیسے رسولوں کا حال بیان کیا ہے ایسا خطاب بھی

تقدیر اُسب کو ہو سکتا ہے) اور اسی طرح قول خدا اگر تمہیں سختی کریں تو تم بھی سختی کرو یہ خطاب بھی جمع کے لفظ میں۔ صرف ذات واحد رسول کے لئے ہے کیونکہ اس آیت سے پہلے صیغہ واحد میں رسول کو خطاب ہے ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن یعنے اے رسول تو بلا تو لوگوں کو اپنے رب کی راہ کیطرف حکمت اور موعظہ حسنہ سے اور جدال کر احسن طریقہ سے اسکے بعد بھی خطاب رسول کو ہے لیکن جمع کے صیغہ میں فعاقبوا اور پھر اسکے بعد رسول کو خطاب ہے صیغہ واحد میں واصبر یعنے صبر کر تو اور نہیں صبر ہے تیرا مگر اللہ کے ساتھ جو بصراحت ثابت کرتا ہے کہ فعاقبوا کا خطاب بھی رسول کو ہی ہے اگر کوئی کہے کہ چونکہ معاقبہ میں دیگر مسلمان بھی شامل ہے اسلئے جمع کا صیغہ آیا تو ہم کہینگے کہ پھر واصبروا کیوں نہ آیا۔ کیونکہ جب معاقبہ میں شامل ہیں تو صبر میں بھی شامل ہونے چاہئے تھے تیسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ ہمنے ہی ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکے حفاظت کرنیوالے ہیں ذات خدا تو واحد ہے۔ لیکن حافظون صیغۂ جمع ہے ؛

کئی جگہ تثنیہ کے لئے جمع کا صیغہ آیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون۔ یعنے مومن اور فاسق مساوی نہیں ہیں مومن اور فاسق دو ہیں لیکن لا یستوون صیغۂ جمع ہے اسکی مثالیں قرآن میں بہت ہیں جب یہ ثابت ہوا کہ واحد کے لئے قرآن میں جمع کا صیغہ آیا ہے پس آپکا اشکال جاتا رہا ؛

۱۳۔ غلبہ کی تشریح پہلے ہو چکی ہے ضرب اللہ ہونے کے لئے ظاہری غلبہ ضروری نہیں چنانچہ پ ۵ ع ۸ میں فرماتا ہے ومن یقاتل فی سبیل اللہ فیقتل او یغلب فسوف نوتیہ اجرا عظیما یعنے جو اللہ جل شانہ کی راہ میں جنگ کرے پس قتل کیا جاوے کیا غالب ہو ہم اسکو اجر عظیم دینگے ؛

۱۴۔ اگر آپ ذرا غور کرتے تو آپ کو خلفاء کی بیجا تائید میں اتنی زحمت نہ اٹھانی پڑتی۔ اس آیۂ ولایت سے پہلے اس گروہ کا محب و محبوب خدا و رسول ہونا بیان ہوا ہے پھر انکا مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہونا راہ خدا میں جہاد کرنا اور لائم کی ملامت کی پروا نہ کرنا یہ صفات بہ حیثیت مجموعی سوائے مولانا علی کے اور کسی کی

ذات میں جمع نہیں نہیں۔ پہلی صفت یعنے محب و محبوب خدا ہونا ہی اوصاف
حمیدہ کا منبع ہے یہ اسی شخص میں ہو سکتی ہے جسکو اتباع کامل رسول کا حاصل ہو
چنانچہ خدا فرماتا ہے ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنے اے رسول
اپنے امت سے کہدو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری متابعت کرو اللہ بھی تمہیں
اپنا محبوب بنا لیگا اور ہم پہلے حوالہ آیت یا ایہا النبی حسبک اللہ و من اتبعک
من المؤمنین سے ثابت کر آئے ہیں کہ یہ تابع کامل علی ابن ابی طالب ہی تھے
اس سے تو انکا محبوب خدا ہونا ثابت ہوتا ہے اور محبوب وہی ہوگا جو محب ہوگا
ان کنتم تحبون اللہ نیز سورہ دھر میں واضح طور پر انکا محب خدا ہونا
بیان کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے ویطعمون الطعام علی حبہ ای حب اللہ
مسکینا و یتیما و اسیرا یعنے کھانا کھلاتے ہیں محبت خدا میں مسکین اور یتیم اور
اسیر کو۔ اور یہ سورت باتفاق اہل اسلام اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل
ہوئی ہے تا اشخاص کا جنگوں سے فرار کرنا انکا غیر محب خدا و رسول ہونا ثابت کرتا ہے
کیونکہ محب کی شان سے بعید ہے کہ محبوب کو نرغہ کفار میں چھوڑ کر اپنی جان بچانے
کو بھاگ [illegible] ہے وہ تو اپنے محبوب کے پسینہ کی جگہ خون بہانے کو تیار ہوتا ہے
اگر آپ نے بخاری (جس کی روایت و درایت کو دیباچہ نور الدین میں تسلیم کیا
ہے) کو بھی ملاحظہ کیا ہے تو آپ کو اس تابع کامل کا پتہ لگ سکتا ہے جنگ خیبر کا
واقعہ ہے حضرات ابو بکر و عمر زور آزمائیاں کر چکے ہیں آخر سوائے بھاگنے کے کچھ
بن نہیں پڑا۔ دو دن اسلامی فوجونکو فاقے گذر چکے ہیں تیسرا دن آنیوالا ہے
جس میں ہمت کا آخری فیصلہ ہے مسلمانوں پر یاس کے بادل چھائے ہوئے
ہیں تمام ترب سے اور رسول خدا ارشاد فرماتے ہیں۔ لاعطین الرایۃ غدا
رجلا یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ کرار غیر فرار یفتح اللہ علی یدیہ
یعنے کل میں اسلام کا جھنڈا اس شخص کو دونگا جو اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہو
اور اللہ و رسول بھی اسے پیار کرتے ہیں کرار غیر فرار ہے اسلام کی فتح اس کے
ہاتھ پر ہی ہونے والی ہے اس ارشاد کو سنکر صحابہ اپنے اپنے خیموں
میں جاتے ہیں خوب [illegible] سیاہ چادر پھیلا دی ہے لیکن صحابہ کے دل

چراغ امید سے روشن ہیں جبکہ سو پرندے اپنے اپنے آشیانوں میں آرام کرتے ہیں
لیکن وہ ہیں کہ ستارے گن رہے ہیں وبات الناس یدوکون ایہم یعطاہا اور ساری
رات اسی خیال میں گذر جاتی ہے کہ کسکو یہ شرف عظیم ملتا ہے آخر پو پھٹتے ہی
قائلین ہونا ہے ہر ایک اپنے سینہ کو بڑھا رہا ہے کہ حضور اسکا ہی بڑھتا ہوا
سینہ دیکھ کر اسے رایت دیدیں لیکن حضور کا خیال بڑھتے سینہ پر نہیں تھا بلکہ
بڑھتے دیکر حضرت عمر جیسے شخص بڑی بیتابی سے رایت کیطرف دیکھ رہے
ہیں دلمیں خواہش ہے کہ مجھے ہی ملے اور اتنی خواہش کہ بعد کو ظاہر کرتے ہیں
جیسی امارت کی خواہش اس دن ہوئی کبھی نہیں ہوئی تھی رسول اللہ سب پر ایک
نگاہ ڈالکر فرماتے ہیں این علی این علی۔ علی کہاں ہیں علی کہاں ہیں سب کہتے ہیں
ہوا رمد العین یعنے انکی آنکھیں دکھتی ہیں حضرت فرماتے ہیں انکو بلاؤ ہمارے
حکم تعمیل ارشاد کے لئے فوراً حاضر خدمت ہوکر لبیک کہتے ہیں حضور آپ کی آنکھوں پر
لعاب دہن لگاتے ہیں اور آنکھیں فوراً اچھی ہو جاتی ہیں اسوقت حضور رایت
اسلام علی کے دست حق پرست میں دیکر انکو ایک دستہ فوج کی کمان میں قلعۂ خیبر کے
سر کرنے کو روانہ کرتے ہیں صحابہ سب دیکھتے کے دیکھتے رہ جاتے ہیں آخر جس قلعکو سر
کرنے بن عمر جیسے جرنیل نیچا دیکھ چکے تھے وہ آپ ہی کے ہاتھ سے فتح ہوتا ہے
یہ واقعہ صراحتہً ثابت کرتا ہے کہ علی ہی محب و محبوب خدا و رسول تھے اور جو
اشخاص (ابو بکر و عمر صاحبان) آپ سے پہلے یہودیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجے گئے
تھے وہ اس شرف عظیم سے محروم تھے ٭

جب یہ حضرات صفت محبت سے جو منبع اوصاف حمیدہ ہے معرا تھے۔ تو
بالبداہتہ دیگر اوصاف سے بھی انہیں مبرا سمجھئے اب آیۂ ولایت کو لیجئے اس میں پہلا
لفظ انما ہے جو واسطے حصر کرتا ہے دوسرا ولی ہے ولایت اللہ کیا ہے قال تعالیٰ
ویوم یحشرھم الی ان قال قالوا سبحانک انت ولینا من دونھم بل کانوا یعبدون
وقال قل اغیر اللہ اتخذ ولیا ای مطلقا متبوعا محبا وناصرا وقال انت
ولی فی الدنیا والاخرة وقال اتخذوا من دونہ اولیاء فاللہ ھو الولی
وھو یحیی الموتی وھو علی کل شی قدیر وقال لیس لھم من دونہ ولی ولا

شفیع ہو قال انت ولینا فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الغافرین۔ خلاصہ ترجمہ
ہے کہ کفار جب محشور ہونگے تو کہینگے اے اللہ! تو ہی ہمارا ولی ہے۔ نہ
ہمارے معبود بت۔ خدا فرماتا ہے کہ جہوٹ ہے اُنکا قول وہ تو جنون کی پوجا کرتے
تھے اس جگہ صاف ظاہر ہے ولی یعنی متبوع واولی بتصرف ہے پہر فرماتا ہے اے رسول! اے
کہدے کہ میں غیر خدا کے کسکو ولی بناؤں یعنے اپنا متبوع ومقتدا۔ پہر ایک قوم
کا قول بیان کرتا ہے جو کہتا تہا کہ اے اللہ تو ہی ہمارا ولی ہے دنیا وآخرت میں
پہر فرمایا کہ آیا اُنہوں نے غیر خدا اولیاء بنا لئے ہیں اللہ ہی ولی ہے۔ وہی مردونکو زندہ
کرتا ہے اور وہ تمام مقدورات پر قادر ہے اسی طرح جو ولایت مطلقہ الہیہ کا مظہر
ہوتا ہے اسکے ہاتھ سے بہی مردے زندہ ہوتے ہیں جیسے کہ قول مسیح بیان فرماتا ہے
ابرئ الاکمہ والابرص واحیی الموتیٰ باذن اللہ یعنے میں کوڑہی اور عیرہ کو چنگا
کرتا ہون اور مردونکو زندہ کرتا ہون اذن پروردگار سے اور اسی طرح خلیل الرحمن نے
اس ولایت کی مظہریت کی معرفت کے لئے درگاہ ایزدی میں عرض کی تہی۔
رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ یعنے اللہ مجہے دکہا کہ تو مردونکو کیسے زندہ کرتا
ہے پہر فرماتا ہے کہ نہیں اُنکے لئے سوائے اللہ کے کوئی ولی اور نہ شفیع پہر فرماتا
ہے کہ تو ہی ہمارا ولی ہے ہمیں بخش اور ہم پر رحم کر کیونکہ تو اچہا بخشنے والا ہے ان تمام
آیات سے ثابت ہوا۔ کہ ولی یعنی متبوع۔ مطاع واولی بتصرف ہے اور محبت کا اثر بھی اتباع ہی
ہے ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ اب چونکہ اللہ ورسول اور الذین امنوا
کیلئے ایک ہی بار ولی کا لفظ آیا ہے یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان تینون کی ولایت ایک ہی
قبیل کی ہے اگر ولایت اللہ اور الذین آمنوا میں مغائرت ہوتی۔ تو الذین امنوا
پر علیحدہ لفظ ولی آتا۔ ترتیب آیت نے مراتب ولایت کو واضح کردیا۔ پہلا ولی
اللہ۔ اللہ ھو الولی۔ پہر اس کی ولایت مطلقہ کا مظہر رسول ہے اور پہر ایمان والے
جو حالت رکوع میں زکوٰۃ دیں۔ یعنے اس تیسرے گروہ کی ولایت بلافصل بعد از
ولایت پیغمبر ہے رسول تمام امور میں محتاج خدا ہی ہوتا ہے نہ غیر کا وکذلک اوحینا
الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان۔ یعنے اسی طرح
ہم نے تیری طرف بھی اپنے امر سے روح وحی کی ہے کہ اُسنے تجہے تعلیم دی میں جی

عن العالمین کر دیا۔ اسی طرح جو رسول کے بعد اولیاء ہیں وہ کبھی کسی غیر کے
محتاج نہیں ہوئے لیکن آپکے ثلاثہ علوم قرآن میں اغیار کے اتنے محتاج
تھے جسکا ٹھکانا نہیں۔ فاکہتہ و ابا میں ابا کے معنے سے جاہل تھے میراث جدہ
سے بیخبر تھے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رجنکو آپ مجدد بھی مانتے ہیں۔ دیکھئے کتاب
عسل مصفی) ازالۃ الخفاء میں مآثر عمریہ میں روایۃ عن الحاکم لکھتے ہیں۔
ان عمر بن الخطاب خطب الناس فقال من اراد ان یسال عن القرآن
فلیات ابی بن کعب ومن اراد ان یسال من الحلال والحرام فلیات معاذ
بن جبل ومن اراد ان یسال من المال فلیاتنی فان اللہ تعم جعلنی خازنا
وزاد فی روایۃ من اراد ان یسال من الفرائض فلیات زید بن ثابت و
کنت انی کنت الی۔ ایکدن خطبہ میں فرمایا۔ کہ جو قرآن کی بابت پوچھنا چاہئے
وہ ابی بن کعب کے پاس جائے اور جسے حرام و حلال کے مسایل دریافت کرنے
ہوں وہ معاذ بن جبل کی خدمت میں حاضر ہو فرائض میں کچھ شک ہو تو زید بن
ثابت سے پوچھے اور اگر مال کی بابت کچھ دریافت طلب امور ہوں تو ہمارے
دربار میں حاضر ہو کیونکہ اللہ نے مجھے اسپر خازن مقرر کیا ہے اس سے معلوم ہوا
کہ آپ صرف فنانشل منسٹر تھے قرآن کے علوم و مسائل دینیہ سے آپ بے بہرہ
تھے اگر آپ کہیں کہ بوجہ کثرت کار مال آپنے فرائض کو تقسیم کر دیا تھا۔ تو ہم کہیں گے
کہ رسول کریم کو بھی تو بہت سے کام ہوتے تھے لیکن آپ سب امور بذات خود
کرتے تھے۔ کہیں واعظ کا کام دیتے تھے کہیں امام جماعت کا۔ کہیں کمانڈر ان
چیف کا۔ کہیں فنانشل کمشنر کا کہیں پولٹیکل افسر کا۔ کہیں بادشاہ کا اور باوجود
ان کاموں کے رات بھر عبادت خدا میں کھڑے رہتے تھے اور نیز یہ کہ رسول
اور اُسکے خلیفہ کا اصل فرض مسائل دینیہ کو قرآن سے بیان کرنا ہوتا ہے اور یہ کام آپکے
خلافت مآب نے دوسرے کے گلے مڑھ دیا پس معلوم ہوا کہ آپ خلیفہ رسول نہیں
تھے بلکہ افسر مال تھے اور الی مسایل میں جو آپکی غلطیاں تاریخ والو نیز روز روشن کی طرح
[illegible] تو بھلا وہ ولی مومنین کیسے ہو سکتے ہیں اور جیسے خدا کی ہر ایک
[illegible] ایک ایک علامت مظہر ہے مثلاً اس کی صفت [illegible] ہے۔ چنانچہ

فرماتا ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتھا یعنے اللہ قبض کرتا ہے نفسوں کو ان کی
موت کے وقت اس کا مظہر عزرائیل ہے چنانچہ فرماتا ہے قل یتوفٰکم ملک الموت
الذی وکل بکم یعنے تمہیں ملک الموت جو تم پر موکل کیا گیا ہے قبض کرتا ہے اسکی
صفت الحفیظ والامین ہے اسکا مظہر جبرئیل ہے اسی طرح اللہ کی صفت الولی ہے
اللہ ھو الولی اور نیز اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور
یعنے اللہ ولی ہے ایمان والوں کا انکو ظلمات کفر سے نور ایمان کی طرف نکالتا ہے
اسکا مظہر پیغمبر اور جانشین پیغمبر ہوتا ہے چنانچہ موسٰی کے حالات میں فرماتا
ہے یخرجھم من الظلمات الی النور [illegible] اور جگہ ہے یخرجکم من الظلمات
الی النور اسی طرح اہل بیت اور خصوصاً علی علیہ السلام کے باب میں کتب صحاح
اہل سنت پڑھیں ابا ذر غفاری کو حضور سرور ارشاد فرماتے ہیں یا اباذر اذا رایت علیا
سلک وادیا وسلک الناس وادیا اخر فاسلک وادی علی فانه لن یخرجک
من الھدایہ ولن یدخلک فی ضلالہ۔ یعنے جب تو دیکھے کہ علی ایک راہ پر چلا ہے
اور لوگ دوسری راہ پر سب تو علی کی راہ کو اختیار کر۔ کیونکہ وہ تجھے ہدایت سے نہ
نکالیگا اور نہ گمراہی میں داخل کریگا دوسری حدیث کا آخری فقرہ یہ ہے۔
ان تومروا علیا ولا اراکم فاعلوہ تجدوہ ھادیا مھدیا یاخذ بکم الطریق
المستقیم یعنے اگر تم علی کو اپنا امیر بناؤ گے اور میں دیکھتا ہوں کہ تم اسے نہیں
بناؤ گے تو اسے ہادی اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔ لیجائیگا تم کو صراط مستقیم پر
تفسیر کشاف میں اس نکتہ کو بہت خوبی سے حل کیا ہے فرماتے ہیں کہ اگر مقطعات
قرانی کو جمع کیا جائے اور مکررات کو نکال دیا جائے تو یہ جملہ بنتا ہے صراط علی
حق نمسکہ یعنے راہ علی ہی حق ہے اسے تمسک کرتے ہیں [illegible] اس سے معلوم
ہوا کہ مظہر ولایت الٰہیہ ونبویہ بعد رسول علی ابن ابیطالب ہی ہے گویا کہ ولی
قدرت نے آپ ہی کیلئے وضع کیا تھا۔ کیا بھلا اور سجتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔
فقرہ محمد نبی اور علی ولی۔ عمر ولی۔ بکر ولی۔ عثمان ولی تو کچھ اچھا
نہیں معلوم ہوتا۔

یہ تیسرا گروہ جن کی ولایت [illegible]

اس آیت سے پہلے بیان ہوئے ہیں یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین اور یہ کن کی صفت جن کو معیت نبویہ حاصل ہے۔ چنانچہ پ ۲۶ ع ۱۲ میں ارشاد ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود یعنی محمد اللہ کا رسول ہے اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ سختی کرنے والے ہیں کافروں پر۔ رحیم ہیں آپسمیں تو دیکھتا ہے ان کو رکوع کرتے اور سجدے کرتے۔ اثر سجود سے ان کی پیشانیوں پر گٹے پڑ گئے ہیں۔ اسمیں لفظ رحماء کو دیکھنا چاہیئے یہ جمع ہے رحیم کی۔ اور پہلے یہ صفت خدا کی ہے الرحمٰن الرحیم پھر رسول کی و بالمومنین رؤف رحیم یعنے مومنوں کے ساتھ مہربان اور رحیم ہیں۔ اب اس تیسرے گروہ کی بھی یہی صفت ہے۔ جو ثابت کرتی ہے کہ یہ مظاہر رحیمیت خدا و رسول ہیں اور وہ کوئی نہیں ہو سکتا مگر وہی جو معصوم ہو۔ اس آیت میں معیت صحبت و خلوت مقصود نہیں۔ بلکہ معیت ایمانی۔ اور یہ ایک شرف خاص ہے جو خواص کو ہی ملا ہے۔ جو خطاب الذین آمنوا مع النبی سے ممتاز ہوئے ہیں اور جنکے لئے کوئی شرط شروط اعمال صالحہ و مہاجرت و محاربت وغیرہ سے مذکور نہیں ہوئی جس سے ان کا کمال ایمان واقتال ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فرماتا ہے (۲۸-۲۰) یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ نورھم یسعی بین ایدیھم وبایمانھم یعنے جس دن اللہ ذلیل نکریگا۔ نبی کو اور ان لوگوں کو جو اسکے ساتھ ایمان لائے ہیں۔ ان کا نور چلیگا۔ انکے سامنے اور انکے داہنے۔ یہ معیت ایمانیہ اور اشدیت علی الکفار انکے لئے سزاوار نہیں جو جنگوں سے فراری ہوئے کیونکہ وہ مغضوب باری اور ناری ہیں چنانچہ فرماتا ہے (۹-۱۶) یا ایھا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ وماواہ جہنم وبئس المصیر یعنی جو جنگ سے بھاگے وہ مغضوب باری ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور نہ اسکے وہ مصداق ہوسکتے ہیں۔ جو کفار سے دوستی رکھیں۔ چنانچہ (۶-۱۲) میں فرماتا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء بعضھم

اولیاء لبعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم واللہ لا یھدی القوم الظلمین
یعنے یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ ایکدوسرے کے دوست ہیں اور
جو تم میں سے ان سے دوستی رکھیگا۔ وہ انہی ہی ہے اور اللہ ظالموں کو ہدایت
نہیں کرتا۔ اسی طرح ترحم بینھم ان پر کب صادق آسکتا ہے جنہوں نے ابا ذر غفاری
جیسے صادق اور عبداللہ بن مسعود جیسے عالم قرآن کو زدو کوب کیا۔ اور جو پیغمبر
کو قیام خطبہ جمعہ میں چھوڑ کر تجارت کو جا نکلے۔ وہ تراہم رکعا سجدا کے کب مصداق
ہو سکتے ہیں جنکی خبر خدا سورہ جمعہ میں دیتا ہے۔ واذا راوا تجارۃ او لھوان انفضوا
الیھا وترکوک قائما یعنے جب وہ تجارت یا کھیل کود کی بات دیکھتے ہیں تو تجھے
کھڑا چھوڑ جاتے ہیں اور آپ انکی طرف بھاگ جاتے ہیں حالانکہ خدا فرماتا ہے
انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع
لم یذھبوا حتیٰ یستاذنوا یعنے مومن وہ ہیں جو اللہ اور رسولؐ کے ساتھ ایمان
لائے۔ اور جب اسکے ساتھ کسی امر جامع میں ہوتے ہیں تو نہیں جاتے ہیں جبتک
کہ اجازت نہیں طلب کر لیتے۔ اب فرمایئے کہ آپکے خلفاء جو جنگوں سے بھاگے آیا
اذن رسولؐ سے بھاگے ہیں؟ پس محب و محبوب خدا آئمہ اطہار علیہم السّلام ہی ہیں
آیات ولایت میں انکی چار تعریفیں ہیں۔ الذین آمنوا۔ الذین یقیمون
الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ۔ وھم راکعون۔ پہلے تین اوصاف بمنزلہ
عرض عام ہیں۔ اور ہم راکعون بحکم خاص۔ کیونکہ مصداق الذین آمنوا میں ہر
ہر فرد کاملین۔ ومستضعفین فی الایمان شامل ہیں ایسے ہی یقیمون الصلوٰۃ
ویوتون الزکوٰۃ میں عام عامل الصالحات شامل ہیں۔ بخلاف راکعون کہ یہ صفت
خاصۂ فرستادگان باری ہے۔ قال اللہ لمریم۔ یا مریم اقنتی واسجدی وارکعی
مع الراکعین اے مریم دعا کر۔ سجدہ کر۔ اور رکوع کر راکعین کے ساتھ اور ایسے
قول اللہ وارکعوا مع الراکعین جسکے حروف ملفوظی چودہ ہیں اور دلالت کرتے
ہیں اتباع چہاردہ معصومین علیہم الصّلوٰۃ والسلام پر اقامۂ صلوٰۃ کے بارے
میں ذرا غور کرو دعاء ابراہیم پر۔ رب اجعلنی مقیمی الصّلوٰۃ ومن ذریتی
یعنے اے اللہ تو ہمیں مقیمی الصلوٰۃ کر اور میری ذریت سے بھی۔ پھر بلا تیئے

اس دعا کو انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عہدی الظالمین یعنے فرمایا رب جلیل نے حضرت خلیل کو کہ میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ انہوں نے عرض کی کہ میری ذریت سے بھی۔ ارشاد ہوا کہ میرا عہد ظالموں کو نہیں ملتا۔ ان سے ثابت ہوا کہ ذریت ابراہیم سے جن کی صفت خدا نے مقیمی الصلوٰۃ بیان کی ہے۔ وہ امام خلق ہونگے۔ اور وہ دوازدہ امام ہیں ذریت خلیل سے۔ جنکی تعریف یقیمون الصلوٰۃ سے کی ہے۔ پس یہی امام خلایق ہوئے۔ اور یہی امت مسلمہ بھی ہے۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ۔ دعا کی خلیل نے کہ مجھے اور اسمٰعیل کو مسلمان بنا اور ہماری ذریت سے بھی امۃ مسلمہ۔ ملائیے اس کو قول باری کنتم خیر امۃ اخرجت للناس سے تم خیر امت ہو جو نکالے گئے ہو۔ لوگوں کے لئے اور امت بمعنے امام بھی آیا ہے کان ابراھیم امۃ قانتا یعنے ابراہیم امام قائم تھا اور خیر امہ کی ایک قرئت عبد اللہ بن مسعود خیر ائمۃ بھی ہے ملاحظہ ہو تذکرۃ الائمۃ ابن جوزی پس انسے ہمارے ائمہ کا مقیمی الصلوۃ۔ امۃ مسلمہ اور خیر امت ہونا ثابت ہوا۔ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر انہی سے متعلق ہے تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر۔ پس یہی ائمہ برحق اور خلفاء علی الخلق ہیں رکوع قرآن میں عموماً بمعنے رکوع شرعی آیا ہے۔ نہ بمعنے لغوی۔ پس جملہ وہم راکعون میں وحالیہ ہوئی۔ کیونکہ اگر اسکو عاطفہ لیں تو فصاحت آیہ میں خلط فاسد ہوتا ہے۔ کیونکہ صلوٰۃ میں رکوع تو ہوتا ہے۔ پس اسجگہ راکعون کہنا یعنے چہ وارد۔ پس مقصود یہ ہوا کہ یہ گروہ ایسا ہے کہ حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتا ہے۔ اور یہ فعل سوائے ائمہ اطہار کے اور کسی سے صادر نہیں ہوا۔

١٥ - یہ گروہ علیؑ اور آپکے اتباع کا تھا۔ جنکے جہاد دنیا طلبی کے لئے نہیں تھا۔ دوسروں کی خدا یوں تعریف کرتا ہے۔ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیٰوۃ الدنیا۔

١٦ - یہ صفت بھی اسی گروہ کی ہے۔ اور علیؑ بلا خوف لومۃ لائم اپنا حق جتلاتے

رہے۔ اگر لایخافون لومۃ لائم سے جہاد کرنا ہی مقصود ہوتا۔ تو حضور انور کیوں سال تک شعب ابو طالب میں نہ چھپے رہتے۔ مکہ میں اتنے سال طرح طرح کی تکلیفیں نہ اُٹھاتے۔ اس وقت آپ نے سب مصیبتیں جو آپ پر آپکے اصحاب و اہل بیت پر وارد ہوئیں بخوشی اٹھائیں۔ اپنے وطن مالوفہ کو بھی خیرباد کہا۔ اور مدینہ کو فرار کرنا پڑا۔ آخر جب کفار نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ اور دین الٰہی کے استیصال میں ہمہ تن مصروف نظر آئے۔ تب تلوار نکالنے کا حکم ہوا۔ اسی طرح علیؑ نے اپنی ذات کی نسبت سب آزار اٹھائے۔ دروازہ جلتے دیکھا۔ وغیرہ وغیرہ لیکن آخر جب دین پر نوبت آئی۔ تب آپ نے ذوالفقار کو میان سے نکالا اور حق و باطل میں تمیز کر دیا۔

(۱۷-۱۸-۱۹ و ۲۰) آپ نصرت کے اصل مفہوم کو ہی نہیں سمجھے۔ اگر اس سے غالب ہونا مقصود ہو تو اللہ میاں نے خلیفہ عثمان کی کیوں نصرت نہ کی جب کہ بلوائیان مصر نے بقول اہلسنت انہیں تلاوت قرآن کرتے قتل کیا انبیاء شہید کیے گئے۔ چنانچہ ولقیتلون الانبیاء بغیر حق اس پر شاہد ہے سُنا گیا ہے کہ آپ حضرات قتل کے معنے لڑنے کے کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ قرآن کی بہت سی آیات محکمات میں قتل جان سے مارنے کے معنوں میں آیا ہے۔ ملاحظہ ہوں آیات ذیل:۔ ما محمد الا رسول افان مات او قتل ان القوم استضعفونی و کادوا ان یقتلوننی۔ فاقتلوھم حیث وجدتموھم ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا۔ ماقتلوہ وما صلبوہ۔ لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا۔ یقتلون ویُقتلون۔ اذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک۔ والفتنۃ اشد من القتل۔ اگر انبیاء و ہادیان برحق ہمیشہ فتوحات کے مالک ہوتے۔ تو لوگ انہیں دنیا دار ہی سمجھتے۔ اور ایک متدین بھی زمین پر نظر نہیں آتا۔ وہ اپنی مظلومیت اور شہادت اور اپنے خون سے توحید کا درخت زمین میں لگا جاتے ہیں۔ اور حق ثابت کر جاتے ہیں آیت مجولہ یوں ہے۔ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد یوم لاینفع الظلمین معذرتھم۔ یہ آیت ۵۱ پ ۲۴ سورۃ المومن میں ہے۔ اور اس سے پہلے آخر

کا ہی حال ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ و اذ یتحاجون فی النار فیقول الضعفاء
للذین استکبروا انا کنا لکم تبعًا فھل انتم مغنون عنا نصیبا من النار
قال الذین استکبروا انا کل فیھا ان اللہ قد حکم بین العباد وقال الذین
فی النار لخزنة جہنم ادعوا ربکم یخفف عنا یوما من العذاب قالوا
اولم تک تاتیکم رسلکم بالبینات قالوا بلیٰ قالوا فادعوا وما دعاؤ
الکافرین الا فی ضلال انا لننصر رسلنا الخ یعنے جیسے کہ کفار جہنم میں جھگڑینگے
اور چھوٹے بڑوں کو کہینگے۔ کہ ہم دنیا میں تمہارے تابع تھے۔ پس آیا آج تم
آگ کا کچھ حصہ ہم سے لے سکتے ہو۔ وہ کہینگے کہ ہم تمام اسی میں ہیں۔ اللہ
نے بندوں میں فیصلہ کر دیا ہے۔ پھر دوزخی داروغہ جہنم کو کہینگے کہ اللہ سے
کہو۔ کہ ایکدن ہم سے عذاب کم کردے وہ کہیں گے کہ آیا تمہارے پاس اللہ
کے رسول آئے تھے وہ کہیں گے ہاں پھر وہ جواب دینگے دعا کرو اپنے اللہ
سے اور نہیں ہے دعا کافروں کی مگر رائگان۔ ہم مدد کرینگے رسول کی
اور وہ جو دنیا میں اور اس دن ایمان لائے ہیں جب کہ گواہ قائم ہونگے
ساتھ انتقام لینے انکے دشمنوں سے اسدن جبکہ ظالموں کو انکی معذرت
کچھ فائدہ نہ دیگی۔ اس آیت میں فی الحیوٰۃ الدنیا متعلق بہ آمنوا ہے۔ اور
یوم لا ینفع متعلق بہ ننصر۔ اس آیت میں دونوں زندگیوں کے ایمانوں کا ذکر
ہے۔ کیونکہ ایک جماعت کا ایمان مخصوص بہ قیامت ہے جیسے کہ اسی سورت
کے اخیر میں فرماتا ہے۔ فلما راوا باسنا قالوا امنا باللہ وحدہ وکفرنا
بما کنا مشرکین۔ فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راوا باسنا سنت
اللہ التی قد خلت فی عبادہ وخسر ھنالک الکافرون۔ یعنے جب کفار
ہمارا عذاب دیکھینگے تو کہینگے کہ ہم ایمان لائے اللہ ایک پر اور کفر کیا ہمنے ان
چیزوں سے جنکے ہم مشرک تھے۔ عذاب دیکھنے پر ایمان لانا انکو کچھ نفع نہ دیگا۔ سنت
اللہ ہے جو گزری ہے بندوں میں اور اسوقت گھاٹے میں ہونگے کفار۔ عذاب دیکھنا
خواہ دنیا میں ہو۔ کیونکہ وہ بھی نمونہ قیامت ہی ہوتا ہے۔ ایک گروہ ہے کہ جسکا ایمان
دنیا میں محض دنیا اور زینت دنیا ہوتی ہے یہاں خدا نے ان دونوں سے تعرض

کیا۔ اب تیسری بات ہے کہ گواہوں کا گواہی دینا۔ اسکی بابت پ۱۲ ہود میں فرماتا ہے۔ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا۔ اولئک یعرضون علی ربھم ویقول الاشھاد ھؤلاء الذین کذبوا علی ربھم۔ الا لعنۃ اللہ علی الظالمین یعنے کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جو اللہ پر جھوٹ باندھے وہ پیش کئے جاوینگے اللہ کے سامنے اور گواہ کہیں گے یہی ہیں جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا۔ لعنت اللہ کی ہے ظالموں پر۔ اس آیت کی یہ تفسیر تمام اشکالات سے محفوظ ہے۔

(۲۲و۲۱) نصرت اور ہجرت کی تشریح پہلے بیان ہو چکی۔ تمکن فی الارض سے مراد سکونت در زمین ہے نہ حکومت۔ چنانچہ آیت ولقد ملنا کم فی الارض اس پر شاہد ہے۔ اس تمکن پر خدا فرماتا ہے الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر یعنے اگر ہم انہیں زمین میں تمکن دیں تو وہ قائم کرینگے نماز۔ دینگے زکوٰۃ اور نیکی کا امر کرینگے۔ اور بدی سے نہی۔ یہ چاروں اوصاف ہمارے ائمہ کے ہیں اقاموا الصلوٰۃ ولقیمون الصلوٰۃ سے اتوا الزکوٰۃ ولیوتون الزکوٰۃ وھم راکعون سے امروا بالمعروف تامرون بالمعروف سے ونھوا عن المنکر وتنھون عن المنکر سے ظاہر ہے۔ ہاں آپکے خلفاء کے لئے قرآن میں حکومت کا وعدہ ہے چنانچہ ۲۶۔۷ میں فرماتا ہے فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمیٰ ابصارھم افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا یعنے اے قوم قریش نزدیک ہے اگر تم حاکم ہو۔ تو فساد کرو زمین میں۔ اور قطع قبیلہ داری کرو۔ یہ وہ جماعت ہے جس پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ پس بہرا کر دیا انکے کانوں کو اور اندھا کر دیا انکی چشم بصیرت کو۔ آیا تامل اور تفکر نہیں کرتے ہیں قرآن میں یا انکے دلوں پر قفل ہیں۔ اس میں اللہ نے لعنت کی ہے ان لوگوں پر جو قریش سے تھے کیونکہ یہ آیہ سورہ محمدؐ میں ہے جسمیں حضور کی قوم کے ابرار و اشرار و کفار کا ذکر ہے۔ اور وہ حاکم اور بادشاہ بھی ہوئے۔ چنانچہ صواعق محرقہ میں احمد حنبل سے مروی ہے کہ آیہ یزید بن معاویہ کی شان میں نازل ہوا

حالانکہ اس آیت میں خطاب حاضرین عہد رسالت کو ہی۔ اور یزید پر اسے حمل کرنا انحراف عن الظاہر ہے۔ اس آیت میں ان تمام والیان ظلمہ قریش کو احصا کر دیا ہے جو کہ بعد رسول ہوئے۔ اسطرح کہ پانچ ضمائر حاضر اور چھ غائب معہ اسم اشارہ او موصول کے وارد ہوئی ہیں جیسا کہ میں نے ہر ایک پر نمبر لگا دیئے ہیں۔ اور یہی عدد ان والیان کا ہے کہ پانچ تو حاضرین عہد رسالت پناہ سے ہوئے۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ معاویہ۔ عبداللہ بن الزبیر لیکن چھ جو غائب ضمائر معہ اشارہ و موصول ہیں وہ بعد انکے پیدا ہوئے اور وہ یزید عبدالملک اور اسکے چاروں بیٹے کہ کل میزان چھ کی ہوئی اور گرانڈ ٹوٹل گیارہ ہوا۔ اور قاضی عیاض اور شیخ عسقلانی نے اسی عدد کو مصداق حدیث اثنا عشر خلیفہ کلہم من قریش ٹھہرایا ہے فتفکر۔

علامات منافقین

وما للظالمین من انصار۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اب اگر خلفاء ظالم تھے تو انکی نصرت اور نصرت بھی اللہ کی طرف سے کیوں ہوئی۔ نیز اس نے فرمایا انہ لا یفلح الظالمون ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ اگر وہ ظالم تھے تو پھر مراد مند کامیاب کیوں ہوئے۔ منافقین کی علامات خدا بیان کرتا ہے۔ ان لم ینتہ المنافقون لنغرینک بہم ثم لا یجاورونک الا قلیلا ملعونین این ما ثقفوا اخذوا و قتلوا تقتیلا۔ اگر منافق باز نہ آئینگے تو ہم تجھے چڑھائی کا حکم دینگے۔ پھر تیرے پڑوس میں نہ رہینگے۔ مگر تھوڑی مدت پھٹکارے گئے دھتکارے ہوئے جہاں ملے پکڑے گئے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ اب ذرا سوچو کہ حضرات شیخین رسول اکرم کے ساتھ چڑھائی کرنے میں شریک تھے۔ یا کہ ان پر چڑھائی ہوئی اور پھر ہمسائگی و قرابت رسول سے نکالے گئے۔ یا ایسا پڑوس ملا کہ مرنے کے بعد بھی قرین روضہ منورہ مطہرہ کے ساتھ ہیں۔ رسول اکرم صلعم کے مزار پرانوار کے ساتھ انکی قبروں کا ہونا ہی انکے مومن صالح الاعمال ہونے کا بھاری ثبوت ہے۔ کیونکہ جہاں خدا کا نبی مدفون ہے وہ سرزمین تو سراپا برکت اور نورانی اور محل نزول رحمت یزدانی ہوتی ہے۔ پس ہر مومن کو یقین رکھنا چاہیئے کہ یہ لطف ہمسائگی اٹھانے والے ان انوار سے برابر حصہ لے رہے ہیں۔ اور ان کی قبروں

کا ساتھ ہونا خدا تعالیٰ کا فعل ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے سرور کائنات کی معیت کا حق پورا پورا ادا کیا۔ غور کرنا چاہیئے کہ یہ موقع حضرت علیؓ وغیرہ کے لئے کیوں نہ بنا اور کیوں ایسے واقعات پیش آگئے کہ ایسا کرنے میں کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ منافقوں کو لکھا ہے ملعون خدا کی رحمت سے دور جسکا نتیجہ یہ ہے کہ خلقت سے بھی پھٹکار پڑے۔ مگر ہزاروں لاکھوں ہیں جو انکے نام کیساتھ رضی اللہ عنہم پڑھتے ہیں اور خدا نے انکو مقام وہ دیا جہاں روزِ حشر تک اسکی رحمت کا نزول ہوتا رہیگا۔ یعنے روضۂ منورہ نبیؐ۔ پھر منافقوں کے لئے لکھا ہے۔ انھم لیفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین (وہ سال میں ایکدفعہ بلکہ دوبار کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں) لیکن ہمیں کوئی روایت شیعہ سے بھی نہیں ملی۔ کہ حضرات ثلثہ پر کچھ اس قسم کا عذاب نازل ہوتا رہا جس سے حضرت علیؓ مستثنیٰ ہوتے رہے ہوں۔ نیز نبی کریم کو ارشاد ہے جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم (کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر) اگر یہ حضرات کفار و منافقین تھے تو آپ نے کیوں جہاد نہ کیا۔ اور سختی نکی بلکہ خلاف اسکے انسے مشورہ لیتے رہے اور ان کا کہا مانتے رہے۔ حالانکہ آیت میں صاف آچکا تھا۔ لا تطع الکافرین والمنافقین (کافروں اور منافقوں کی صلاح نہ مان) میرے دوستو! رسول کریم سے مشورہ لینے والوں کو تو صاف مومن لکھا ہے قل اذن خیر لکم یؤمن باللہ ویؤمن للمؤمنین ورحمۃ للذین آمنوا منکم (ہر بات سننے والا تمہارے لئے بہتر اللہ پر یقین رکھتا ہے اور مومنوں کی مانتا ہے اور ان مومنوں کے لئے رحمت ہے۔ پھر تعجب پر تعجب ہے۔ کہ خدا تو فرماتا ہے انا من المجرمین منتقمون (ایسے مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں) اور قاتلھم اللہ (اللہ ان منافقوں کو ہلاک کریگا۔) اور لھم فی الدنیا خزی (انہی دنیا میں انکی ذلت و خواری ہوگی) اور سب سے بڑھکر یہ کہ وھموا بما لم ینالوا (جو ارادہ کریں وہ کبھی پورا نہ ہوگا) اور اس کے ساتھ ہے لیعذبھم اللہ عذابا الیما فی الدنیا (خدا دنیا میں ان کو دردناک

عذاب دیگا۔ پھر یہ کہ ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین۔ ان اللہ لا یھدی القوم الفاسقین۔ اللہ تعالیٰ ظالموں فاسقوں کو کبھی کامیاب نہیں کرتا اگر یہدی کے معنے کریں کہ ہدایت نہیں دیتا تو یہ تو بڑی بھاری گستاخی اللہ تعم کی شان میں ہے پھر فاسقوں ظالموں کا کیا قصور جب خدا ہدایت نہ دے یہاں حنفی مراد مند کرنے کے ہیں۔ لیکن نتیجہ اسکے خلاف نکلا یعنے بزعمہم ثلاثہ۔ منافق۔ کافر۔ ظالم۔ فاسق تھے۔ مگر اُنہوں نے جو کچھ ارادہ کیا مثلاً خلافت حق علی چھین لینے کا وغیرہ ذالک وہ پورا ہوا اور وہ ہر طرح فائز المرام ہوتے۔ حالانکہ عزت مومنوں کے لئے تھی وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولاکن المنافقین لا یعلمون (عزت ہر طرح کی اللہ اور اسکے رسول اور مومنوں کے لئے ہے لیکن منافقین اسبات کا یقین نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم ہی ہونگے ان مومنوں کو نکال دینگے مومنو اگر یاد رکھو کہ مومن ہی منافقوں کو نکالینگے جیسے کہ واقع ہوا۔ اگر یہ منافق تھے تو کیوں ہموا ہلم بنالوا کے خلاف فائز المرام ہوئے دیکھو قرآن شریف میں فائز کون ہیں۔ اصحاب الجنۃ ہم الفائزون (اصحاب جنت ہی کامیابی حاصلکرتے ہیں) کامیابی ہیں تو کچھ شک نہیں پس اصحاب الجنت ہوئے ہیں بھی کچھ شک نہیں پھر اسیطرح ایک اور آیت ہے۔ الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم اعظم درجۃ عند اللہ اولئک ھم الفائزون یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنات لھم فیہا نعیم مقیم (جو لوگ ایمان لائے ہجرت کی فی سبیل اللہ جہاد و مجاہدہ کیا اپنے مالوں اور جانوں سے ساتھ خدا اللہ کے نزدیک بڑا مرتبہ اور درجۂ عظیم رکھتے ہیں وہی تو مراد مند ہونگے اللہ م انکو اپنی رحمت رضامندی کی بشارت دیتا ہے۔ انکے لئے باغات ہیں جن میں دائمی وابدی نعمتیں حاصلکرینگے اب یہ تو خصم کو بھی تسلیم ہے کہ وہ اس دنیا میں اپنی مرادوں کو پہونچے پس ثابت ہو گیا کہ وہ مومن مہاجرین وغیرہ تھے خدا تعالےٰ نے کئی مقامات پر انکو مومنین فرمایا ہے جو جنگ میں شامل تھے۔ اذ تقول للمؤمنین الن یکفیکم ان یمدکم ربکم (جبتو تمنے تو مومنوں سے کہا تھا کیا تمہیں کفایت نہیں کرتے کہ تین ہزار فرشتوں سے تمہیں مدد دی (۲) اذ غدوت من اھلک تبوئ المؤمنین مقاعد للقتال

رجب تو صبح کے وقت گھر سے نکلکر مومنونکو مناسب مقام پہ کھڑا کرد ہاتہا)

(۳) یخربون بیوتہم بایدیہم وایدی المومنین (اپنے گہرون کو اپنے ہاتھوں اور مومنون کے ہاتھوں اُجاڑنے لگے)۔ (۴) لقد تاب اللہ علی النبی و المہاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ (اللہ نے فضل کیا نبی پہ اور مہاجرین اور انصار پر جنہونے نہایت تنگی کے وقت متابعت کی۔ یہ جنگ تبوک کا حال ہے جسمیں بالاتفاق حضرت علی شامل نہ تھے +

(۵) لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ (مومنوں سے راضی ہے اللہ جب درخت کے نیچے بیعت کرتے تھے +

ریویو اس بحث میں سب سے پہلے یہ دیکھنا لازم ہے کہ نفاق کیا ہے اور منافق کسے کہتے ہیں کتاب حمید ہمیں بتلاتی ہے کہ منافق وہ ہے۔ جس کا باطن اُسکے ظاہر کے موافق نہ ہو بالفاظ دیگر اسکا باطن ظاہر کے مخالف ہو۔ چنانچہ سورۂ منافقون میں فرماتا ہے اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون یعنے اے رسول جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے اللہ جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے پر اللہ گواہ ہے کہ وہ منافق جھوٹے ہیں ان کی زبان میں کچھ ہے اور دل میں کچھ اور ایک جگہ سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ہم بمومنین یخادعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسہم وما یشعرون۔ فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضاً ولہم عذاب الیم بما کانوا یکذبون یعنے بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور روزِ آخرت پہ پر وہ مومن نہیں ہیں وہ اپنے خیال میں اللہ کو اور مومنونکو دہوکہ دیتے ہیں لیکن دراصل وہ اپنی ہی جان کو دہوکا دیتے ہیں پر نہیں سمجھتے۔ انکے دلون میں بیماری ہے اور جیسے مریض بدپرہیزی اور بے اعتدالی سے اپنی مرض کو بڑھا لیتا ہے ویسے ہی یہ روحانی مریض ہی تکذیب کیوجہ سے اپنے مرض نفاق کو بڑھا لیتے ہیں۔ اور جیسے بدپرہیزی کا انجام ہلاکت ہے ویسے ہی ان کی روحانی بے اعتدالی

کا انجام دردناک عذاب ہے ان دونوں آیات میں منافقوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے لیکن فرق صرف اسقدر ہے کہ پہلی آیت میں منافقین کے اقرار رسالت کا ذکر ہے اور دوسری میں اقرار توحید و معاد کا لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ جیسے ایمان باللہ اور محبت باللہ کا معیار رسول ہے ویسے ہی نفاق و مرض روحانی کا معیار بھی یہی رسول ہے چنانچہ خدا اپنے مدعیان محبت کو کہتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو اسی سے محبت الٰہیہ پہچانی جائے گی جو اللہ سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔ وہی اُسکے محبوب کا اشد اتباع کریگا۔ اور جو زبانی محبت کا دعویدار ہوگا اسکا اتباع بھی زبانی ہوگا وہ بالکل خشک زاہد کیطرح ہوگا جس کی عبادت و ریاضات محض بیثمر اور ریائی ہیں اور رسول بھلا کیوں معیار نہ ہو جبکہ خدا نے اسے میزان کر کے بھیجا ہے انزل الکتاب والمیزان اللہ نے کتاب اور میزان اتاری ہے کوئی ترازو و کتاب اللہ کیساتھ آسمان سے نہیں اترا ہے وہ ترازو حضرت احمد مجتبٰی روحی لہ الفدا ہی ہیں پس جس نے اس میزان میں بموجب حکم الا تطغوا فی المیزان کوئی زیادتی نہیں کی وہ تو ہے مومن حقیقی اور جسنے کی وہی دراصل منافق ہے اور جیسے ایمان کا ثمرہ اعمال حسنہ ہیں ویسے ہی نفاق کا ثمرہ اذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ نماز میں تکاہل و لاکاسل و اذا راوا تجارۃ او لھوا ن انفضوا الیہا و ترکوک قائما۔ نماز میں میزان کو چھوڑ کر میزان تجارت ولہو کیطرف بھاگنا جہادوں سے اکراہ و نفرت اور ربنا لم کتبت علینا القتال (اے اللہ تم نے ہم پر جہاد کیوں واجب کیا) کہنا۔ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوٰۃ الدنیا۔ حیوٰۃ دنیا سے راضی ہو کر جنگوں سے بھاگنا وغیرہ اور اپنے رسول کے ساتھ خدا نے ایک اور میزان رکھی تھی جسکو علی عالی کہتے ہیں چنانچہ صحابہ سے منقول ہے کنا لنعرف المنافقین فی عہد رسول اللہ ببغضھم علی ابن ابی طالب عہد رسالت پناہ میں علامت منافق بغض علی تھا۔ پس صاحبو! یہ ہیں معیار اور یہ ہیں علامات منافقین۔ کھرے کھوٹے کو پرکھ لے جسکا جی چاہے اگر نہ پرکھا تو خسرالدنیا والاخرۃ کا مصداق ہے۔

ہمارے مکرم مخاطب نے اس بحث میں بارہ علامات منافقین کا ذکر کیا ہے

جن میں سات یعنے ۱ و ۲ و ۴ و ۷ و ۹ و ۱۱ و ۱۲ تو عام ہیں اور کافروں کو بھی مانع ہیں پھر ان میں سے ۱ و ۲ و ۷ و ۱۲ تو عام گناہ گاروں کو بھی اپنے اندر شامل کرتی ہیں کیونکہ لفظ ظالم عام ہے ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون۔ جو حدود اللہ سے تجاوز کرے وہ ظالم ہے اور ایسا ہی لفظ مجرم۔ تو اس لحاظ سے ایک بے نماز ظالم بھی اور مجرم بھی ایک زانی ظالم بھی ہے اور مجرم بھی اور ایسا ہی شراب خوار و قمار باز وغیرہ تو کیا ان جرائم پیشہ اور عاصیان خدا کا دنیا میں کوئی مددگار نہیں ہوتا کیا ان کی اکثر امنگیں بر نہیں آتیں کیا یہ اپنے ارادوں میں ناکام ہوتے ہیں کیا ان کو جرائم کی سزا ہر حالت میں دنیا ہی میں مل جاتی ہے کیا ہر زانی آتشک و سوزاک میں مبتلا ہو جاتا ہے انہی طرز پر کفار کو خیال کیجیے کیا ہر کافر ہر سال میں ایک دو بار عذاب نازل ہوتا ہے کیا ہر کافر کو اس جلوۂ ناپائیدار میں ذلت ہوتی ہے تو پھر یہ علامات ہی کیا ہیں۔ اس مختصر بیان میں آپکی تمام باتوں کا جواب ہو گیا ہے لیکن اب میں چاہتا ہوں کہ ہر ایک آیت پیش کر کے اس کی مختصر تشریح بھی لکھ دوں تاکہ یہ بحث بھی مکمل ہو۔

(۱) پہلی آیت شاید دو جگہ قرآن میں ہے ایک تیسرے پارے میں اور دوسری چھٹے کے اخیر میں آپ نے سیاق و سباق پر کچھ خیال نہیں کیا اور ایک ٹکڑا لکھ کر اس پر نغمہ سرائی کی ہے پہلی آیت یوں ہے وما انفقتم من نفقۃ اونذرتم من نذر فان اللہ یعلمہ وما للظالمین من انصار۔ یعنے جو تم نے خرچ کیا یا نذر دی اللہ اسے جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ آیت خاص نہیں بلکہ عام ہے اور اس میں ظالم سے وہ مُنفق و ناذر مراد ہے جس کی انفاق میں نیت بخیر نہ ہو جو فی سبیل اللہ انفاق کرے جو انفاق میں ریا کرے یا مستحقین پر انفاق کرے ہر ایک فعل کا ایک اثر دنیاوی ہوتا ہے اور ایک اخروی انفاق کا دنیوی اثر یہ ہے کہ لوگ منفق کے گرویدہ احسان بنجاتے ہیں اور اسکے ناصر و بازو۔ پس اگر منفق کی نیت یہی ہے تو یہ اسے ملجاتا ہے لیکن اثر اخروی سے اسکا فعل خالی ہو جاتا ہے۔ اور وہاں اسکا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے ان الذین کفروا الذین

قالوا ان اللہ ھو المسیح بن مریم وقال المسیح یا بنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماواہ النار وما للظالمین من انصار۔ یعنے کافر ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے کہا مسیح خدا ہے۔ حالانکہ مسیح نے بنی اسرائیل کو کہا کہ تم عبادت کرو میرے رب کی اور اپنے رب کی تحقیق جو اللہ سے شرک کرے اس پر جنت حرام ہو جاتی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں اس آیت کو علامت منافقین میں لکھنا آپ کی قرآن دانی کو ظاہر کرتا ہے حالانکہ یہ آیت صریحاً مسیحیوں کے لئے ہے اور جنت و نار کے ذکر کے بعد وما للظالمین بیان کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ آخرت میں انکا کوئی مددگار نہ ہوگا اور بھلا دنیا سے اسکے کیا تعلق ہم دیکھتے ہیں کہ مسیحیوں کے ہزاروں لاکھوں مددگار ہیں آپ بھی انکے مددگار ہیں آپکے مرزا صاحب کے والد نے غدر کے موقعہ پر ان کی مدد کی اور یہ دوسروں کی مدد سے ہی تو اتنی بڑی قلمرو پر حکمران ہیں یع بس نزک من مناذکہ تا کی تمام شد۔ اسوقت ایک اور آیت یاد آگئی جو وما لہم من ناصرین کا وقت بتلاتی ہے۔ ان یوم الفصل میقاتہم اجمعین یوم لا یغنی مولی عن مولی شیئاً ولا ہم ینصرون الا من رحم اللہ۔ بتحقیق یوم فصل ان تمام کا میقات ہے جدن نہ مولی مولی سے غنی کیا جاویگا اور نہ مدد کئے جائینگے مگر جس پر اللہ رحم کرے ؞

(۲) دوسری آیت جزو ۱۲ سورۂ یوسف میں یوں ہے وراودتہ التی ھو فی بیتہا عن نفسہ وغلقت الابواب وقالت ھیت لک قال معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای انہ لا یفلح الظالمون۔ اس کا ترجمہ حمائل مطبوعہ مطبع مصطفائی دہلی میں یہ لکھا ہے اور پھسلایا اسکو عورت نے جسکے گھر میں تھا اپنا جی تھامنے سے اور بند کئے دروازے اور بولی شتابی کر۔ کہا خدا کی پناہ۔ وہ عزیز مالک ہے میرا۔ اچھی طرح رکھا ہے مجھ کو۔ البتہ بھلا نہیں پاتے جو لوگ بے انصاف ہوں۔ اس آیت کو بھی علامات منافقین سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہاں ظالم زانی کیطرف ارشاد ہے اور آپ کے خلفاء پر زنا کی تہمت کوئی نہیں لگاتا۔ اور نیکہ یہاں بھی فلاح اخروی مقصود ہے

(۸) تیسری آیت میں آپ نے کتر بیونت کی ہے کچھ الفاظ بالکل ہی چھوڑ دئے ہیں۔ جن پر میں نے خط کھینچا ہے پوری آیت اس طرح ہے :۔

لئن لم ینتہ المنافقون۔ والذین فی قلوبہم مرض و المرجفون فی المدینۃ لنغرینک بہم ثم لا یجاورونک فیہا الا قلیلا اسکا ترجمہ نور اللغات میں صفحہ ۲۱۶ میں یہ لکھا ہے اگر یہ منافق اور دل کے بیمار اور مدینہ میں بری خبریں اڑانے والے باز نہ آئیں گے تو ہم تجھے ان کی سزادہی پر آمادہ کریں گے پھر یہ مدینہ میں تیرے قرب و جوار میں رہنے نہ پائینگے یہ آیت بھی عام منافقین کے لئے نہیں بلکہ ایک خاص گروہ منافقین کے لئے۔ انکا قصہ اسی کتاب میں یوں لکھا ہے کہ مدینہ کے بعض بد معاش مسلمان عورتوں کو چھیڑتے تھے اور عورتوں کو دکھ دیکر انکے متعلق لوگوں کو تکلیف پہونچاتے تھے چونکہ بظاہر مومن ہونے کے مدعی تھے اس لئے جب پکڑے جاتے تو عذر کر دیتے کہ اس کو ہم نے پہچانا نہیں اسواسطے یہ نشان لگایا گیا ہے اور ماقبل کی آیت کسقدر صفائی سے بتاتی ہے کہ بڑی چادر ایک نشان تھا۔ اور ان سے واضح ہوتا ہے کہ ایک شرارت کی بندش اسلام نے کی ہے" اس سے واضح ہوتا ہے کہ نفاق سے باز رہنے کا حکم اس آیت میں نہیں بلکہ ایک خاص گروہ بد معاش مسلمانوں کو انکی شرارت ایذاء مومنین سے باز رہنے کا حکم ہے اور یہ تو کسی شیعہ نے بھی نہیں لکھا۔ کہ ثلاثہ انمیں شامل تھے پھر انے آیت کو کیا تعلق اور سنیئے کہ اگر اس آیت میں نفاق سے باز رہنے کا حکم ہوتا تو یہ سیاق و سباق سے معلوم ہوتا لیکن یہاں نہ سیاق دلالت کرتا ہے نہ سباق قران کریم میں منہتے عنہ کبھی تو صلہ حرف عن سے پہچانا جاتا ہے اور کبھی سیاق سے پہلے کی مثال و ان لم ینتھوا عما یقولون (اگر وہ باز نہ آئے اس سے جو وہ کہتے ہیں) اسمیں امر منہی عنہ حرف عن لانے سے ظاہر کیا۔ دوسرے کی مثال لا تقولوا ثلثۃ انتھوا خیر لکم۔ (یہ نہ کہو خدا تین ہیں اس سے باز رہو) ۲۰۶ لیکن آیت زیر بحث میں نہ نفاق کا پہلے ذکر ہوا ہے اور نہ بعد میں نفاق کیکر اسپر عن آیا ہے پس معلوم ہوا کہ منہتے عنہ نفاق نہیں :۔

جناب والا! ان عذرہا ول پر تو کوئی چڑھائی نہیں ہوئی۔ وہ تو اس تحریک

حکم کو سنکر ہی باز آگئے - پھر اس چڑھائی میں خلفاء کا شمول خیال خام نہیں تو اور کیا ہے؟ ہمسائگی کی شرافت کیسی؟ رسول اللہ نے اپنی زندگی میں ہی انکے دروازے مسجد کیطرف بند کردئے گئے حقیقی ہمسائگی تو علی کو ملی جنکا دروازہ مسجد کیطرف کھلا رکھا گیا +

اور روضۂ رسول کے پاس دفن ہونے سے غیر مومن کو کیا نفع - مرزا صاحب نے حقیقت الوحی صفحہ ۳۱۳ میں لکھا ہے کہ موت کے بعد جسمانی قرب کچھ حقیقت نہیں رکھتا قرآن تبلاتا ہے کہ سکونت حرم ہی مدار نجات نہیں ایک گروہ باوجود فیض پانے کے فیض اخروی سے محروم ہے - پ ۲۰ قصص میں فرماتا ہے وقالوان نتبع الھدی معک نتخطف من ارضنا اولم نمکن لھم حرما امنا یجبی الیہ ثمرات کل شیئی رزقا من لدنا ولکن اکثرھم لا یعلمون یعنے کفار نے کہا کہ اگر ہم تیرے ساتھ اے رسول ہدایت کی پیروی کریں تو اچکے جاویں اپنے ملک سے کیا ہم نے انکو جگہ نہیں دی حرم جائے پناہ میں کھینچے آتے ہیں اسطرف میوے ہر چیز کے روزی ہماریطرف پر بہت ان میں کچھ علم نہیں رکھتے کیسے کیا اچھا کہا ہے

دون شود از قرب بزرگان خراب + جیفہ و بدبوئے بدار آفتاب

کیا آپ کو یاد ہے کہ خدا فرماتا ہے لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا - اور لا تدخلوا بیوت النبی حتی یوذن لکم - کسی کے گھر میں بغیر اذن کے داخل ہونیکا حکم نہیں پھر انکو خانہ نبی میں دفن کرنیکا کیا مجاز تھا اگر کہو کہ عائشہ و حفصہ کے حکم سے دفن ہوئیں - تو میں کہتا ہوں کہ وہ تھیں کون؟ جائیداد غیر منقولہ میں عورت کا حصہ ہی کوئی نہیں اگر بحث جاشے الا نبیاء کی بنا پر کہو کہ مال مسلمین تھا ان کی رضا سے دفن ہوئے تو میں کہونگا اچھا اس حدیث کو مان لیا تو کیا اہل بیت نبی مسلمان نہ تھے انسے استمزاج کیا گیا؟ ہرگز نہیں - پھر انکا روضۂ انور کے پاس دفن ہونا ہی ناجائز - باعث نافرمانی والدیا و رسول ہی ان انوار سے حصہ پانا تو کجا +

آپ کا آخری فقرہ تو غضب کا ہے کہ حضرت علی رض وغیرہ کے لئے یہ موقعہ کیوں نہ تھا - میاں! تمہارے سچ کے لئے ہی کیوں نہ تھا حالانکہ احادیث میں وارد ہے

کہ مسیح رسول اللہ کے ساتھ دفن ہوگا۔ دفن تو کجا تمہارے مسیح کو زیارت روضہ
انور بھی نصیب نہ ہوئی۔ حضرت علی و دیگر آئمہ کو قرب حقیقی حاصل تھا۔ وہ پاس دفن
نہ ہوں تو کیا ہوا۔ اور نہ حضرت علی نے کوشش کی۔ ہاں امام حسن مجتبےٰ علیہ
السلام نے وصیت کی تھی، لیکن عائشہ اُنکے دفن سے مانع ہوئیں اور کیا جو کچھ
کہ کیا ؛؛

کیا ہی لطیف فریب ہے کہ لوگ ثلاثہ کو رضی اللہ عنہم کہتے ہیں اسلئے وہ مانندہ
درگاہ نہیں کیا دیا نند سرسوتی کو آریہ رشی مہارشی نہیں کہتے ہیں۔ کیا پنڈت لیکھرام
پر آریہ رحمتیں نہیں بھیجتے۔ تو پھر کیا وہ ملعون نہیں۔ کیا بت پرست بتوں کی
تعریف نہیں کرتے تو پھر کیا وہ وقود النار نہ ہونگے اور مریدوں کے کہنے سے کیا
ہوتا ہے وما دعاء الکافرین الا فی ضلال ع ہزار سجدے کرو بت نہیں خدا کئے

(۴) چوتھی آیت پ۱۱ توبہ میں یوں ہے یا ایہا الذین امنو قاتلوا الذین
یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ واعلموا ان اللہ مع المتقین
واذا ما انزلت سورۃ فمنہم من یقول ایکم زادتہ ھذہٖ ایمانا فاما
الذین امنوا فزادتہم ایمانا وھم یستبشرون واما الذین فی قلوبہم
مرض فزادتہم رجسا الی رجسہم وماتوا وھم کافرون - اولا یرون
انہم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ثم لا یتوبون ولا ھم
یذکرون - **ترجمہ** - اے ایمان والو لڑتے جاؤ اپنے نزدیک کے کافروں سے
اور چاہئے اُنہیں معلوم ہو تمہارے بیچ میں سختی - اور جانو کہ اللہ پرہیزگاروں کے
ساتھ ہے اور جب کوئی سورت اُترتی ہے تو بعض اُنہیں سے کہتے ہیں - کہ
اس نے تم میں سے کسکا ایمان زیادہ کیا سو ایمان والوں کا ایمان تو زیادہ ہوتا
ہے اور وہ خوشوقتی کرتے ہیں اور جنکے دلمیں بیماری ہے اس نے ان کی
گندگی پر گندگی بڑھادی (بسبب انکار کے) اور وہ مرے درحالیکہ کافر تھے
یہ نہیں دیکھتے کہ وہ آزمائے جاتے ہیں ہر برس ایکبار یا دوبار۔ پھر توبہ نہیں کرتے
اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں - اس میں بھی کفار ہی کا ذکر ہے نہ منافقین کا۔ اور یہ کہ
فتنہ کے معنے اکثر جگہ قرآن میں آزمائش کے آئے ہیں جیسے انما اموالکم واولادکم

فتنہ وفتناک فتونا ۔ ۱۶ ۔ طہ ۔ ونبلوکم بالشر والخیر فتنہ ۱۷ ۔ انبیاء (تمہاری مال واولاد فتنہ ہیں تا آزمایا تجھے آزمانا اور آزمائینگے تمہیں شر وخیر فتنے سے) اس معنے کے لحاظ سے منافقین بھی آزمائے جاتے تھے ۔ جیسے کہ تشحیذ الاذہان میں لکھا ہے کہ صلح حدیبیہ پر حضرت عمر جیسے بزرگ کو ابتلا کا سامنا ہوا ۔

(۵) پانچویں آیت کلام پاک میں دو جگہ ہے پ۱۰ توبہ اور پ۲۸ تحریم میں ۔ یاایہا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم وماواھم جہنم و بئس المصیر ۔ اے نبی جہاد کر کافروں اور منافقوں سے اور اسپر سختی کر انکا ٹھکانا جہنم ہے جو کہ بُری جگہ ہے اس آیت میں حکم جہاد ہے لیکن جہاد کن سے ہوتا ہے فاتلوا الذین یقاتلونکم فی الدین انسے لڑائی کرو ۔ جو دین میں تمہارے ساتھ لڑیں لیکن جو اقدام جنگ نہ کریں اُنسے لڑنیکا حکم نہیں چنانچہ فرماتا ہے لاینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروکم وتقسطوا الیہم ۔ جن لوگوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو وطنوں سے نکالا ۔ خدا منع نہیں کرتا کہ اُنسے نیکی والصاف کرو ان قواعد کی رو سے رسول اللہ نے منافقین سے کوئی جہاد نہیں کیا چونکہ اُنہوں نے اقدام جنگ نہیں کیا البتہ بعد از وفات رسول اُنہوں نے زور پکڑا لیکن چونکہ وہ حد وجوب جہاد پر نہیں پہونچا اسواسطے خلیفہ رسول نے بھی اُنسے جہاد نہیں کیا جسکی وجہ ایک اور یہ بھی تھی ۔ کہ خلیفہ رسول خیر خواہ دین ہوتا ہے ۔ اگر اسوقت جہاد کرتا ۔ تو اسلام بالکل ضعیف و منہدم ہوجاتا ۔ اور جزیرہ نما عرب میں ہی محدود رہتا ہاں خلافت ظاہری میں جمل صفین اور نہروان کے معرکے کئے وہ بھی تب جب انکی طرف سے اقدام ہوا ۔

(۶) چھٹی آیت توبہ پ۱۰ کے ثلث کے قریب ہے ومنہم الذین یوذون النبی ویقولون ھواذن ۔ قل اذن خیر لکم یؤمن باللہ ویومن للمومنین ورحمۃ للذین آمنوا منکم ۔ والذین یوذون رسول اللہ لہم عذاب الیم ۔ منافقوں میں سے بعض نبی کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں ۔ وہ کان ہے کہدے بہتر کان تمہارے لئے تصدیق رکھتا ہے خدا پر اور تصدیق

کرتا ہے خاص مومنوںکو اور رحمت ہے خاص اُنکے لئے جو تم سے ایمان
لائے ۔ اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں اُنکے لئے دردناک عذاب ہے ۔
بات اور مشورہ سننا کان کے متعلق ہے اور تصدیق و ایمان قلب کے ۔ پہلا امر
منافقوں اور مومنوں سب کے لئے ہے جیسے اذن خیر لکم سے ظاہر ہے
اور دوسرا امر صرف مومنوںکے لئے جیسے یومن للمومنین ورحمۃ للذین امنوا
منکم سے ہویدا ہے پس سنتے حضور سب کی تھے اور تصدیق صرف خالص
مومنین ہی کی کرتے تھے ۔ صرف تصدیق ہی کا ذکر ہے نہ کہ عمل کا ۔ عمل حضور کا
وحی پر تھا ان اتبع الا ما یوحی الی میں اس کی پیروی کرتا ہوں ۔ جو میری طرف وحی
کیا جاتا ہے اور منافقوں سے آپ اس لئے مشورہ لیتے تھے تاکہ انکا مانی
الضمیر معلوم ہو ۔ جب مجھے اس اُذن سے ایک اور اُذن یاد آگیا جسکی تعریف میں خدا
فرماتا ہے وتعیہا اذن واعیۃ (اور یاد رکھے اُسکو کان سننے والا) جسکی نسبت
ابن جریر مصدقہ حکیم الامت نے بریدہ اسلمی سے روایت کی ہے ۔ قال سمعت
رسول اللہ صلعم یقول لعلی ان اللہ امرنی ان اعلمک لتعی وحق علی
اللہ ان تعی فنزلت وتعیہا اذن واعیۃ (راوی کہتا ہے کہ مینے جناب
رسول اللہ کو جناب امیر سے فرماتے ہوئے سنا کہ خدا تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ یا
علی ہم تمہیں تعلیم کریں تاکہ تم یاد رکھو ۔ اور خدا پر حق ہے کہ تمہیں یاد رکھا دے
پس یہ آیت نازل ہوئی کہ یاد رکھے اسکو سننے والا کان) اس شخص کی کچھ
فضیلت نہیں جس کی رسول سنے بلکہ فضیلت کا سہرا اُسکے سر ہے ۔ جو
رسول کی سنے اور اُسے یاد رکھے ۔

(۷) ساتویں آیت پ ۲۱ الم سجدہ میں اس طرح ہے واما الذین فسقوا
فماواھم النار کلما ارادوا ان یخرجوا منہا اعیدوا فیہا وقیل لھم
ذوقوا عذاب النار الذی کنتم بہ تکذبون ولنذیقنھم من العذاب
الادنی دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون ومن اظلم ممن ذکر
بایات ربہ ثم اعرض عنہا انا من المجرمین منتقمون ۔ جو لوگ بے
حکم ہو گئے انکا گھر آگ ہے جب اس سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسمیں اُلٹے جا دیں گے

اور انکو کہا جاویگا کہ چکھو تم اس آگ کا عذاب جس کو (قولاً یا فعلاً) جھٹلاتے تھے اور البتہ ہم انکو چکھاوینگے چھوٹا عذاب بڑے عذاب سے پہلے شاید وہ باز آویں۔ اور بڑا ظالم ہے وہ جو پند دلایا گیا اپنی رب کی آیات سے اور پھر اس سے منہ موڑا ہم ضرور ان گناہ گاروں سے بدلا لیں گے ان آیات میں تین باتیں قابل غور ہیں۔ (۱) عذاب ادنےٰ (۲) آیات رب (۳) انتقام من المجرمین۔ اور تیسری بات تمام امور کی تشریح کرتی ہے۔ ایک ہے انتقام دوسرا ہے سزا۔ سزا تو نافرمانیٔ حکم پر ہوتی ہے۔ لیکن انتقام کیا ہے کسیکو تکلیف کے بدلے میں تکلیف دینا دکھ کے عوض میں دکھ پہنچانا لیکن خدا کو کون دکھ دے سکتا ہے اسے کون تکلیف پہنچاتا ہے اسکی ذات وراء الوراء ہے وہ لاجسم ولا مکان ہے پھر اسے تکلیف کیسی۔ ہاں اُسکے فرستادوں اور نائبوں کو جو دکھ دیا جائے۔ تو گویا وہ خدا کو ہی دیا گیا ہے کیونکہ وہی اُنکے بھیجنے والا ہے ذرا یوذون اللہ ورسولہ کی تلاوت کیجئے۔ پس آیات رب سے یہی مقصود ہیں کیونکہ یہی حضرات خدا کی نشانیاں ہوتے ہیں انہی سے خدا پہچانا جاتا ہے انہی سے آیات اللہ کا ظہور ہوتا ہے اور یہی آیات اللہ کو سنانے والے ہوتے ہیں پس مجرم وہ ہیں جنہوں نے انکو تکلیفیں دیں اور انکا خون بہایا جنکو سزا تو آخرت میں ملے گی۔ لیکن انتقام دنیا میں لیا جاوے گا اور یہی عذاب ادنےٰ ہے اس تحریر کو دیکھنے والا شاید اس سوچ میں پڑے کہ پھر یہ انتقام کہاں دنیا میں لیا گیا۔ بہتو لیے کچھ نہیں لیا تو کیا خدا کا وعدہ جھوٹا ہے۔ نعوذ باللہ خدا سچا اسکے وعدے سچے۔ زمین و آسمان ٹلجائے پر خدا کی باتیں نہیں ٹل سکتیں۔ ناظر بصیر سے التماس ہے کہ وہ ذرا لاحقہ آیات کو بھی دیکھ لے تو ہوا ہے اسلامی آیات اور انکے مخالفین کے انتقام کا دن معلوم ہو جاویگا۔ میں آپ کی خاطر وہ آیات بھی لکھ دیتا ہوں ولقد اٰتینا موسیٰ الکتاب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ وجعلناہ ھدیً لبنی اسرائیل وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بایاتنا یوقنون ان ربک ھو یفصل بینھم یوم القیامۃ فیما کانوا فیہ یختلفون اولم یھد لھم کم اھلکنا من قبلھم من القرون یمشون فی مساکنھم ان فی ذالک لاٰیات افلا یسمعون۔ اولم یروا انا نسوق الماء الی الارض

الجرز فنخرج بہ زرعا تاکل منہ انعامہم وانفسہم افلا یبصرون ویقولون
متی ھذا الفتح ان کنتم صادقین - قل یوم الفتح لا ینفع الذین کفروا ایمانہم
ولا ھم ینظرون - فاعرض عنہم وانتظر انہم منتظرون **ترجمہ** ہم نے موسے
کو کتاب دی پس تو اُسکے ملنے سے دہوکے میں نہ ہو اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کیلئے ہدایت
بنایا اور ہم نے انہیں سے امام بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں جب وہ ٹھیرے
رہے اور ہماری باتوں پر یقین کرتے رہے - تیرا رب قیامت کے دن اُنکے اختلافات میں
فیصلہ کریگا - کیا اُنکو سوجھ نہ آئی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتوں کو ہلاک کیا اور یہ
اُنکے گہروں میں پہرتے رہے اس میں نشانیاں ہیں کیا وہ سنتے نہیں کیا نہیں دیکہا
جو ہوتے کہ ہم ہانکتے ہیں پانی کو چٹیل زمین کیطرف پہر نکالتے ہیں اس سے کہیتی کہاتے
ہیں اس میں سے اُنکے چوپائے اور وہ آپ پہر کیا نہیں دیکہتے نہیں اور کہتے ہیں یہ فتح کب
ہوگی - اگر تم سچے ہو کہدے کہ فتح کے دن کافرونکو انکا ایمان نفع نہ دیگا اور نہ
انکو ڈہیل ملیگی سو تو انکا خیال چہوڑ اور انتظار کر وہ بہی انتظار کرنیوالے ہیں آیات لاحقہ
میں پہلے نبیوں کے اور ائمہ بنی اسرائیل کا ذکر ہے پس معلوم ہوا کہ آیات سابقہ میں آیات
رب سے رسول اور ائمہ ہدا مقصود ہیں - پہر یوم الفصل کا ذکر ہے جسمیں اختلافات
کا فیصلہ ہوگا یاد رکہو اسکا ایک ظہور دنیا کے آخری ایام میں ہی ہوگا - جیسا کہ وللہ
عاقبۃ الامور والعاقبۃ للمتقین سے ظاہر ہے پہر الہلاک امم سابقہ کا بیان کر کے امت
محمدیہ کے فاسقوں کے مآل کیطرف اشارہ کیا ہے ذرا یمشون فی مسٰکنہم پہ غور کیجیگا
تخت فرعون پر کون قابض ہوا مصر کس کیوقت میں فتح ہوا پہر اسکے بعد یوم انتقام
یعنے رجعت کا ثبوت دیا ہے زمین سے زراعت نکلنے کی مثال دیکر آخری ایام میں جو
زراعت زمین سے نکلے گی وہی ہے جسکا یعجب الزراع میں اشارہ ہے پہر یوم انتقام
یا فتح کا ذکر ہے یہاں فتح مکہ نہ سمجھ لینا یہاں تو مطلق فتح کا ذکر کیا ہے فتح مکہ تو اسکا
ایک چہوٹا شبہ تہی - وہ یوم فتح ایسا ہے جسمیں ظاہری و باطنی فتح من کل الوجوہ
حاصل ہوگی پس وہی دن انتقام کا ہے جسکے تئیں کافرونکو کہا گیا ہے فانتظروا
انا معکم من المنتظرین یعنے تم بہی انتظار کرو ہم بہی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں -
یہ وہ دن ہے کہ جس میں ایک طرف تو فتح کے ڈنکے بجینگے اور دوسری طرف معاندین

والمکذبین سے انتقام لیا جائیگا چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے ویوم نحشر من کل امۃ فوجا ممن یکذب بایاتنا۔ اسدن ہم اٹھائینگے ہر امت سے ایک گروہ اپنے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے اس گروہ کا عذاب اونے کے لئے حشر ہوگا۔ اور یہ صرف وہی گروہ ہوگا جنکو اپنی زندگی میں عذاب اونے نہ ملا ہو۔ چنانچہ فرماتا ہے وحرام علیٰ قریۃ اھلکنا ھاانہم لایرجعون حرام ہے اس قریہ کی رجعت جسکو ہم نے عذاب سے ہلاک کیا ہے کیونکہ وہ ایکدفعہ عذاب اونے چکھ چکے ہیں ان دونو آیات کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم الفتح کو ہر ایک امت سے ایک گروہ مکذبین کا حشر ہوگا جنکو پہلے عذاب نہ ہوا ہو اب ظاہر ہے کہ یہ دن قیامت کا نہیں کیونکہ قیامت کے دن تمام کا حشر ہوگا نہ بعض کا چنانچہ فرماتا ہے ویوم نحشرھم جمیعا اسدن ہم تمام کا حشر کرینگے وحشرناھم فلم نغادر منہم احدا۔ اسدن ہم تمام کو محشور کرینگے اور کسی کو نہیں چھوڑینگے پس اے عزیز! یہ یوم الفتح ہی انتقام کا دن ہے اور انا من المجرمین منتقمون اور اسمار ثلاثہ عددا میں مساوی ہیں فانتظر وانا معکم من المنتظرین پس اسدن مطابق آیہ ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا ولی مطلق اور مظہر منتقم حقیقی انتقام کے لئے نکلیگا جسکا ظہور حسب بشارت دانیال نبی تب نہ ہوگا جب تک خدا کے سب نوشتے پورے نہ ہولیں صحیفۂ دانیال ب ۱۲ میں لکھا ہے کہ۔ اے دانیال اسوقت تیرے لوگوں میں سے ہر ایک شخص جسکا نام کتاب میں تحریر ہوگا۔ نجات پائیگا اور اکثر لوگ جو خاک میں زمین کے نیچے سورہے ہیں جاگ اٹھیں گے بعضے حیات ابدی کے لئے اور بعضے رسوائی اور ذلت ابدی کے لئے ×××× پھر دانیال نے اسکا وقت پوچھا تو فرشتہ نے قسم کھاکر اپنے دونو ہاتھ آسمان کیطرف بلند کرکے کہا۔ کہ ایک مدت اور مدتیں اور نصف مدت کے بعد ایک مدت سے مدت رسالت ختمی مرتبت۔ مدتوں سے زمانۂ ائمہ اور نصف مدت سے حضرت حجتہ کا زمانہ غیبت۔ کیونکہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپکے ظہور کے وقت آپ کی عمر کا نصف حقہ گزرا ہوگا۔ پس مبارک ہے وہ جو انتظار کرتا ہے اور ۱۳۳۵ دن تک آتا ہے دانیال ۱۲-۱۲- اگر ۱۳۳۵ سے سنہ ہجری

مرادلیں تو مسیح کادیانی اس سے پہلے ہی چل دئے عزیزو! ہمارے امام کی پیدائش پوری ۱۳۳۴ سال بعد ختم ہیکل دوم معرفت عزیر ہوئی اور آپ کا ظہور ۱۳۳۵ سال پر ہوا ہے جسکی دانیال نے بشارت دی تھی لیکن ایک ظہور اور ہوگا بعد گذرنے نصف مدت کامل کے ؞

(۸) آٹھویں آیت شاید دو مقام پر ہے ایک منافقین کے ذکر میں سورہ منافقین میں۔ دوسری پ ۱۰ توبہ میں جہاں فرماتا ہے وقالت الیہود عزیر ن ابن اللہ وقالت النصارٰی المسیح ابن اللہ ذالک قولہم بافواہہم یضاہئون قول الذین کفروا من قبل قاتلہم اللہ انی یؤفکون۔ یہود نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا یہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہ سے ریس کرنے لگے اگلے منکروں کی بات کی مار ڈالے انکو اللہ کیا رسول کیوقت سب نصاریٰ ہلاک ہوگئے تھے کیا اب دنیا میں کوئی عیسائی نہیں کیا آپکے مسیح نے اپنے دم سے سب کو ہلاک کر دیا ہے پلیگ سے ان دجالوں میں کوئی نہیں مرا۔ پھر یہ بات کیا ہوئی ایسا ہی اگر منافق بھی عذاب ظاہری سے ہلاک نہیں ہوئے تو اس سے انکا ناجی ہونا ثابت نہ ہوگا۔ ان کی خاص ہلاکت کا دن یوم الفتح ہے تفصیل پہلے گذ چکی علاوہ بریں میں کہتا ہوں کہ دنیا میں بھی انکو خدا نے ہی ہلاک کیا نہ کسی غیر نے۔ ہاں سعید و شقی کی موت میں فرق ہوتا ہے سعید کے لئے رحمت ہے۔ اور شقی کے لئے نقمت فتدبر ؞

(۹) نویں آیت پ ۱ بقرہ میں ہے ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک ما کان لہم ان یدخلوہا الا خائفین لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاخرۃ عذاب عظیم۔ وہ بڑا ظالم ہے جو مساجد خدا میں ذکر اسم خدا سے منع کرے ان کے لئے نہیں ہے کہ انمیں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے انکے لئے دنیا میں خواری ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔ یہ آیت بھی منافقین سے متعلق نہیں۔ ہاں منافقین کے لئے بھی خزی دنیا ہے جو کبھی بصورت عذاب ہوتی ہے جیسے زمر پ ۲۳ میں ہے فاذاقہم اللہ الخزی فی الحیٰوۃ الدنیا ولعذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون (پہلے منکروں کو اللہ نے خواری چکھائی دنیا میں اور آخرۃ کا عذاب بڑا ہے اگر وہ جانیں) یہ خزی مکذبین کو فتح کے دن

ہو گی ملاحظہ ہو نمبر ۷ اور ایک خزی علامت مومنین ہے جیسے مساجد سے منع کرنے والوں کیلئے ہے اور وہ یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون سے ظاہر ہے +

(۱۰) دسویں آیت پ۱۰ توبہ میں ہے یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم وھموا بما لم ینالوا قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ ہم نے نہیں کہا بیشک اُنہوں نے کلمہ کفر کا کہا اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے اور فکر کیا جو نہ ملا۔ آپنے ہموا کا ترجمہ ارادہ کریں کہاں سے گھڑ لیا۔ یہ تو ماضی کا صیغہ ہے نہ مضارع کا اور لم ینالوا کے معنے کبھی پورا نہ ہو سکا مانے لئے ہیں کبھی کس لفظ کا ترجمہ ہے شاید ما کا ترجمہ کیا ہو گا چہ خوش واہ مولانا آپ تو افضل الفضلاء نکل آئے۔ ع

"جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی"

(۱۱) عذاب دنیا کا بیان نمبر ۲ میں گذر چکا +

(۱۲) ہدایت کے معنے کامیابی کے کس لغوی نے کئے ہیں رسالہ نور الدین صفحہ ۱۹ و ۲۰ کے موجب آیت کا یہ ترجمہ ہو گا کہ اللہ ہدایت کا حکم نہیں لگاتا ان پر جو اسکے حدود و احکام کو توڑتے ہیں اور اگر ہدایت کا ترجمہ کامیابی ہی ہیں تو اس سے اخروی کامیابی مراد ہونی چاہئے نہ دنیوی جو کہ اکثر فاسقوں کو حاصل ہوتی رہتی ہے کیا مرزا صاحب کا مخالف مولوی ثناء اللہ امرتسری اپنے بہتیرے دنیوی ارادوں میں کامیاب نہیں ہوتا۔ کیا باوجود فاسق ہونے کے (جیسے کہ آپ اسے سمجھتے ہیں) وہ مولوی فاضل کے امتحان میں کامیاب نہیں ہوئے +

(۱۳) اس عزت سے ثروت و دولت اور اعتبار دنیوی مراد نہیں اگر یہی عزت خاص مومنوں کے لئے ہوتی تو کبھی کوئی کافر دنیا میں معزز نہ ہوتا ہم دیکھتے ہیں کہ آریہ ہندو بہت سے معزز عہدوں پر ممتاز ہیں انکی ہر طرح کی دنیوی عزت ہے لیکن درحقیقت یہ عزت نہیں چنانچہ ارشاد ہے فلا تعجبک اموالہم واولادھم انما یرید اللہ لیعذبھم بھا فی الحیوۃ الدنیا ۔ تجھے کافروں اور منافقوں کے مال و اولاد متعجب نہ کریں اللہ چاہتا ہے کہ انہیں دنیا میں انسے ہی عذاب کرے پس یہ چیزیں اس عزت کی موجب نہیں ہو سکتیں جو مخصوص خدا و رسول و مومنین ہے خدا کی تو ہر طرح کی عزت ہے واللہ العزۃ جمیعا۔ رسول کی عزت خدا کی وجہ سے ہے۔ و من

تعظیم حرمات اللہ - کیونکہ یہ شعائر خدا اور حرمات باری ہے اور مومنین کو عزت
خدا اور رسول کی وجہ سے ہے جو اعلیٰ مومن ہے اسکو خدا نے امامت دیکر معزز کیا اور
اس کو حکمت اور قرآن دیا ہے - اور یہی ہے حقیقی عزت +

(۱۴) اصحاب الجنت کا لفظ بتلا رہا ہے کہ یہ فوز آخرت ہے اور یہ فوز عظیم کس کو ملتا
ہے ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما پ ۲۲ احزاب - جو ہر حالت
میں اللہ و رسول کی فرمانبرداری کریں وہ فوز عظیم کو پہنچتے ہیں لیکن منافق دنیوی مال
ثروت کو بھی فوز عظیم سمجھتے ہیں چنانچہ ان کا حال پ ۵ میں بیان فرماتا ہے - فان
اصابتکم مصیبۃ قال قد انعم اللہ علی اذ لم اکن معہم شہیدا ولئن اصابکم
فضل من اللہ لیقولن کان لم یکن بینکم وبینہ مودۃ یالیتنی کنت معہم
فافوز فوزا عظیما - جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو کہتا ہے اللہ نے مجھ پر احسان
کیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا - اور جب کوئی اللہ کا فضل ہو تو کہتے ہیں کیوں نہ
ہوئے تمہارے اور ان کے ساتھ دوستی کاش میں ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی مراد کو پہنچتا
اور پ ۱۱ ع ۲ میں تو فوز کی صاف تشریح کر دی - والسابقون الاولون من المہاجرین
والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعدلہم
جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا ذالک الفوز العظیم -
سابقین اولین - مہاجرین و انصار اور تابعین باحسان سے اللہ راضی اور وہ اس
سے راضی - انکے لئے جنات تیار کئے ہیں - جنکے نیچے سے نہریں جاری ہیں - انہیں
ہمیشہ رہینگے - یہی ہے پہنچنا مراد کا - اس سے معلوم ہوا کہ فوز عظیم آخرت میں ہوتا ہے

(۱۵) اسمیں یبشرہم ربہم برحمۃ منہ ورضوان وجنات سے صاف معلوم
ہوتا ہے کہ یہ فوز عظیم انہی کے متعلق ہے دنیا میں دنیاوی کامیاب ہوا کیا وہ بھی مومن
و مہاجر تھا؟

(۱۶) محض جنگ میں شامل ہونے سے کوئی مومن حقیقی نہیں ہو جاتا بلکہ اسکے
لئے کچھ شرائط ہیں - (۱) انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا
وجاہدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ اولئک ہم الصادقون پ ۲۶ ع
سچے مومن وہ ہیں جو اللہ و رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور جہاد کیا اپنے مالوں

اور جانوں سے راہ خدا میں وہی سچے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جہاد سے پہلے صحیح ایمان باللہ و رسول ہونا چاہئے اور پھر دینی جنگ میں محض داخل ہونا ہی کچھ نہیں۔ بلکہ اپنے مال اور جان لڑا دے دکھلاوے یا غنیمت کے لئے نہیں پھر اسے مومن صادق کہا جاتا ہے پھر دوسری جگہ مومن صادق کا طرز جنگ بیان فرماتے ہیں۔ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ کانہم بنیان مرصوص (۲۸-۹) اللہ اُن سے پیار کرتا ہے جو اس کی راہ میں ایسے ڈٹ کے لڑتے ہیں گویا وہ بنیاد محکم ہیں اور ایسے جمتے ہیں کہ زمین جنبد نہ جنبد گل محمد لیکن خدارا بتلایئے کہ ثلاثہ میں یہ اوصاف تھے کیا انکا ایمان باللہ والرسول صحیح تہا کیا اُنہوں نے کبھی شک نہیں کیا یا کہ ایک صاحب نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ڈنکے کی چوٹ کہہ دیا کہ ماشککت فی نبوتک کشک یومی ھذا کمانی المسلم والبخاری (یعنے اے محمدؐ جیسا آج مجھے آپ کی نبوت میں شک ہوا کبھی نہیں ہوا تھا) جس کی نسبت تشحیذ الاذہان مولفہ صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد جلد نمبر ۷، ۶ صفحہ ۲۴۴ میں لکھتا ہے کہ "یہاں تک کہ اس بات سے حضرت عمرؓ جیسے بزرگ کو ابتلا کا سامنا ہوا" کیا خوب بزرگ ہیں واقعاً یہ صلح بذات خود ایک فتح اور فتح مکہ کی پیش خیمہ تھی ساتھ ہی اس میں شیعوں کے عقاید کی بھی فتح ہے کیونکہ اس واقعہ نے ثابت کر دیا کہ بزرگ مذکور مذبذب و نفاک تہا۔ وہ حقیقت نبوت سے ہی ناواقف تہا۔ اور اسی لئے اس کو مومن صادق نہیں کہہ سکتے بلکہ خدا تو فرماتا ہے ویعذب المنافقین والمنافقات والمشرکین والمشرکات الظانین باللہ ظن السوء علیہم دائرۃ السوء الخ پ ۲۶ فتح اللہ عذاب دیگا منافق مردوں اور عورتوں مشرک مردوں اور عورتوں کو۔ جو اللہ اور اُس کے رسول کیساتھ سوءِ ظن کرنیوالے ہیں انہی پر ہے دائرہ بدی کا پس یہ حقیقی مومن اور قابل مدد خدا نہیں ہو سکتے ۔

(۱۲) مومن نسلی کو بھی کہیں جگہ قرآن میں مومن کے لفظ سے خطاب کیا ہے یا ایہا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون (۲۸-۹) اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے اس سے انکا زبانی مومن ہونا ظاہر ہوتا ہے اور دوسرے یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ کس جنگ کا ذکر ہے اس میں ثلاثہ شامل تھے یا نہیں آپ نے

کچھ نہیں لکھا۔ اس لئے میں بھی اتنے پر ہی کفایت کرتا ہوں اسکے لئے بھی نمبر ۱۸ کو غور سے پڑھئے ۔

(۱۷) ملاحظہ ہو نمبر ۱۵ و ۱۶ ۔ ثلاثہ نے بہ نفس نفیس کن کافروں کے گھروں کو فی سبیل اللہ خراب کیا۔ ہاں لوٹ کے مال کے لئے خچر درابیوں کی طرح پیچھے پیچھے ہوا کرتے ۔

(۱۹) ہجرت کی تشریح پہلے ہو چکی ہے۔

(۲۰) یہ آیت پ ۲۶ فتح میں ہے لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا و مغانم کثیرۃ یاخذونھا وکان اللہ عزیزا حکیما وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونھا فعجل لکم ھذہ وکف ایدی الناس عنکم و لتکون آیۃ للمومنین و یھدیکم صراطا مستقیما واخری لم تقدروا علیھا قد احاط اللہ بھا وکان اللہ علی کل شیء قدیرا۔ اللہ راضی ہوا مومنین سے اسوقت جب وہ بیعت کرتے تھے تجھ سے درخت کے نیچے پس جو انکے دل میں تھا تو اتارا تسکین ان پر اور انعام دیا انکو فتح قریب کا اور بہت غنیمتوں کا جو انہیں ملیں گی اور اللہ غالب حکمت والا ہے وعدہ کیا اللہ نے تم سے بہت غنیمتوں کا جنکو تم لوگے سو شتاب ملادے تم کو یہ اور بند رکھے لوگوں کے ہاتھ تم سے اور تاکہ یہ نشانی قدرت ہو مومنوں کے لئے اور چلاوے تم کو سیدھی راہ اور ایک اور فتح جو کہ (ابھی) تمہارے بس میں نہیں آئی تھی اور اللہ کے قابو میں ہے کیونکہ اللہ ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے اس آیت میں لفظ مومنین اور یبایعونک اور انزال سکینہ تمام نزاعوں کا فیصلہ کرتے ہیں پہلے لفظ نے منافقین کو رضائے پروردگار سے باہر کر دیا دوسرے لفظ نے محض شامل ہونیوالوں اور نہ بیعت کرنیوالوں کو مثل جد بن قیس وغیرہ منافقین کے اور تیسرے لفظ نے صریحاً آپکے خلفاء نامدار کو۔ کیونکہ بیعت حقیقی کا ثمرہ نزول سکینہ ہے لیکن آپ کے خلفاء پر اگر نزول سکینہ ہوتا تو حضرت ثانی صلح حدیبیہ پر شکایت نہ کرتے اور حضرات معارک کارزار سے راہ فرار اختیار نہ کرتے۔

اب ہم ذیل میں بعض مبایعین کا حال بھی لکھتے ہیں آپکو معلوم ہو جائے کہ مطلق بیعت سے رضوان

جب تک اس پر قائم نہ رہا جائے ؎

(۱) ان مبایعین سے ایک عبد الرحمن بن عدیس البلوی المصری تھا جسکی نسبت استیعاب ابن عبد البر میں لکھا ہے کہ یہ اس لشکر کا سردار تھا جو مصر سے مدینہ آیا اور عثمان کا محاصرہ کر کے اُسنے قتل کیا۔ اب ایک طرف تو یہ بیعت کنندہ ہے دوسری طرف حضرت عثمان جو اس بیعت میں شامل نہ تھے۔ تو حق پر وہی ہو گا۔ جسکو بقول جناب رضا مندی کا سارٹیفکیٹ ملا۔

(۲) ابو الغادیہ قاتل حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ دیکھو منہاج الکرامۃ ابن تیمیہ جسمیں ابن حزم کے قول سے ابو الغادیہ کا مبایع تحت الشجرہ ہونا لکھا ہے اور ابن تیمیہ اور ابن حزم دونو آپکے ائمہ کبار سے ہیں نور الدین دیباچہ صفحہ ۵۷۔ اب اِدھر اس بیعت کو دیکھئے اور اُدھر قاتل عمار کا مآل کہ قاتل العمار فی النار (کنز العمال) عمار کا قاتل دوزخی ہے اور یہ حدیث قرآن کے مطابق ہے خدا فرماتا ہے۔ ان الذین یکفرون بآیات اللہ ویقتلون النبیین بغیر حق ویقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس فبشرھم بعذاب الیم۔ اولٰئک الذین حبطت اعمالھم فی الدنیا والآخرۃ وما لھم من ناصرین (۳۔ آل عمران۔ ۱) جو لوگ اللہ کی آیات سے کفر کرتے ہیں نبیوں اور ان لوگوں کو جو انصاف کا حکم دیتے ہیں ناحق قتل کرتے ہیں انکو دردناک عذاب کی بشارت دے وہی ہیں جنکے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے اور انکا کوئی مددگار نہ ہو گا ؎

(۳) صاحب جمل احمر جس کی نسبت کنز العمال میں حدیث ہے لید خلن الجنۃ من بایع تحت الشجرۃ الا صاحب الجمل الاحمر کہ اُسکے سوا تمام مبایعین جنت میں داخل ہونگے ؎

(۴) مغیرہ بن شعبہ جس کی نسبت صاحب مدارج النبوۃ نے لکھا ہے۔ کہ پیش از حدیبیہ اسلام لایا اور بیعت شجرہ میں حاضر تھا۔ حضرت عمر صاحب نے اسے والئے بصرہ کیا اور بعد چندے بہ سبب صدور زناکاری معزول کیا اور یہی وہ شخص ہے جسنے تدبیر امارت یزید کی اور لوگوں کو نصرت یزید پر آمادہ کیا

اور ہم کن کن کے نام لیں انہی مبائعین میں سے وہ لوگ ہیں جو بانی مبانی خلافت یزید تھے۔

اور بخاری جنکی روایت و درایت کو نور الدین صفحہ ۷۵ میں بعد ائمہ سلف کے انتخاب کیا ہے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں عن العلاء بن المسیب عن ابیہ قال لقیت براء بن عازب فقلت طوبیٰ لک صحبت رسول اللہ وبایعتہ تحت الشجرہ فقال ابن اخی انک لا تدری ما احدثنا بعدہ یعنی علاء بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ اسنے کہا میں براء بن عازب سے ملاقات کی اور اُسے کہا طوبیٰ ہے تیرے لئے کیونکہ تو نے شرف صحبت رسول پایا اور درخت کے نیچے بیعت کی اسنے جوابدیا اے میرے برادر زادہ تو نہیں جانتا کہ ہم نے بعد اسکے کیا کیا اور کیا کیا بدعتیں احداث کیں اب آپ ہی سمجھ لیجیے۔ کہ خود صحابی اور مبائع تحت الشجرہ اس بیعت کو ذریعۂ نجات نہیں سمجھتا پھر آپ کا یہ کہنا کہ بعض لوگ قلت تدبر سے کہدیتے ہیں اسوقت مومن عارضی تھے بعد میں پھر گئے پھرنے والوں کو یہ تمغہ نہیں دیا گیا۔ کیسے درست مانا جائے اب ہم ایک اور طرح سے یہ مسئلہ آپکے ذہن نشین کئے دیتے ہیں لفظ بیعت بیع سے نکلا ہے جسکے معنی ہیں بیچنا جو شخص بیعت کرتا ہے وہ گویا اپنی جان بیعت لینے والیکے پاس بیچ دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ جس چیز کو انسان بیچدے اسپر اسے پھر کسی طرح کا اختیار نہیں چنانچہ خداوند علی و علی اسی بارے میں ارشاد فرماتا ہے (۱۱-۳)

ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفی بعہدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذالک ھو الفوز العظیم۔ یعنی بتحقیق اللہ نے خرید لیا مومنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے اب یہ خرید رسول کے ذریعے سے ہوتی ہے چنانچہ ارشاد ہے (پ ۲۶۔ فتح ۱)

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیوتیہ

اجراً عظیماً یعنے بہ تحقیق وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پس جسنے توڑا اس بیعت کو وہ اپنے نفس پر توڑتا ہے۔ اور جو پورا کرے اس کو جو اسنے اللہ سے عہد کیا ہے پس دے گا اس کو اللہ تعالیٰ بڑا اجر۔ ایک بیعت تو اسلام لاتے وقت حضور نے لی۔ پھر یہ تاکیداً لی۔ لیکن پھر بھی آپ کے خلفاء نے نکث بیعت کیا ثبوت ہیں شک کرنا نکث بیعت تہا۔ اس موقعہ پر تمام مسلمانوں کے سامنے جن میں منافق اور مولفتہ القلوب بھی تھے ماشککت کہنا نکث بیعت تھا۔ کیا جسنے اپنی جان بیچدی ہو اسکایہی قاعدہ ہوتا ہے پھر خیبر میں ہزیمت کہا کر بے نیل مرام واپس آئے کیا یہی بیعت تہی۔ پھر حنین میں ثم ولیتم مدبرین ان کی شان میں نازل ہوئی اور ومن یولہم یومئذ دبرہ فقد باء بغضب من اللہ کے مورد ہوئے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ عباس عم رسول کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا اس روز ایک بغلہ بیضا پر سوار تھے۔ فلما التقی المومنون والکافرون ولی المسلمون مدبرین فطفق رسول اللہ یرکض بغلتہ الی الکفار فقال رسول اللہ ادعوا اصحاب السمرات فقال عباس وکان رجلا صیتا فقلت باعلیٰ صوتی این اصحاب السمرۃ یعنے جب اسلام اور کفر کی فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگے اور رسول خدا بنفس نفیس قاصد جہاد ہوئے۔ اور اپ نے مرکب کو کفار کیطرف بڑہایا اور عباس کو کہا کہ اصحاب سمرہ کو بلا جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ عباس جو بڑے بلند آواز تھے۔ زور سے چلائے کہ اے اصحاب سمرہ کہاں ہو مگر جواب ندارد تو اب آپ خود ہی انصاف کرلیں کہ یہ لقد رضی اللہ میں داخل ہیں یا ومن نکث میں۔ پھر آپ صفحہ ۶۷ میں لکھتے ہیں اور پھر اسکے ساتھ ایک نشان بھی ایسے لوگوں کا دے دیا ہے۔ کہ اثابہم فتحا قریبا ومغانم کثیرۃ (کہ وہ عنقریب فتوحات پائینگے اور بے شمار غنیمتیں اب اس آیت (نشان) کے حضرات ثلاثہ پر صادق آنے میں کیا شبہ ہے جبکہ یہ طرف ثانی بھی تسلیم کرتا ہے کہ فارس وروم انہی کے ہاتھ پر فتح ہوئے

بندہ نواز! پورا دوسرا صفحہ ہی پڑھا ہوتا تو آپ کو فتح قریب کی تفسیر خود معلوم ہو جاتی۔ آپ کی خاطر ہم تبلائے دیتے ہیں۔ قال لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ امنین محلقین رؤسکم و مقصرین لا تخافون فعلم مالم تعلموا فجعل من دون ذالک فتحا قریبا یعنے بہ تحقیق سچا کر دکھایا۔ اللہ نے اپنے رسول کا خواب کہ تم داخل ہو گے مسجد حرام میں انشاء اللہ امن سروں کو منڈائے ہوئے اور قصر کئے ہوئے نہ ڈرو گے پس جانا جسکو کہ تم نے نہیں جانا پس کیا علاوہ اس کے فتح قریب یہ با امن مسجد حرام میں داخل ہونا وہ فتح قریب تھی۔ جسکا بیعت شجرہ پر وعدہ تھا۔ فارس و روم کی فتوحات تو فتوحات بعیدہ میں داخل ہیں نہ قریبہ میں آپ شاید پوچھیں کہ پھر وجعل من دون ذالک فتحا قریبا کونسی فتح ہے تو ہم عرض کریں گے اذا جاء نصر اللہ والفتح کو ملاحظہ فرمائیے آپ فتح روم و ایران پر بہت نازان معلوم ہوتے ہیں اسلئے ہم آپ کو اس کے بارے میں ایک صحیح حدیث سنائے دیتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے عن رسول اللہ قال اذا فتحت علیکم فارس والروم ای قوم انتم قال عبد الرحمن بن عوف نقول کما امرنا اللہ قال رسول اللہ او غیر ذالک تتنافسون ثم تتحاسدون ثم تتدابرون ثم تتباغضون او نحو ذالک ثم تنطلقون فی مساکن المہاجرین فتجعلون بعضہم علی رقاب بعض ان حضرات کے اوصاف حمیدہ مثل تحاسد و تقاطع و تباغض اور تسلط بر ضعفاء اس حدیث میں بیان ہوئے ہیں اگر ایسے ہی نیکوں کے لئے وعدہ فتح روم و فارس تھا تو خیر جانے دیجئے بس ہو چکی نماز مصلے اٹھائیے۔

ثبوت عصمت و مغفرت ثلاثہ از قرآن

اگرچہ ایک طالب حق کیلئے اسقدر کافی ہے مگر ہیں ایک اور رنگ میں بھی ان

تینوں بزرگوں کی معصومیت مغفوریت ثابت کرونگا سنو! انبیا اگرچہ
صغیرہ کبیرہ گناہوں سے محفوظ و معصوم ہوتے ہیں مگر نادان مخالفین
ضرور کچھ نہ کچھ الزام دیتے رہتے ہیں اگر آریہ اور عیسائیوں کی کتابیں دیکھو گے
تو تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ ہمارے امام اور مولیٰ سید المعصومین خاتم النبیین
پر ہزارہا گناہ لگاتے ہیں حالانکہ وہ بالکل غلط ہیں ان سب کا جواب اللہ تعالیٰ
نے اس فتح مکہ سے دیا۔ جسکا پیش خیمہ صلح حدیبیہ تھی۔ اور فرمایا انا فتحنا
لک فتحا مبینا لیغفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ ہم نے تجھے
فتح مبین دی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ڈھانپ دے ان الزاموں کو جو تیری طرف اے
مقدس نبی مخالفین سے منسوب کئے گئے یا کئے جائینگے یعنے وہ فتح جواب
ہوگی اسی طرح پر کہ اگر جھوٹا یا گنہگار ہوتا تو ہرگز ہرگز اپنی پیشگوئی سیہزم
الجمع ویولون الدبر کے موافق فتحیاب نہ ہوتا۔ اسکا فتحیاب ہونا ہی اسبات
کا ثبوت ہے کہ وہ نبی مغفور اور معصوم ہے پھر ان الزاموں کی کچھ پروا
نہیں کرنی چاہئے کہ اسنے تو فلاں کام بُرا کیا۔ جیسا کہ عیسائی نبی کریم کی
نسبت کہتے ہیں۔ اور بعض شیعہ شیخین رضی اللہ عنہما کی نسبت بحالیکہ دونوں
فریق اس میں غلطی پر ہیں کیونکہ اس فتح نے ثابت کردیا کہ وہ بالکل معصوم تھے
چنانچہ مومنین کی نسبت بھی اس کے آگے فرماتا ہے وانزل السکینۃ فی
قلوب المومنین (مومنوں کے دلوں میں تسکین نازل کردے) اور پھر فرمایا
یہ فتح کیوں ہوئی۔ لیدخل المومنین والمومنات جنات الخ (تاکہ مومن
مرد عورتوں کو بہشت میں داخل کردے) ویکفر عنہم سیاتہم (اور ان سے
بُری باتوں کو ہٹائے رکھے اور جو بُرے الزام لگائے جاتے ہیں ان کو
دور کردے) معزز ناظرین! یہی فتح ہے جو رسول اللہ کے مغفور اور معصوم
ہونیکا نشان ہے۔ اور یہی وجہ ہے جس سے ہم استدلال کرتے ہیں کہ وہ
صحابہ کرام خلفائے عظام کی معصومیت کا بھی ثبوت ہے کیونکہ وہ بھی
انکے ساتھ شامل تھے اور ٹھیک اسی طرح فتحیاب اور کامیاب ہوئے
جیسے جناب رسالتمآب اور لطف یہ کہ توریت میں انکے لئے قدوسیوں کا

لفظ اب تک باوجود ترجمہ در ترجمہ ہونے و تحریف کے موجود ہے جو ایک نہایت گہری حکمت وا علیٰ حفاظت ہے خداوند سینا سے آیا ساعیر سے طلوع ہوا۔ فاران ہی کی آڑ سے جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کیسا تھ آیا اور بخاری سے ثابت ہے کہ آپ کے ساتھ فتح مکہ کے وقت دس ہزار صحابی تھے (ابن عباس) ان النبی صلعم خرج من المدینہ ومعہ عشرۃ اور قدوسی کہتے ہیں پاکبازوں کو۔ اب ان کے پاکباز ہونے میں کیا شبہ ہے؟ اگر وہ منافق تھے۔ تو پھر قدوسی کی پیشنگوئی کیوں ہوئی "

پھر ایک اور مقام پر فرماتا ہے والذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اٰووا ونصروا اولٰئک ھم المومنون حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم (جو ایمان لائے ہجرت کی فی سبیل اللہ جہاد کیا پناہ دی۔ مدد کی سو یہی تو سچے مومن ہیں انکے لئے خدا کیطرف سے حفاظت ہے اور رزق کریم یعنے دم بدم خدا سے ایسی طاقت ہوتی رہتی ہے جو انہیں گناہ سے محفوظ رکھتی ہے اسی سبب سے جنت کے وارث ہونگے اور دنیا و عقبےٰ میں باعزت رزق پائینگے جس پہلے ثابت کر آیا ہوں کہ حضرات ثلاثہ مومن مہاجر۔ مجاہد فی سبیل اللہ ناصردین اللہ و رسولہ تھے۔ پس انکا مومن کامل و صادق ہونا اور جنتی ہونا اور ہر دم کے گناہ سے محفوظ ہونا بھی اسی آیت سے ثابت ہوگیا۔

ایک اور جگہ فی سبیل اللہ لڑنے والوں کے حق میں فرماتا ہے:۔ التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الاٰمرون بالمعروف و الناھون عن المنکر والحٰفظون لحدود اللہ۔ اور میں ثابت کرچکا ہوں کہ ثلاثہ نے بھی جہاد کیا۔ اور وہ فی سبیل اللہ تھا۔ پس معلوم ہوا کہ انمیں یہ اوصاف تھے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ معصوم گناہ سے پاک تھے۔ پھر ارشاد ہے السابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعد لہم جنات الخ جنکا اسبق و اسبط ہونا خدا بندی کے تخت گاہ پر بیٹھنے کی ترغیب ثابت ہوا۔ یہ مہاجرین۔ انصار اور

تابعین سے اللہ راضی ہوا۔ اور وہ اس سے راضی اس آیت کی رو سے ان بزرگون کو رضامندی کا سرٹیفکیٹ مل چکا ہے پہر بہی ان کو گنہگار کہئے جانے قابل اعتراض بات ہے ایسے لوگ الزام لگاتے وقت اس آیت پر بہی نظر کر لیا کرین۔ الذین امنو ولم یلبسو ایمانہم بظلم اولئک لہم الامن وہم مہتدون۔ جو لوگ ایمان لائے۔ اور اپنے نور ایمان کو کسی قسم کی تاریکی نقصان و ظلم (گناہ) سے ملبس نہیں کیا۔ انہی کے لئے ہے امن چونکہ شیخین کا زمانہ نہایت امن کا تھا۔ اسلیئے وہ کامل مومن اور صراط مستقیم پر تھے ٭

پہر دیکہو یہ آیت ہم یصدون عن المسجد الحرام وما کانوا اولیاء ہٗ ان اولیاء ہٗ الا المتقون ولکن اکثرہم لا یعلمون۔ ان مشرکون کو اللہ کیوں عذاب نہ دے بہلا کیونکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں اور وہ اس کے حقیقی ولی نہیں۔ اس کے متولی (یاد رکہو یہ پیشینگوئی ہے) متقون ہونگے۔ مگر اکثر یقین نہیں کرتے کہ ایسا ہوگا اب ہم پوچہتے ہیں کہ مکہ معظمہ کے متولی کون ہوئے؟ کیا حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم نہ تھے (وہا شیعہ۔ اور کیا ابتک سنی نہیں؟ کبہی شیعہ کو بہی یہ ولایت نصیب ہوئی) تھے اور ضرور تھے۔ پس ان کے متقون ہونے میں کیا شبہ رہ گیا ٭

کیا قرآنی پیشینگوئی جہوٹ نکلی۔ اب آؤ میں آپ کو بتلاؤں کہ قرآن مجید میں متقون کی صفت لکہی ہے :۔ یومنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنا ہم ینفقون۔ والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔ غیب پر ایمان لانے والے نماز کو قایم رکہنے والے جو کچھ اللہ نے دیا ہے (خواہ از قسم مال ہو یا طاقت یا علم) اس میں سے خرچ کرنیوالے جو کچھ تیری طرف نازل ہوا اور جو پہلے اترا سب کو ماننے والے متقون ثابت ہوتے ہے۔ اوصاف ان بزرگون میں ثابت ہو گئے پہر دوسری جگہ فرمایا۔ من امن باللہ والیوم الاخرۃ والملائکۃ والکتاب و النبین واتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین و ابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ والموفون

بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی الباساء والضراء اولئک ھم المتقون ۔ اس آیت کو غور سے پڑھو۔ اور ان اولیاءہ الا المتقون سے اس کو ملاؤ۔ کیا لطف[19] آتا ہے ایک طرف تو یہ وعدہ ہے کہ مکہ معظمہ خانہ کعبہ کا متولی ان مشرکوں کو نہیں بلکہ ان کو بناویگا۔ جو متقون ہیں۔ اور دوسری طرف متقون کی تعریف کی جاتی ہے کہ ان میں یہ علامتیں پائی جاتی ہیں اب یہ امر تو روز روشن کیطرح ظاہر ہے کہ حضرات ثلاثہ اس بیت اللہ کے متولی نبے پس ثابت ہوا کہ ان میں یہ صفتیں بھی تھیں کیا کیا؟ خدا پر ایمان لائے۔ اور روز آخرت پر فرشتوں پر۔ کتابوں پر۔ کل نبیوں پر اور اپنا نہایت ہی پیارا مال خدا کی راہ میں دیا۔ کن کو؟ صاحبان قرابت کو۔ یتیموں کو مسکینوں کو۔ مسافروں کو۔ سوال کرنیوالوں کو۔ گردنوں کے چھڑانے میں (غلامی۔ قرض۔ قید سے نجات دلوائی) نماز کو قایم کیا۔ زکوۃ دیتے رہے۔ اپنے عہد کو پورا کرنیوالے جیسا کہ عہد کیا۔ (یہاں سے وہ اعتراض رفع ہوا جو کرتے ہیں کہ ممکن ہے کہ بیعت تحت الشجرہ کر کے یا اسلام لا کے پھر توڑ دی ہو۔ اس نشان سے صاف ظاہر ہوا کہ وہ[20] دم والپسین اسپر قایم رہے) اور تنگی میں اور مصیبت میں اور لڑائی کے وقت ثابت قدم رہنے والے (اس سے وہ اعتراض[21] دور ہوا۔ جو کہتے ہیں کہ فلان جنگ سے شیخین یا فلان بھاگ آئے۔

ریویو

کیا خوب عنوان ہے خلفاء ثلاثہ اور عصمت۔ بھلا ثلاثہ کو عصمت سے کیا تعلق اگرچالیس چالیس سال کی بت پرستی اور فسق و فجور کے بعد بھی کسی پر لفظ معصوم اطلاق ہوتا ہے۔ تو بس پھر تو آپ انبیاء کو بھی ایسے ہی معصوم سمجھتے ہونگے اور تبھی اس مضمون میں خاتم النبیین جیسی عصمت ثلاثہ میں ثابت کرنی چاہی ہے آجتک کسی اہل سنت نے ثلاثہ کو معصوم نہیں لکھا تھا۔ یار ہے یہ کمی آپ نے پوری کردی۔ اب اپنی ہر ایک دلیل کا جواب نمبروار لیجیئے۔

(۱) وہ تمام گناہ محض ثلاثہ کو بچانے کے لئے حضرات اہل سنت نے ہی اپنی

صحاح کتب میں لگاتے ہیں اور جن پر آپ کے نبی پیش از بعثت اور آپ کے دیگر گذشتہ مجد دین عامل رہے اور انہی کی بنا پر آریہ اور عیسائی اعتراض کرتے ہیں مشتے نمونہ از خروارے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :۔

(۱) پیغمبر خدا نے عائشہ کو مونڈھوں پر سوار کر کے ناچ دکھایا ۔ مشکوٰۃ کلیات آریہ مسافر

(۲) پیغمبر پہ القائے شیطان ہوتا تھا اور آپ بتوں کی تعریف کرتے تھے ۔ قسطلانی شرح بخاری ۔ معالم التنزیل کشاف ۔ کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۴۷

(۳) پیش از نبوت کافر تھے چنانچہ فرقہ حشویہ اہل سنت کا اعتقاد ہے ۔ کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۴۹ ۔

(۳) سدی جو کہ علمائے اہل سنت سے ہے اور تمام تفاسیر اسکے اقوال سے پُر ہیں ۔ تفسیر و وضناک عنک وزرک الذی انقض ظہرک میں وزر سے مراد شرک لیتا ہے کلیات صفحہ ۴۴۹ ۔

(۴) تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ حضرت نے کفار کی خاطر داری سے بتوں کو مس کرنے کا قصد کر لیا تھا ۔ صفحہ ۴۴۹

(۵) روضۃ الاحباب میں حضرت کی دوڑ کا ذکر کیا ہے و در سفر دو نوبت با عائشہ در دویدن مطابقت نمودہ بار اول عائشہ از وے درگزشت و نوبت دوم عائشہ فربہ شدہ بود آن حضرت از عائشہ در گزشت ۔ پس فرمود ہذا بذاک یعنے این سبقت در مقابل آن سبقت واقع شد کہ تو برگرفتہ بودی کلیات صفحہ ۴۰۵ ۔

(۶) مدارج النبوۃ میں ہے رسول خدا فرمودہ بہ تحقیق آسان کردہ شد بر من موت زیراکہ دیدم بیاض کف دست عائشہ را در بہشت و معلوم شدہ است کہ محبت عائشہ مر آن حضرت را در غایت مرتبہ کمال بود کہ صبر نمی توانست کرد از وے پس تمثیل ساختہ شد عائشہ برائے وے در جنت تا آسان شود بر وے موت بجہت آن زیراکہ زندگانی خویش در اجتماع محبان است کلیات صفحہ ۴۰۶ ۔

آریہ اور عیسائیوں کا کیا ذکر ہے یہ تو ازماست کہ برماست کا مصداق ہے

(۲) منزہ میں آپ لکھتے ہیں :۔ وہ فتح جواب ہو گئی ۔ اس طرح پر کہ اگر چہ

یا گناہگار ہوتا۔ تو ہرگز ہرگز اپنی پیشینگوئی سیہزم الجمع ویولون الدبر کے موافق فتحیاب نہ ہوتا"۔ اس سے معلوم ہوا کہ در اصل فتح جواب نہیں۔ فتح تو جھوٹوں کو بھی ہوجاتی ہے اور تاریخ عالم اس پر شاہد ہے بلکہ ایسی عظیم الشان پیشن گوئی کا پورا ہونا آپ کی نبوت کو ثابت کرتا ہے اور جب نبوت ثابت ہوئی تو عصمت خود ہی ہوگئی کیونکہ یہ لازمہ نبوت ہے۔

(۳) صلح حدیبیہ ضرور اس فتح مکہ کا پیش خیمہ تھی۔ لیکن نہ معلوم کہ حضرت عمر جیسے صاحب الرائے اور مدبر باوجود اس ذہانت کے کیوں اسپر معترض ہوئے اور فرمان باری لا تقدموا بین اللہ ورسولہ (یعنے اللہ اور رسول کے سامنے پیش قدمی نہ کرو) کی تعمیل نہ کی۔

(۴) آپنے اور آپ کے اولیاء نے یہ تفسیر ہمارے امام ہمام حضرت رضا الراضی بالقدر والقضاء علیہ التحیۃ والثناء کے قول مبارک سے جو بجواب مامون الرشید (مجدد اہل سنت ملاحظہ ہو عسل مصفیٰ) عیون اخبار الرضا میں مرقوم ہے سرقہ کیا ہے لیکن بہ تصرف اصل قول جناب یہ ہے فقال الرضا لم یکن احد عند مشرکی مکۃ اعظم ذنبا من رسول اللہ لانہم کانوا یعبدون من دون اللہ ثلٰثمائۃ وستین صنما فلما جاءھم بالدعوۃ الی کلمۃ الاخلاص کبر ذالک علیہم وعظم ان ھذا الا اختلاق فلما فتح اللہ علی نبیہ مکۃ قال لہ یا محمد انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر عند مشرکی اھل مکۃ بدعائک الی توحید اللہ فیما تقدم وما تاخر لان مشرکی مکۃ اسلم بعضہم وخرج بعضہم عن مکۃ ومابقی منہم لم یقدر علی انکار التوحید علیہ اذا دعی الناس الیہ فصار ذنبہ عندھم فی ذالک مغفورا لظہورہ علیہم فقال المامون للہ درک یا ابا الحسن یعنے حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مشرکین مکہ رسول اللہ سے زیادہ گنہگار کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ اللہ کو چھوڑ کر تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا کرتے تھے پس جب حضور نے انکو اس سے منع کیا اور خدائے واحد کی عبادت کیطرف بلایا تو یہ بات ان کو گراں گذری اور کہنے لگے کہ محمدؐ ایک خدا قرار دیتا ہے

اور ہمیں اس کی طرف بلاتے ہے یہ بات تو بناوٹی اور دروغ ہے پس جب فتح مکہ ہوئی
تو اللہ نے فرمایا۔ انا فتحنا الخ یعنے اے پیغمبر جو گناہ کہ تو مشرکین کے غیالین عنت توحید
کی نسبت کرتا تھا یا جو اس کے متعلق بعد ہوتا وہ آج فتح مکہ کے سبب معاف ہو گیا۔
کیونکہ مشرکین مکہ سے بعض اسلام لے آئے اور بعض مکہ سے نکل گئے اور باقی ایں انکار
توحید کی مجال نہ رہی لہذا یہ گناہ جو اول اور آخر کرتا انکی نظروں سے محو ہو گیا میجواب
اگرچہ اغنائیات سے ہے لیکن اس سے ہی حقیقت کو پہنچ سکتے ہیں برخلاف اسکے
آپ کی تاویل میں بہت سے سقم ہیں کیونکہ یہ فتح مشرکین مکہ پر ہوئی اور مشرکین مکہ
کی نسبت ہی اس میں اتمام حجت بعد فتح تھی ۔ آریہ اور عیسائیوں کو اس سے کیا تعلق
آریہ اور عیسائی تو اسی آیت سے بزعمہم رسول اللہ کا گناہ گار ہونا ثابت کرتے ہیں اور
دیگر دو آیات ہیں جن میں ذنب کو حضور کیطرف نسبت دی گئی ہے ایک سورۃ المومن
میں ہے فاصبر ان وعد اللہ حق واستغفر لذنبك وسبح بحمد ربك
بالعشی والابکار یعنے اے رسول صبر کر کیونکہ وعدہ خدا حق ہے اور اپنے گناہ کیلئے
طلب مغفرت کر اور اپنے رب کی صبح اور شام حمد کر۔ دوسری آیت سورۃ القتال میں ہے
فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ واستغفر لذنبك وللمومنین والمومنات
یعنے بتحقیق جان لے کہ اللہ ایک ہے اور اپنے گناہ اور نیز مومنین اور مومنات
کیلئے طلب مغفرت کر۔ ان سب کا اولاً تو یہ جواب ہے کہ آریہ اور عیسائی کہتے ہیں
قرآن شریف حضرت محمد صلعم کا بنایا ہوا ہے اگر واقعاً ایسا ہوتا تو کبھی بھی آپ اپنے آپکو
گناہ گار بیان نہ کرتے۔ بلکہ ہمیشہ ایسی بات کہتے کہ جس پر مخالفین کو کچھ بھی جائے
اعتراض نہ ہوتی اور چونکہ ایسا نہیں پس معلوم ہوا کہ آپ نبی صادق تھے۔ ثانیاً
جواب حقیقی ان سب کا یہ ہے کہ لفظ ذنب کے حقیقی معنے پس افتادگی ہیں ۔ اور
غفر کہتے ہیں ڈھاپنے کو چنانچہ عرب میں خود کا نام مغفر اسی لئے ہے کہ وہ سر کو
ڈھانپے رہتی ہے سب سے کم درجہ ذنب کا ہے اور انتہائی جرم کا پس اسی سے
آیات کے معنے کھلتے ہیں سب سے اعلے مرتبہ عبودیت کا ہے اور چونکہ خاتم النبیین
سب پیغمبروں سے اعلے تھے اس لئے آپ کا درجہ عبودیت بھی سب پر فائق تھا اور اسی
لئے خدا نے سبحان الذی اسرٰی بعبدہ فرمایا ہے اور شہادتین میں اشھد ان

محمداً عبدہ ورسولہ مقرر ہے اور اسی لئے اس سے ذراسا انقطاع بھی اسرد جہ رفیعہ کے لحاظ سے ذنب یعنے پس افتادگی ہے یہاں تک کہ مناکحت معاشرت لوگوں سے میل ملاقات سب ذنب میں داخل ہیں اور اسی لئے جب آپ کسی حرم کے پاس کچھ دیر رہتے تو فوراً بلال کو بلاکر فرماتے - ارحنا یا بلال یعنے اے بلال ذکر خدا سے تو ہمیں راحت دے چونکہ یہ فتح مکہ فتح نمایاں ہوئی - کہ اس سے بیت اللہ نجاست ظاہری سے پاک ہوگیا یہ مرکز اسلام قبضہ میں آگیا - دعوت صداتمام کو پہنچ گئی بنیاد اسلام مستحکم ہوگئی اور چونکہ یہ فتح مبین تھی - کہ اس جیسی فتح نہ پہلے ہوئی - اور نہ حضرت کو بعد اس کے کوئی ایسی فتح ہوئی - اسلئے اس کے مقدم اور موخر حالات گویا اس کے مقابلہ میں پس اُفتادگی ہے اور اس فتح نے انپر غفر کردیا ہے ؀

(۵) محض فتح کا نام لینے سے آپ سب کے سب جوابات سے بری الذمہ نہیں ہوسکتے بلکہ ہر ایک اعتراض کا جواب دینے سے جو ۹ اصل میں معترضین نے حسد و تعصب یا جہالت کیوجہ سے کئے ہوتے ہیں ؀

(۶) بعض شیعہ کیوں فرمایا ہے تمام شیعہ نہ صرف شیخین بلکہ شیوخ ثلاثہ پر الزام لگاتے ہیں - جن کے جواب شافی آجتک کسی سنّی سے بن نہ آئے - تشئید المطاعن موجود ہے فرمایئے اس کے کونسے طعن کا جواب شافی ملا ہے - آپ کے مجدد شاہ عبد العزیز دہلوی نے حرکت مذبوحی کی تھی - لیکن عبقات جیسی لاجواب کتابوں نے ان کا کذب صریح ثابت کردیا ہے اگر آپ میں کچھ ہمت ہے تو اپنے مجدد کے سر سے کذب کے الزام کو دور کیجئے نہیں تو ہم سمجھ لینگے - کہ آپ کے مجدد ایسے ہی ہوتے چلے آئے ہیں

اس فتح نے بقول خود جناب صرف رسول اللہ کی ہی عصمت ثابت کی نہ کہ شیوخ کی آپنے صرف شیخین کا ہی ذکر کیا ہے شاید شیخ ثالث کو آپ اسکے برعکس سمجھتے ہیں

(۷) اس کا آخری حصہ آپ نے چھوڑ دیا لیزدادوا ایماناً مع ایمانھم یعنے تاکہ زیادہ کرے ایمان ان کے ایمان پر جس سے معلوم ہوا کہ انہیں یقین و ایمان تھا - لیکن آپ کے شیخ ثانی کو تو اسی فتح کے پیش خیمہ کیوقت شک عارض ہوا تھا - پس ثابت ہوا کہ وہ اس ایت کے مصداق نہیں - دوسرے یہ کہ اس میں مومنین کا ذکر ہے پہلے آپ شیخین کے ایمان کو ثابت کریں - پھر اس آیت کے

تحت میں داخل کیجئے گا +

(۸) حضرت اسکے بعد ہی اس آیت کو بھی تلاوت کیجئے گا یہ آپنے کیوں نہ لکھی شاید اسلئے کہ اس میں منافقین کا ذکر ہے ویعذب المنافقین والمنافقات والمشرکین والمشرکات الظانین باللہ ظن السوء علیھم دائرۃ السوء وغضب اللہ علیھم ولعنھم واعد لھم جھنم وساءت مصیرا۔ یعنے اور عذاب کرے منافقین اور منافقات اور مشرکین اور مشرکات کو جو اللہ کیساتھ گمان بد کرنیوالے ہیں انپر ہے دائرہ بدی کا اور غضب کیا ہے خدا نے ان پر اور لعنت کی ہے اور تیار کیا ہے ان کے لئے جہنم جو کہ برا ٹھکانا ہے فرمایئے یہ ظانین کون ہیں کسنے ظن و شک کیا کسنے ما انکنت فی نبوتک کشک یوم ھذا کہا +

(۹ و ۱۰) اس آیت میں صحابہ کرام کی معصومیت کا کوئی ثبوت نہیں کیونکہ اول تو فتح سے عصمت ثابت نہیں ہوتی۔ دوسرے یہ کہ اگر ہو بھی تو رسول اللہ کی ہوئی کیونکہ خطاب صرف رسول اللہ کو ہے لیغفرلک تیسرے یہ کہ منافقین بھی اس میں شامل تھے۔ پھر ان کی عصمت بھی ساتھ ساتھ ہی ثابت ہو جائے گی۔ چوتھے یہ کہ اگر اس سے صحابہ کی عصمت ثابت ہوتی ہے تو وہ عصمت بالکل ایسی ہوگی جیسے رسول اللہ کی۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں "اور ٹھیک اسی طرح فتحیاب اور کامیاب ہوئے۔ جیسے جناب رسالت مآب"۔ اور رسول اللہ کی عصمت یہ ہے کہ آپ سے صغیرہ وکبیرہ گناہ کبھی بھی صادر نہیں ہوا اور کم از کم یہ کہ آپ نے صنم کے آگے کبھی سر نہیں جھکایا۔ لیکن صحابہ میں یہ ثابت کرنا محال ہے کیونکہ ان میں بہت ایسے تھے جن کی عمریں عشق بتان و سجدۂ اصنام میں کٹی تھیں اکثر شراب پیتے رہے اور طرح طرح کے فسق و فجور میں مبتلا رہے۔ پھر تطابق و تلازم کیا +

(۱۱) یہ آیت توریت کی پانچویں کتاب باب ۳۳ نمبر ۲ میں یوں ہے۔ اور اُسنے کہا۔ خداوند سینا سے آیا۔ سائر سے انپر نکلا۔ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا وہ دس ہزار قدوسیوں کیساتھ آیا۔ اُن کے داہنے ہاتھ سے اُن کے لئے ایک آتشی قانون نکلا۔ لاریب یہ پیشن گوئی رسول اللہ کے بارے میں ہے کیونکہ

کوہ فاران مکہ میں ہی ہے اور حضور کی بعثت بھی مکہ میں ہی ہوئی۔ وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا" حضور کا اول ہی اول دعوۂ نبوت کو ظاہر کرتا ہے اور اسلئے آپ کے پیش کردہ واقعہ پر منطبق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مکہ فتح کرنے کیلئے آپ مدینہ سے آئے تھے نہ کہ مکہ سے آتشی قانون جہاد کیطرف اشارہ ہے باقی رہا قدوسیوں کا لفظ۔ اس کی تشریح ہم کتب انبیاء سے ہی تلاش کرتے ہیں:۔

(۱) مکاشفات باب ۹ آیت ۱۶۔ اس باب میں آسمان سے ایک ستارہ گرنے اور اسکو ایک بہت عمیق گڑھے کی چابیاں دئے جانے کا ذکر ہے جو کہ رسول اللہ کیطرف اشارہ ہے اور آیت مذکورہ میں فوج کی تعداد بیان کی ہے کہ سوار کی فوج کی تعداد بیس کروڑ تھی۔ اور میں نے ان کی تعداد کو سنا۔

(۲) مکاشفات باب ۵ آیت ۱۱۔ اور میں نے دیکھا اور میں نے بہت سے فرشتوں کی آواز کو جو تخت کے گرد تھے سنا اور درندوں اور بزرگوں کو اور انکی تعداد دس ہزار ضرب دس ہزار (دس کروڑ) اور ہزار ہا ہزار تھی۔

اس سے پہلی آیت میں برے کے ذبح کا ذکر ہے اور درندوں کی تعداد چار اور بزرگوں کی چوبیس دی ہے۔ چار درندوں سے شاید ثلاثہ اور معاویہ مراد ہوں اور برے سے مراد سید الشہداء کیونکہ یہی چار اس برے کے ذبح کا باعث ہوئے ہیں۔

(۳) زبور (سامز) باب ۶۸ آیت نمبر ۱۷۔ خدا کی رتھیں بیس ہزار بلکہ ہزاروں فرشتے ہیں خداوند ان کے درمیان ہے جیسے کہ سینا مقدس جگہ میں تھا۔

(۴) اعمال۔ باب ۷ آیت ۵۳ میں بھی فرشتوں کا ہی ذکر ہے۔

(۵) پولس رسول کا خط گلتیوں کے نام باب ۳ آیت ۱۹ میں بھی قدوسیوں کی تشریح فرشتے کی ہے۔

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ قدوسیوں کا لفظ ملائکہ کے لئے آیا ہے اور یہ ہے بھی درست اور تنزل الملائکۃ والروح فیہا باذن ربھم بھی اس پر دلالت کرتی ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۵ جلد اول ازالہ اوہام۔

(۱۲) یہ حدیث بخاری کے کس مقام پر ہے حوالہ دیں تو دیکھا جائے۔

اور اگر یہ ہے بھی تو بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا جیسے کہ ہمنے اوپر ذکر کیا ہے۔

(۱۳ و ۱۴) فی سبیل اللہ جہاد کی یہ علامت ہے کہ مارے اور مارا جائے لیکن ثلاثہ نے کبھی کو مدانہ کسی سے میدان جنگ میں کوئی زخم کھایا جہاں گئے بھاگ ہی آتے رہے مفصل بحث پہلے ہو چکی ہے۔

مہربانی فرماکر یہ تو بتلائیے کہ خدائے نفر نے کہاں انکو معصوم اور گناہ سے پاک کہا ہے اگر آپ کوئی ایسا ثبوت پیش کردیں تو آج شب ہیں دنیا سنی بنجا دے گی لیکن افسوس کہ یہ آپ کا حسن ظن ہے جو حقیقت سے بمراحل دور ہے۔

(۱۵) آیت میں مہاجرین اور انصار دونو کا ذکر ہے آپ کے استدلال کے مطابق چاہیئے تھا کہ انصار کو بھی خلافت ملتی لیکن وہ بیچارے عدم قرابت اور مہاجرت کے بہانہ سے محروم کردیئے گئے آپکے حکیم الامتہ کی فرمودہ تفسیر سورۂ جمعہ کے صفحہ میں لکھا ہے "میں تنقیعہ کی بحث پڑھتا تھا اور منکم امیر ومنا امیر پر میں غور کی ہے مجھے خدا نے اس مسئلہ خلافت میں یہی سمجھایا ہے کہ مہاجرین نے چونکہ اپنے گھر بار تعلقات چھوڑے تھے انکو ہی اس مسند پر اول جگہ ملنی ضرور تھی"۔ اس سے چند فوائد ظاہر ہوئے اول یہ کہ آپ صحابہ کی عصمت کے قائل ہیں اور انصار صحابہ کے منا امیر کہنے سے ان کی خطا ثابت ہوئی جب حکیم نور الدین صاحب کو تیرہ سو برس کے بعد غور کرنے سے معلوم ہوگیا اور خدا نے انہیں سمجھا دیا کہ اس مسئلہ میں انصار کا کوئی حق نہیں تو وائے برحال انصار کہ انکو اسوقت یہ بات نہ سوجھی اور انہوں نے اس پر کافی غور نہ کیا اور طرہ یہ کہ مہاجرین نے بھی دلیل فرمودہ حکیم الامتہ کے مطابق خلافت حاصل نہیں کی بلکہ قرابت بعیدہ کے لحاظ سے۔

دوسرے یہ دیکھنا ہے کہ کسکو ہجرت سے زیادہ نقصان ہوا ثلاثہ یا اہل بیت یا اور کسیکو جسکو زیادہ نقصان ہوا اسی کو مطابق دلیل حکیم صاحب مسند خلافت پر اول جگہ ملنی چاہیئے ہیں علی وجہ البصیرہ کہتا ہوں کہ جتنا نقصان اہل بیت کو ہوا۔ اتنا کسیکو نہیں ہوا کیونکہ یہ متولی حرم خدا تھے حضرت عبد اللہ والد رسول خدا متولی تھے اسکے بعد حضرت ابو طالب والد علی مرتضےٰ متولی ہوئے اور آپکے بعد

رسول خدا اور انکے بعد ضرور یہ حق علی مرتضےٰ کو پہنچتا تہا چونکہ رسول خدا کے دعوۃ نبوۃ سے عرب نے ان کی تولیت حرم سے انکار کیا تو اگر علی اسوقت رسول کو چھوڑ کر عرب کیساتھ مل جاتے تو متولی حرم اور بادشاہ عرب ہو جاتے۔ کیونکہ یہ حق اسی خاندان کا تھا۔ لیکن علی نے اس دنیا پر لات ماری اور رسول اللہ کا ساتھ دیا۔ اُنہوں نے حکومت چھوڑی۔ گھر بار اور دیگر مملوکات کو چھوڑا تعلقات وسید کو سلام کیا اور وطن مالوفہ کو سلام کرکے رسول اللہ کے پیچھے ہو لئے اسلئے ضرور تھا کہ انکو ہی اول درجہ ملتا۔ لیکن ہیچ کا فرنکند آنچہ مسلمان کر دند ہجرت کے متعلق ہم یہ تفصیل پہلے لکھ آئے۔ اُسے ملاحظہ فرمایئے ٭

(۱۰۶) اگر امن سے ہی کسیکا ایمان خالص معلوم ہوتا ہے تو بس پھر انگریز اوّل درجہ کے مومن خالص ہیں۔ ع "ہاتھلا اُستاد کیوں کیسی کہی" +

اگر امن سے ہی ایمان ثابت کرتے ہو تو حضرت علیؑ کے وقت میں بالکل امن نہیں تہا بتلاؤ انہیں کیا کہوگے رسول اللہ ساری عمر لڑائیوں میں مصروف رہے آخری وقت میں بھی تہیہ جیش اسامہ کیا۔ خلیفہ اول کی حکومت میں کش کش رہی کیا تب تک وہ مومن نہ تہے حضرت عمر تلوار سے مارے گئے۔ شیخین نے اپنے مکانات خوف کیوجہ سے مدینہ سے تین میل باہر بنائے ہوئے تہے۔ کیا یہی امن ہے۔ حضرت عثمان کے وقت میں کیسی بغاوت ہوئی۔ کہ آخر وہ اسی کے شکار ہوئے کیا یہی امن ہے۔ ہاں! آپ فرماتے ہیں کہ چونکہ شیخین کا زمانہ خوب امن کا تھا اسلئے وہ کامل مومن اور صراط مستقیم پر تھے آپ نے شیخ ثالث کنذا کو کیوں چھوڑا۔ اس استدلال سے معلوم ہوا کہ وہ کامل مومن اور صراط مستقیم پر نہ تہے +

اس امن سے یہ امن مقصود نہیں بلکہ ایمن ہونا عذاب خدا سے لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون اس کی نسبت بھی ہم پہلے لکھ آئے ہیں +

(۱۰۷) کیا خوب پیشینگوئی ہے جناب من! ایسی من گھڑت باتیں شیعوں کے اپنے ایجاد کی ہیں۔ اگر حضرت اثنا عشر کے اولیاء صرف مقتول ہی ہیں۔ تو کیا آپکے قول کے مطابق اسلام سے پہلے بھی اسکے اولیاء مقتول تہے کیا اسمیں تب

نہیں بتھے کیا حجاج بن یوسف مدت تک اسپر قابض نہیں تھا کیا یزید بن معاویہ فاسق وفاجر مدت تک اس کا بادشاہ نہیں رہا کیا سلطان عبدالحمید خان لیٹ سلطان ٹرکی مدتوں تک حامی حرمین کے لقب سے نہیں پکارا جاتا تھا جس کی سرگزشت آج اخباری دنیا میں دورہ کرتی ہیں جسکا فاسق وعیاش ودشمن ملت ہونا مصری اخبار المنار کے کالموں میں ثابت ہو رہا ہے کیا یہ سب کے سب متقون تھے پھر آپ کے مرزا صاحب کیوں عبدالحمید خان کو کورے لفظوں سے یاد کیا کرتے تھے کیوں الحکم میں مدتوں تک اس کی برائیاں لکھی جاتی رہیں۔ درست ہے۔ اب تک سنی ہی اس پر قابض رہے ہیں لیکن افسوس ہے کہ مرزائی کوئی نہیں ہوا بلکہ خوف کیوجہ سے مرزائی حج سے ہی محروم ہیں جس سے اہلسنت کا متقی اور آپ کا فاسق وفاجر ہونا ثابت ہوا +

ہاں جناب! تفسیر فرمودہ جناب کی رو سے تو قرآنی پیشگوئی جھوٹی نکلی کیونکہ حرم کے ظاہری اولیاء فاسق وفاجر ہی رہے اگر آپ نے قرآن کریم کی تلاوت کی ہوتی۔ تو آپکو معلوم ہوجاتا کہ ظاہری ولایت حرم بغیر ایمان بے فائدہ اور خسران ووبال ہے خداوند عالم فرماتا ہے اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستون عند اللہ یعنے کیا تمنے سقایۃ حاج اور عمارت مسجد حرام کو اس کی مثل بنالیا ہے جو اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لایا ہے اور جہاد کیا اس نے راہ خدا میں۔ نہیں برابر ہیں دونو اللہ کے نزدیک واحدی نے تفسیر اسباب النزول میں لکھا ہے کہ عباس اور طلحہ استحقاق اولیت بیت اللہ کلید برداری اور سقایت کیوجہ سے بتلاتے تھے حضرت امیر ع نے فرمایا۔ انا اول الناس ایمانا واکثرھم جھادا یعنے میں پہلا ایمان لانیوالا اور سب سے زیادہ جہاد کرنیوالا ہوں جسپر یہ آیت نازل ہوئی اور جسنے علی ع کا ولی بیت اللہ ہونا ثابت کردیا اور جب آپ کی ولایت ثابت ہوئی۔ تو صفت اتقا بھی ساتھ ہی ثابت ہوگئی +

بیت اللہ کے اصل اور حقیقی اولیاء اور بانی حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور اسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام تھے چنانچہ فرماتا ہے۔ واذ یرفع ابراھیم

القواعد من البیت و اسماعیل ربنا تقبل منا یعنے اور جب بلند کرتے تھے بنیاد بیت کو ابراہیم اور اسماعیل اور کہتے تھے اے اللہ قبول کر ہم سے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ واذ بوانا لابراہیم مکان البیت اور جب جگہ دی ہم نے ابراہیم کو مکان بیت کی یعنے بیت اللہ اس کے سپرد کیا۔ ابراہیم کے بعد اسماعیل نبے ظاہر جب ابراہیم مصر گئے تو اسماعیل اور ہاجرہ کو یہیں چھوڑ گئے اور دعا کی ربنا اجعل قلوب الناس تھدی الیھم یعنے اے اللہ میں اپنی ذریت کو وادئے بے گیاہ میں چھوڑ جاتا ہوں تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف پھیر۔

جب کعبہ بنا چکے تو خلیل نے دعا کی ربنا اجعلنا مسلمین لک و من ذریتنا امۃ مسلمۃ لک یعنے اے اللہ ہم دونوں (ابراہیم و اسماعیل) کو خاص اپنی ذات کا فرمان بردار بنا اور ہمارے ذریت سے بھی خاص اپنی فرمانبردار امت بنا۔ اسی طرح کی دعا اپنی ذریت کے لئے اسوقت کی جبکہ آپکو درجہ امامت من اللہ عطا ہوا۔ چنانچہ ارشاد ہے انی جاعلک للناس اماما قال من ذریتی قال لا ینال عھدی الظالمین جس سے ظاہر ہوا کہ آپ کی ذریت کی امۃ مسلمہ امام ہوگی۔ اور وہی اولیاء حضرت اللہ ہوگی۔

اس کے بعد تلاوت کیجئے سفر اول توریت قرات ۲۷ جس میں خدا فرماتا ہے کہ استجبت لک فی اسماعیل و کثرتہ و برکتہ و انمیتہ جدا جدا سیولد اثنا عشر عظیما و شریفا و ساجعلھم رئیسا لشعب عظیم۔ یعنے اے خلیل میں نے اسماعیل کے حق میں تیری دعا قبول کی ہے میں نے اسے کثرت دی ہے اور برکت دی ہے اور بڑھایا ہے۔ اس سے بارہ عظیم اور شریف پیدا ہونگے اور میں ان کو بھاری جماعت کا سردار بناؤنگا اس سے معلوم ہوا کہ من ذریتی سے مراد ذریۃ اسماعیل تھی۔ اور انکے بارہ آدمی امۃ مسلمہ اور امام ہونگے حدیث لا یزال امر الاسلام منیعا منیعا حتی کان فیھم اثنا عشر یہ خلیفۃ کلھم من قریش کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔ امۃ یعنے امام بھی آیا ہے۔ جیسے کہ پہلے ذکر ہوا اور یہاں ہم تفسیر طبری کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ ان ابراھیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا کے ذیل میں کہتا ہے۔ ان یکون امۃ فعلتہ

بمعنے مفعول کالرحلۃ والبغیۃ فالامتہ ھو الذی یوتم بہ دولیل خولہ انی جاعلک للناس اماما یعنے امتہ فعلتہ بمعنے مفعول ہے جیسے رحلتہ اور بغیہ پس امت سے مقصود امام ہے جسکی پیروی کی جاوے اور اس کی دلیل قول خدا ہے ابراہیم کے بارے میں کہ میں تجھے امام خلق بنانے والا ہوں۔

یہ تقدیر میں مقدر تہا کہ اسحاق کا سلسلہ حضرت عیسےٰ تک رہے اور بعدہ اسماعیل کا سلسلہ شروع ہو اور وہ قیامت تک رہے جیسے کہ سنت اللہ در نظر مذکور سے ثابت ہوتا ہے پہر نہ معلوم کون سی حجت کی رو سے مرزا صاحب کی امامت ثابت ہوتی ہے کیونکہ یہ ذریت اسماعیل اور رسول اللہ سے نہیں ہیں کیا یہ ذریت ناقص تہی۔ و ترکنا علیہ فی الاخرین اور و اخرین منھم لما یلحقوا بھم سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ آخرین میں بہی ذریت اسماعیل سے کوئی مبعوث ہوگا۔

پہر اصل مقصود کیطرف عود کرتے ہیں مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہوا کہ اس امتہ مسلمہ کا دور رسول اللہ سے شروع ہونا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور خود رسول اللہ فرماتے ہیں۔ وبذالک امرت وانا اول المسلمین یعنے اسی پر مامور ہوں اور میں پہلا مسلمان ہوں آپکے بعد ان بارہ کا سلسلہ ہے جنکا وعدہ توریت میں تھا۔ خدا انکو ہی حقیقی مسلمان کہکر پکارتا ہے پ۱۷ حج اخیر وجاھدو فی اللہ حق جہادہ ھو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ۔ ملتہ ابیکم ابراھیم۔ ھو سماکم المسلمین ۔ من قبل وفی ھذا لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونو شھداء علی الناس ۔ فاقیمو الصلواۃ واتوا الزکواۃ واعتصموا باللہ ھو مولکم فنعم المولی ونعم النصیر یعنے اور جہاد کرو راہ خدا میں حق جہاد کرنیکا اسی نے تم کو برگزیدہ کر لیا۔ اور دین میں تم پہ کوئی تنگی نہیں رکہی۔ یہ ملت تمہارے باپ ابراہیم کی ہے اسی نے تمہیں مسلمان نامزد کیا پہلے سے اور اس میں تاکہ رسول تم پہ ناظر رہے اور تم لوگوں پر ناظر ہو پس قائم کرو نماز اور دو زکواۃ اور مضبوط پکڑو اللہ کو وہی تمہارا مولا ہے پس اچھا مولا اور اچھا مددگار ہے۔ یہ حکم عام نہیں بلکہ خاص ہے اس ذریت خلیل اور ذبیح کے لئے جسکو وعدہ امامت ہے بچند دلیل:۔

(۱) جاھدوا فی اللہ حق جہادہ۔ حق جہاد کسی سے ادا نہیں ہو سکتا۔ مگر معصومین سے جیسے کہ ادنےٰ تفکر سے ظاہر ہے ؎

(۲) اجتبا کم سے ظاہر ہے کہ یہ معصومین کو خطاب ہے کیونکہ یہ لفظ اکثر جگہ قرآن میں انبیاء ہی کے لئے آیا ہے آدم کے بارے میں ہے ثم اجتبٰہ ربہ ابراہیم کے حق میں اجتبٰہ وھدٰہ الی صراط المستقیم۔ جناب یوسف ع کو حضرت یعقوب ع فرماتے ہیں۔ وکذالک یجتبیک ربک ویعلمک من تاویل الاحادیث ؎

(۳) ھو سمّٰکم المسلمین کو ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک سے ملاؤ تو اسلام حقیقی ظاہر ہو کیونکہ عام اعراب ذریت اسماعیل کے اسلام حقیقی کے دعویٰ کی خدا تردید کرتا ہے کما قال قالت الاعراب اٰمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما ید خل الایمان فی قلوبکم اور الاعراب اشد کفراً ونفاقاً ؎

(۴) واعتصموا باللہ کا خطاب خاص ہے کیونکہ عام کو خطاب ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا عوام بغیر توسط حبل اللہ کے اللہ کو نہیں پکڑ سکتے پارہ دوم کے ابتدا میں فرماتا ہے وکذالک جعلنا کم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا ۔ یعنے اور اسیطرح ہم نے تم کو امۃ وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر ناظر رہو اور رسول تم پر ناظر رہے یہ آیت ذکر قبلہ کے بعد ہے اور کذالک کے لفظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے جیسے قبلۂ ظاہری بیت اللہ کو بنایا ہو ویسے ہی قبلۂ باطنی امۃ وسط ہے وسط اور عدل ایک ہی مقصود پر دلالت کرتے ہیں پس امۃ وسط سے مراد ائمہ عدل ہو سکتے ہیں اور نیز انکو وسط اسلیئے کہا گیا کہ بیچ وسط اور وسط ہیں عام ناس اور رسول اللہ کے درمیان جیسے کہ تتمۂ آیت لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا سے ظاہر ہے۔ یہاں پر ایک اور نکتہ خیال میں آیا ہے کہ بیت اللہ مجازی کے ذکر میں خدا فرماتا ہے۔ وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول من ینقلب علی عقبیہ یعنے نہیں کیا ہم اس قبلہ کو جس پر تو تھا۔ مگر اسلیئے کہ جانیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اپنی ایڑیوں پر واپس ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کعبہ مقرر ہونے سے کفار ایڑیوں پر پھر گئے قریب قریب یہی الفاظ اسو قت کے

لئے ہیں۔ جبکہ ان بنوت اللہ حقیقی کا دور شروع ہوگا۔ چنانچہ فرماتا ہے افان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم یعنے اگر یہ رسول مر جائے یا قتل ہو تو پھر جاویں گے اپنی ایڑھیوں پر۔ جس سے معلوم ہوا کہ بعد رسول کچھ لوگ ان بنوت اللہ سے منہ پھیر لیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اب لفظ شہید اور شہداء پر غور کیجئے خدا اپنی صفت شہید بیان کرتا ہے وانا علی ذالک لشٰھدین اور پھر رسول کو بھی شہید کہتا ہے اور امۃ وسط کو بھی شہداء کہتا ہے جس سے خود امت وسط کا عدول ہونا ثابت ہوا کیونکہ شرع میں شہادت عدول ہی مقبول ہے۔ پس ببداہت عقلیہ معلوم ہوا کہ یہ خطاب عام امت کو نہیں بلکہ خاص افراد کو ہے جو مشابہ رسول ہیں۔ جزو رابع عشر سورۂ نحل میں ارشاد ہے ویوم نبعث من کل امۃ شھیدا ثم لا یؤذن للذین کفروا ولا ھم یستعتبون۔ یعنے جس دن ہم ہر ایک امت سے ایک ناظر اٹھائینگے پس پھر نہ اجازت دی جائیگی کافروں کو بولنے کی اور نہ توبہ کی۔ جس سے کہ اپنے اللہ کو خوش کریں۔ کیونکہ وہ دن جزاء کے لئے ہے نہ عمل کے لئے اسجگہ شہید سے مراد پیغامبر ہیں اسکے تھوڑے دور بعد ہی ارشاد ہے۔ ویوم نبعث فی کل امۃ شھیدا علیھم من انفسھم وجئنا بک شھیدا علیٰ ھٰؤلاء ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی وھدی ورحمۃ وبشریٰ للمسلمین۔ اور جس دن اٹھائینگے ہم ہر ایک امت میں شہید (ناظر) اس امت پر اسی میں سے اور لائینگے تجھے انپر گواہ اور نازل کی ہم نے تجھ پر کتاب جسمیں بیان ہے ہر شئے کا اور ہدایت اور رحمت اور خوش خبری ہے مسلمانوں کے لئے اس سے علوشان ختمی مرتبت ظاہر ہوتی ہے کہ آپ نہ صرف اپنی امت کے شہداء بلکہ تمام امتوں کے شہداء پر شہید ہیں اور ہونگے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس امت کے شہداء بھی انبیاء کے مثل ہیں۔ فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اس آیت کے ذیل میں ایک عجیب تقریر کرتے ہیں جسکا بیان خالی از دلچسپی نہیں آپ فرماتے ہیں واما الشھید علی الذین کانوا فی عصر رسول اللہ صلعم فھو الرسول یعنے جو لوگ رسول اللہ کے وقت میں تھے انپر رسول اللہ شہید ہونگے (لیکن رازی کو یہ نہ سوجھا کہ اگر رسول اپنے معاصرین پر ہی شہید ہوتے تو خدا جئنابک علیٰ ھٰؤلاء شھیدا

کیوں فرماتا اور دوسرے یہ کہ نزلنا علیک الکتاب تبیان لکل شئی کیوں فرمایا جب کل شئی آمین ہی تو تمام لوگوں اور شہداء کے حال بھی ہیں) وثبت ایضاً انہ لابد فی کل زمان بعد زمان الرسول من الشہید المخصل من ھذا ان عصر من الاعصار لایخلو امن شہید علی الناس و ذالک الشہید لابد ان یکون غیر جائز الخطاو والا فتفتقر الی شہید اٰخر ویمتد ذالک الی غیر النہایۃ و ذالک باطل فثبت انہ لابد فی کل عصر من اقوام تقوم الحجۃ بقولھم و ذالک یقتضی ان یکون اجماع الامۃ حجتۃ یعنے و ثابت ہوا کہ ضرور ہے کہ ہر ایک زمانہ میں بعد زمانہ رسول کے شہید ہوویں ماحصل یہ ہوا کہ کوئی زمانہ شہید سے خالی نہیں ہوتا اور اس شہید کے لئے غیر جائز الخطا ہونا ضروری ہے نہیں تو وہ دوسرے شہید کا محتاج ہوگا اور پھر یہ سلسلہ غیر نہایت کو بڑھیگا اور یہ باطل ہے پس ثابت ہوا کہ ضرور ہے کہ ہر ایک زمانہ میں ایسی اقوام ہوں جنکے قول سے حجت قایم ہو اور یہ مقتضی ہے کہ اجماع امت حجت ہو ؎

جبائی نے ذیل آیت مرقومہ میں لکھا ہے (فی ھذہ دلالۃ علی ان کل عصر لایجوزان یخلوا ممن یکون قولہ حجۃ علی اھل عصرہ وھو اعدل عنداللہ یعنے اس آیت میں اسبات پر دلالت ہے کہ کوئی زمانہ بھی ایسے شخص کے وجود سے خالی نہیں ہوتا جسکا قول اسکے اہل عصر پر حجت ہو اور وہ عادل ہو اللہ کے نزدیک اور اسی سے شاید قول رازی بھی ماخوذ ہے لیکن رازی کا دعوے حجیت اجماع محض تحکم ہے کیونکہ اول تو بقول امام احمد حنبل دعوے اجماع امت ہی کذب ہے دوسرے یہ کہ اجماع امت جس میں معصوم شامل نہو جائز الخطا ہو سکتا ہے تیسرے یہ کہ آیت میں لفظ شہید مفرد ہے اور اجماع امت اطلاق نہیں ہوتا مگر نتیجہ آرائے خلق کثیر پر پس دعوٰی رازی باطل ہے اور ہر ایک زمانہ میں ایک شہید جائز الخطا اور معصوم کا ہونا ضروری ہے اور یہی اعتقاد امامیہ ہے پس انکے ائمہ ہی شہداء علی الخلق ہیں اگر کوئی کہے کہ امام غائب کیسے شہید ہو سکتا ہے تو میں کہونگا جیسے رسول اپنے سے پہلے شہداء پر اور نیز اپنے انتقال کے بعد شہداء پر شہید ہوگا ویسے ہی امام غائب خلق پر اسکا ایک ظاہر طریقہ تو یہ ہے کہ ملائکہ تمام اعمال پہنچا دیتے ہیں جیسا تفسیر سورۂ حمید صفحہ ۵ میں خلیفہ نور الدین صاحب نے لکھا ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ امت کے اعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائے جاتے ہیں دوسرے یہ کہ انکو ایسی کتاب کا علم کامل ہے جس کی صفت تبیانا لکل شئی ۔۔ دیکھئے پہلے ہی صاف ظاہر ہے کہ رسول اور ائمہ کو امت اعمال

ہوتے ہیں۔ فسیریٰ اللہ عملکم ورسولہ۔ دیکھتے ہیں تمہارے عمل اللہ اور اس کا رسول دوسری جگہ ارشاد ہے۔ قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون کہ تم عمل کرو۔ دیکھتے ہیں تمہارے عمل اللہ اور اسکا رسول اور مومنین۔ یہ مومنین عام نہیں بلکہ خاص مصداق والذین آمنوا ہے کیونکہ پوشیدہ اعمال پر عام مومنین کو اطلاع نہیں ہوتی سورہ البروج میں بنی کی تعریف شاہد سے کرتا ہے وشاھد ومشہود

جو شخص خوف خدا سے اس تمام تقریر کو پڑھیگا امید ہے کہ اسے یقین ہو جائیگا کہ اولیاء بیت اللہ اہلبیت یعنی ائمہ اثنا عشر علیہم السلام ہی ہیں خانہ کعبہ کو خدا نے بیتی کہا ہے جیسے کہ ابراہیم کو ارشاد ہے وطہر بیتی اور البیت کا ال بھی معہود ذہنی ہو سکتا ہے اور اہل کے معنے مالک اور اولیا بھی ہیں اور تمام امت کا اتفاق ہے کہ اہل البیت ائمہ اثنا عشر ہیں اور جس کو واقعات صحیحہ نے بھی سچ کر دکھایا ہے علی مرتضےٰ خاص بیت اللہ میں پیدا ہوئے ہیں اور کسر اصنام بھی آپکے دست مبارک سے ہوا ہے فتدبر بعین الانصاف بغیر اعتساف وانظر حقائق الاستخلاف۔

یہاں ہیں یہ بیان کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ ہمارے ائمہ نہ صرف متقین ہی ہیں بلکہ ائمہ المتقین خداوند عالم ان کی دعائیں بیان کرتا ہے کہ وہ کہا کرتے ہیں۔ ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما بتلائے سوائے ائمہ ہدے کے کسنے یہ دعا کی ہے واجعلنا للمتقین اماما موالف ومخالف کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جناب امیرؑ یہ دعا کیا کرتے تھے اور جو درگاہ حق میں مستجاب ہو گئی اور آپکو امام المتقین کا خطاب ملا۔

ظاہر ہے کہ امام وہ ہوتا ہے جو ہر بات میں پیشوا ہو اور خصوصاً عبادت میں جسمیں عبد و معبود کا تعلق ہوتا ہے اور اسی تعلق کو درست کرنے کے لئے نبی اور امام آیا کرتے ہیں لیکن آپ کے مرزا صاحب نے کبھی نماز کی امامت تو نہیں کرائی اور ہمیشہ ماموم ہی رہے اور قادیانی المذہب نے ان کی تکذیب کے لئے یہ فعل اُنسے سرزد کر دایا کیونکہ جب وہ عبادت میں ہی امام نہیں تو اور کس بات کے امام ہیں۔ وہ حدیث بخاری جس کی بنیاد پر یہ فعل کیا کرتے تھے انکے دعوے کے بطلان کے لئے کافی ہے کیونکہ اس میں لکھا ہے کیف انتم اذا نزل ابن مریم

وامامکم منکم اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابن مریم نازل ہوگا نہ کہ اسکا مثیل اور ابن مریم سوائے مسیح کے اور کوئی نہیں اور امامکم منکم اولی الامر منکم اور شہید اعلیہم من انفسہم کی تشریح ہے پس ہم کسی مسیح اور مثیل مسیح کی اطاعت پر مامور نہیں بلکہ مطابق نص اطیعوا الرسول واولی الامر منکم اولی الامر کی اطاعت پر مامور ہیں۔ لیکن مرزا صاحب نے کبھی اولی الامر ہونیکا دعوے نہیں کیا۔ اگر کوئی شخص یہ عذر کرے کہ مسیح صاحب کتاب رسول ہے وہ امام کی اطاعت کیسے کر سکتا ہے اس میں اس کی اہانت ہے اسکا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس سے بڑھ کر مسیح کی اہانت کی ہے چنانچہ ازالہ میں لکھا ہے ؎

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم ✿ عیسےٰ کجا است تا بنہد پا بمنبرم

اگر ان کیوقت میں مسیح آجاتے تو مرزا صاحب انہیں اپنے منبر پر قدم نہ رکھنے دیتے لیکن مہدی علیہ السلام اول انہیں کہینگے کہ آپ امامت جماعت کروایئے پھر ان کے انکار اور اصرار کے بعد آپ جماعت کروائینگے کسر صلیب سا مہتم بالشان کام ان کے سپرد کر دینگے اور ہر بات میں انسے مشورہ لینگے اور کہاں انکا اپنا زمانہ تھا کہ بروایت انجیل سر رکھنے کو جگہ نہ ملتی تھی منصف خدارا بتلاؤ کہ یہ حالت اچھی ہے یا وہ بہتر دوسرے یہ کہ مسیح کا قول قرآن میں ہے لابین لکم بعض الذی تختلفون فیہ آپ ایسی کتاب کے عالم تھے جسکی صفت بعض اختلافات کا بیان کرنا ہے برخلاف اسکے مہدی ؑ ایسی کتاب کے عالم ہیں جسکی صفت تبیانا لکل شئی اور بعض کل کا تابع ہے ایسے اعلم کے ماتحت رہنے سے آپکا علم بڑھ جاویگا ذرا پڑھیئے دعاء رسول رب زدنی علما

(۱۷-۱۸-۱۹) البتہ یہ متقین کی صفتیں ہیں لیکن انکا مومن ہونا ہی ثابت نہیں۔ چہ جائیکہ مومن متقی۔

(۲۰) بہت کم تھے جو اس بیعت پر قائم رہے مفصل بحث پہلے ہو چکی ہے خداوند عالم فرماتا ہے من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ یعنے مومنین سے بعض آدمیوں نے اپنے اس عہد کو سچا کیا جو انہوں نے خدا سے باندھا تھا۔

(۲۱) شیخ صاحب! یہ خوب کہی کہ جنگوں سے بھاگنے کا اعتراض دور ہوا بھلا یہ کلنک کا ٹیکہ کہیں مٹ سکتا ہے قرآن میں اسکا ذکر ہے احادیث اور تواریخ اسکا

رفتار رکھتی ہے پھر بھلا آپ سے جنٹلمین کے خزانے سے کیسے ایسے رد کیا جائے ایسے
قول کا تنزکی بہ ترکی جواب تو یہی ہے کہ ثلاثہ کا وجود ہی دنیا میں نہیں ہوا ثلاثہ جو کہ
جنگ و نسے بھاگے ہیں اسلئے انکے انکار میں کلام ہے

قصۂ فدک

اے میرے پیارے بھائی جو اس رسالہ کو پڑھ رہا ہے تم ہی انصاف کرو کہ ان آیات کے پیش نظر ہوتے ہم یہ بات تسلیم کر سکتے ہیں کہ
حضرت ابوبکر کے آگے باغِ فدک کا مقدمہ پیش ہوا اور آپنے دختر رسول مقبول جناب
بتول کو وہ باغ خلاف فیصلہ قرانی نہ دیا ہو؟ انکے مومن متقی صالح معصوم عادل
ہونے کی صفت قرآن مجید میں پائی گئی ہے - پس یقین کرنا پڑتا ہے کہ یا تو مقدمہ
پیش ہی نہیں ہوا صرف یار لوگوں نے اپنے دیرینہ کینوں کو نکالنے کیلئے بات کا
بتنگڑ بنا لیا - یا پیش ہوا مگر حضرت ابوبکر نے قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کر کے اپنے
بے نظیر انصاف کا ثبوت دیا کہ ایسے بے لاگ ہیں اہل بیت کا بھی لحاظ نہیں کرتے
یہ اسطرح پر کہ یہ تو باتفاق فریقین ثابت ہو چکا ہے کہ فدک مال فے سے تھا اور
سورہ حشر میں صاف حکم آچکا ہے کہ مال فے کی آمدنی صرف ان لوگوں کو دیجائے -
مگر تقسیم نہ کیا جائے - کہ اس طرح تو مالداروں میں ہی رہیگا - گویا ورثہ میں دینا بھی
منع ہوا صرف بطور وقف کے رکھنے کا حکم ہے ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ
فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل الیٰ بغیر
سے جو کچھ مال فے آیا وہ اللہ کے لئے ہے اور رسول کے لئے اور صاحبان قرابت
کے لئے - اور یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لئے پھر اس سے آگے فرمایا للفقراء
المہاجرین مہاجر فقیروں کیلئے والذین تبوء الدار والایمان من قبلہم جو ہجرت
مہاجرین سے پہلے مدینے رہے اور ایمان لا چکے تھے غرضیکہ ۲ تنے حقدار ہیں جناب
رسول صلعم فوت ہو جائیں تو انکا جانشین خلیفہ ہے پس اسکے ذی القرابت بھی
مراد ہونے چاہئیں - یا رسالت مآب کے ہی سہی بہر حال مال فے ہرگز ہرگز ورثہ
میں تقسیم نہیں ہو سکتا - پس ہم کیونکر فیصلہ صدیقی کو جھٹلائیں جو بالکل قرآن مجید کے
مواقف ہے اصل میں جو لوگ اس فدک کے معاملہ کو بار بار پیش کرتے ہیں وہ بضعۂ
رسول جناب بتول کی بے ادبی کرتے ہیں گویا لوگوں کو یہ تبلاتے ہیں کہ وہ قرآن مجید

سے ناواقف تھیں کہ ایسی ظاہر آیت کا علم بھی نہیں تھا۔ اور پھر ایک اور الزام لگاتے ہیں کہ حسب منشاء فیصلہ نہ ہونے یا بعبارت دیگر کھجوروں کے چند جھنڈ رنے سے آپ شیخین پر عمر بھر ناراض رہیں اور اسی غم میں گھل گھلکر مر گئیں۔

لاحول ولا قوۃ کیا دنیا کُتی کے لئے دختر رسول اسقدر غم کرنے لگی تھیں۔ وہ جناب زہرا کا درجہ نہیں سمجھتے کہ بہشت کی عورتوں کی سردار ہیں اور جب انکی خادمہ فضہ ایسی پائی گئی ہیں جنہوں نے دنیا پر لات ماردی اور نظر اُٹھا کے نہیں دیکھی تو کیا ان کی سیدہ ایسی تھی کہ اُسنے فانی دنیا کے چند بوسیدہ درختوں کے لئے رد رد کے اپنی جان ہلکان کردی ×××× ذرا بتول کے لغوی معنو پر ہی نظر غور کریں کہ دنیا سے قطع تعلق کرنیوالی۔ پس ہم کس طرح اعتبار کر لیں کہ آپ دنیا کیلئے تا دم واپسین روتی رہیں اور پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر یہ فیصلہ غلط تھا۔ تو حضرت علی ہی اپنی خلافت کیوقت اس کی تصحیح کر دیتے اسپر میں جانتا ہوں آپ حدیث بنائی ہے کہ ہم اہل بیت غصب کردہ چیز واپس نہیں لیتے کوئی پوچھے کیوں؟ اگر یہ اصل ٹھیک ہے تو خلافت ہی کیوں لی وہ بھی تو آخر غصب ہو ہی چکی تھی۔ اور ورثہ سلیمان داؤد پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ آیت لئلا یکون دولۃ بین الاغنیاء سے ثابت ہے کہ مال فے ایک شخص کو ملسکتا ہی نہیں اور نہ وراثت ہی میں تقسیم کئے جانیکا حکم ہے نیز اس آیت کا ماقبل و آخر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وراثت علمی مراد ہے اور عرض پر ورثہ کا اطلاق ہوسکتا ہے دیکھو ان الذین اورثوا الکتاب من بعدھم (۲) اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا ایسا ہی حضرت زکریا نے بیٹے کے حق میں دعا مانگی۔ کہ یرثنی ویرث من ال یعقوب تو وہاں بھی وراثت کتاب ہی مراد ہے جیسے کہ یا یحیٰی خذ الکتاب بقوۃ سے ثابت ہے اور سلیمان بھی وارث ہو کر کہتے ہیں یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر اور پہلے فرمایا ولقد اتینا داؤد و سلیمان علما۔ پس علم ہی کی وراثت بھی تھی اور اگر مال فانی کی وراثت فرمادیں تو پھر سلیمان ع کی کیا خصوصیت ہے کیونکہ داؤد ع کے سترہ بیٹے اور بھی تھے آخر اُنکو بھی حصہ ملنا تھا یا نہیں۔

ریویو۔ (۱) یہ محض آپکا حسن ظن ہے۔ رد تو جیسے ہیں دیسے ہیں اور ان کی اصلیت ہم پہلے بیان کرآئے ہیں زیادہ لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔

(۲) پہلے ہم فے کے لغوی معنے اور انفال و غنیمت کے درمیان فرق بیان
کرتے ہیں۔ فَے (بفتح فا و سکون یاے دو نقطہ و ہمزہ) کے معنی ہیں برگشتن یعنے
واپس آنا چنانچہ مندرجہ ذیل آیت قرآن میں اسی معنے میں مستعمل ہوا ہے پ۲ للذین یؤلون
من نسائہم تربص اربعۃ اشہر فان فاءو فان اللہ غفور رحیم یعنے واسطے ان لوگوں کے
جو قسم کھاتے ہیں اپنی عورتوں سے۔ انتظار کرنا چار ماہ ہیں اگر واپس جائیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے
پس ثابت ہوا کہ مال فے اس مال کو کہتے ہیں جو اپنے صاحب کیطرف واپس ہوا ہو یعنے
جو مال فے رسول اللہ کے زمانہ میں آیا۔ اسکے اصل مالک رسول اللہ ہی تھے کیونکہ خداوند
عالم نے تمام دنیا اور اسکا مال اپنے خلیفہ برحق کیلیے مقرر کیا ہوا ہے چنانچہ پروردگار
علیم و خبیر نے ملائکہ کو کہا تھا انی جاعل فی الارض خلیفہ جب آدم خلیفۃ اللہ ہیں
تو مال دنیا بھی دراصل تمام ان کا ہوا اور آپکے بعد تمام خلفاء اللہ اپنے اپنے زمانہ میں
اسکے مالک حقیقی تھے نیابۃً عن اللہ - ان اولیاؤہ الا المتقون کے بھی یہی معنے
ہیں پس جبکہ انکے اعداء غالب ہو گئے اور اسکے بعد خلفاء اللہ کیطرف جو مال لڑائی
و غلبہ سے واپس آیا وہ بھی افراد فے سے ہے لیکن اصطلاح میں اسکو غنیمت کہتے ہیں
اس مال کا حکم یہ ہے پ۱۰ واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ و للرسول ولذی
القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل ان کنتم آمنتم باللہ وما انزلنا علی
عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان واللہ علی کل شیء قدیر - یعنے جانو کہ جو
لوٹ میں ملے پس واسطے اللہ کے ہے پانچواں حصہ اور واسطے رسول کے اور اسکے
قرابت داروں اور یتیموں اور مساکین کے اور مسافروں کے اگر تم ایمان لائے اللہ
کے ساتھ اور اس چیز کے ساتھ جسکو ہم نے نازل کیا اپنے بندے پر یوم الفرقان
کو اس دن کہ ملاقات کی تھی دو گروہوں نے اور اللہ اوپر ہر شے کے قادر ہے اس مال
غنیمت میں بموجب سنت نبویہ لڑنیوالوں کا بھی حصہ ہے بظاہر جو مال زمانہ رسول میں
آیا خواہ لڑائی سے یا خود کفار نے دیدیا۔ وہ مال فے ہے لیکن قرآنی اصطلاح میں فے
کیا ہے۔ پ۲۸ حشر میں خداوند عالم فرماتا ہے وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما او
جفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علی کل
شیء قدیر یعنے جو اللہ نے واپس دیا اپنے رسول کو ان لوگوں سے پس نہیں چلائی تمنے اسپر

اونٹ اور نہ گھوڑے لیکن اللہ مسلط کرتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے یہ ہے اصطلاحی فے جسکا دوسرا نام اَنفَال ہے انفال جمع ہے نفل کی جسکے معنے ہیں بخشا ہوا یعنے اللہ کا دیا ہوا چونکہ اس میں ایجاف خیل و رکاب نہیں بلکہ بموجب ولٰکن اللّٰہ یسلط رسلہ علیٰ من یشاء اللہ نے رسول کو عطا کیا اس لیئے اس کا نام انفال رکھا گیا۔ اور نیز نفل کہتے ہیں زیادہ کو بھی چنانچہ نوافل کو نوافل اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ زیادہ ہیں واجبات پر۔ ملاخطہ ہو قول باری ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ اور حضرت اسحاق کو بھی نافلہ کہا گیا چونکہ وہ علاوہ اسماعیل ذبیح اللہ کے حضرت خلیل کو عطا ہوئے ہیں ووھبنا لہ اسحاق ویعقوب نافلۃ یا ایبنیاء اور اسی لئے فے کا نام انفال بھی ہے کیونکہ یہ مال غنیمت کے علاوہ ہے یہ بھی فے ہے لیکن داخل آیت غنیمت نہیں بلکہ اسکے لئے علیحدہ حکم ہے اور وہ پ ۹ سورۂ انفال میں ہے یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ وللرسول فاتقوا اللّٰہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللّٰہ ورسولہ ان کنتم مومنین یعنے تجھے انفال سے سوال کرتے ہیں کہ تو کہہ یہ مال اللہ اور رسول کے لئے ہیں پس اللہ سے (اس میں طمع کرنے اور خواہش کرنے سے) ڈرو اور آپس میں صلاحیت پیدا کرو۔ (کہ ایسی مال کے لئے حرص نہ کرو جسمیں خدا نے تمہارا حصہ نہیں رکھا۔) اور اطاعت خدا و رسول کرو (جیسے انہوں نے مقرر کیا ویسے ہی کرو) اگر تم مومن ہو جو حصہ خدا کے لئے ہے وہ بھی رسول ہی کیلئے ہے کیونکہ خدا محتاج نہیں ہاں رسول اور ولی امر اس حصہ میں سے فقراء و مساکین کو دے سکتے ہیں اب سنیئے سورہ حشر میں الرسول کی شرح یوں ہے۔ ما افاء اللّٰہ علیٰ رسولہ من اھل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل کی لا یکون دُولۃ بین الاغنیاء منکم۔ وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ شدید العقاب یعنے جو اللہ نے واپس کیا اپنے رسول پر پس وہ واسطے اللہ کے ہے اور واسطے رسول کے اور اسکے قریبیوں اور مساکین اور مسافروں کے دیہ خاص انکے لئے اسواسطے ہوا تاکہ نہ ہو جائے باعث دولت و افتخار درمیان امیروں کے تم سے اور جو تمکو رسول نے

دیا ہے (مال غنیمت سے) اسی کو لیا کرو اور جو نہیں دیا ہے اس سے باز رہا کرو (اسکا سوال نہ کیا کرو) اور اللہ سے (ناحق کے طلب میں) ڈرو تحقیق اللہ سخت عذاب والا ہے دیکھئے آیۂ انفال میں فاتقوا اللہ ہے اس میں واتقوا اللہ ہے اس میں واطیعوا اللہ ورسولہ ہے اور اسمیں وما اتاکم الرسول فخذوہ ہے اس میں نرمی سے سمجھایا ہے ان کنتم مومنین اور اس میں عذاب سے ڈرا کے واللہ شدید العقاب اور جتنا غور کریں اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان دونو آیات کا ایک ہی مضمون ہے یہ ذی القربیٰ کون ہیں جن کی شان میں خداوند عالم فرماتا ہے۔ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ اور چونکہ آیہ انفال میں خاص رسول کا ہی ذکر ہے اسلئے صاف ظاہر ہے کہ ذوی القربیٰ وغیرہ رسول کے ہی ہیں للّٰہ وللرسول میں ملکیت یا تخصیص کا ہے پس جو للرسول ہے وہ اس کی ملکیت خاصہ میں ہے اسکو ہبہ واعطاء کا حق حاصل ہے اور اسمیں بموجب آیہ واتی ذا … یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین ورثہ جاری ہے اب آپکا یہ کہنا کہ بموجب کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم ورثہ میں یہ مال نہیں جاتا قرآن کی رو سے تو غلط ہے کیونکہ اگر یہ مقصود ہوتا تو آیہ یوں ہوتی وھذا لایکون دولۃ فیھم حالانکہ آیت ایسی نہیں پہلے کے لا ہے اور کی واسطے تعلیل کے لئے یعنے پہلے حکم کی علت بیان کرتا ہے اور عدم ورثہ میں تو یہ آیت پہلے حکم کی علت نہیں ہوتی دوسرے یہ کہ منکم ہے یعنے حاضرین صحابہ کو سوائے حصہ داروں کے خطاب ہے کہ اس مال انفال میں خاص رسول اور اسکے ذو القربیٰ کا حصہ اسلئے مقرر کیا تا یہ محتاج نہ ہوں۔ اور یہ دولت تمہاری اغنیاء (جو بادشاہ ہونگے) کے پاس نہ ہے اور وہ جسے چاہیں دیں جیسے عثمان صاحب نے فدک مروان طرید رسول اللہ کو دیدیا تھا۔ بین الاغنیاء منکم پیشینگوئی بھی ہے کہ ایسا ہوگا چنانچہ حضرت عثمان صاحب کو غنی کہتے ہیں اور انہی سے اس آیت کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم کی مخالفت صادر ہوئی۔

پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل میں خداوند عالم رسول مقبول کو حکم دیتا ہے وات ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل یعنے دے ذی القربیٰ کو حق اسکا اور

مسکین اور ابن السبیل کو اگرچہ یہ آیت مکیہ ہے لیکن چونکہ اس وقت حضرت کے
پاس زیادہ کچھ نہیں تھا اسلئے حضرت نے نہ دیا جیسے زکواۃ کا حکم اگرچہ قرآن میں ہے
لیکن جب تک کوئی صاحب نصاب نہ ہو تب تک زکواۃ نہیں نکال سکتا اسی
طرح جب مدینہ میں فدک حضور کے قبضہ میں آیا تو حضور نے وات ذی القربیٰ
حقہ کے مطابق وہ حضرت بتول کو ہبہ کر دیا چنانچہ فدک کو [illegible] بتول نے ہی طلب
کیا تھا ملاحظہ ہو روضۃ الاحباب جلد اول ۔

(۳) رسول اللہ کے فوت ہو جانے پر بیشک انکا جانشین خلیفہ ہر لحاظ سے
برحق و وصی مطلق اور وہ ابن قحافہ نہ تھے جیسے ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں چونکہ
رسول کی رسالت کچھ آپ ہی کے زمانہ تک محدود نہ تھی اور نہ آپکے خلیفہ کا دین
کوئی دوسرا دین ہوتا ہے کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد آپ کے ذی القربیٰ
اپنے حصہ سے محروم ہوں اور خلیفہ منصوص کے قرابت دار حصہ پائیں
مال نے زمانۂ رسول میں تقسیم ہوا۔ اگر محض سہ فے کی آمدنی تقسیم کرنی تھی تو
رسول اللہ نے فدک کیوں حضرت زہرا کو دیا۔ آپ نے تو اپنے زعم میں نبی
کا وراثت میں تقسیم نہ ہونا اس آیت سے ثابت کر دیا لیکن آپ کے خلیفہ صاحب
کو اسوقت کوئی بھی آیت قرآنی یاد نہ آئی انہوں نے ایک جعلی حدیث نحن
معاشر الانبیاء ولا نرث ولا نورث ما ترکناہ صدقہ ہی پیش کی۔ یہ تو
پیراں نے پرند و مریداں ہمے پرانند کا مصداق ہے شیخ صاحب! اس
حدیث کو مطابق قرآن ثابت کرتے تو ہم آپکی قرآن دانی کی داد دیتے ورنہ
بلکہ معتزلہ یہ حکم صراحتہً یوصیکم اللہ کے خلاف ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ
فاولئک ھم الکافرون آپکے مرزا صاحب نے اس حدیث کی وضعیت
ثابت کر دی خود بھی آپ نے ۳ بار [illegible] یا اور پھر اولاد کو دیا ۔

جناب بتول تو قرآن سے واقف تھیں انکے گھر میں قرآن نازل ہوتا
تھا۔ وہ تو وہ آپ کی کنیز حضرت فضہ کی بابت ابوالقاسم قشیری صوفی کہتے
ہیں کہ آپنے بیس سال تک تکلم نہیں کیا مگر قرآن سے اور سنیئے کہ قرۃ عین
الرسول کا استدلال قرآن سے تھا مثلاً وات ذا القربیٰ حقہ اور یوصیکم اللہ

سے اور اس کے مقابلہ میں جناب ابوبکر صاحب حدیث نحن معاشر الانبیا بیان کرتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ نہ کوئی حدیث اور نہ آیت بیان کی جس سے یا بدا ہت ثابت ہوتا ہے کہ وہ خود قرآن سے ناواقف تھے +

(۵) سب سے اول الزام لگانیوالے تو آپ کے امام المحدثین و مجدد دین مقبول مسیح الامت و حکیم الامت امام بخاری ہیں جنہوں نے اپنی بخاری میں یہ لکھدیا ہے کہ فغضبت علیہ الفاطمہ و لم تکلم حتی ماتت جس کی شرح میں کرمانی شارح بخاری لکھتا ہے کہ غضب فاطمہ نفسانیت اور بشریت سے تھا۔ باقی رہا یہ کہ فدک کچھ سعل کے چند جھنڈ تھے یا شہر تھا یہ کتب تواریخ سے ثابت ہو سکتا ہے آخر کچھ تو تھا ہی شکر ہے کہ آپنے فدک کے وجود ہی سے انکار نہیں کردیا۔ اگر کھجور کے چند جھنڈ ہی تھے تو کیوں نہ خلیفہ صاحب نے دیدئے انکا کیا بگڑتا تھا بطور حقیقت نہ سہی یونہی عطا کردیتے جیسے خلیفہ نورالدین صاحبنے اپنے نبی کے اہل بیت کو ان کے گھر سے نہیں نکالا حالانکہ بموجب حدیث نحن معاشر یہ مال مسلمین ہے +

(۶) حضرت سلامت! یہ محض دنیا ہی نہیں تھی۔ بلکہ حضرت فاطمہ کا غضب کئی وجہ سے تھا اول تو ابن قحافہ کا مخالفت حکم خدا کیوجہ سے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون دوسرے انکے خسران مال کیلئے کہ افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم کے مصداق بنے تیسرے یہ حسرت کہ ابھی رسول کو مرے تھوڑا عرصہ گزرا ہے کہ انکی قرۃ عین سے یہ سلوک تو غیروں کیساتھ کیا کرینگے چوتھے یہ کہ جب زہرا سی حقدار اپنے حق سے محروم رہی تو اور مساکین اور فقرا کیا کرینگے وغیرہ وغیرہ یہ دنیا ایسی ہی تھی جیسے سلیمان نے دعا کی تھی رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی

(۷) حضرت علی کو اپنے زمانہ میں اتنی فرصت ہی کہاں ملی کہ اس فیصلہ کی تصحیح کرتے دوسرے یہ کہ اگر حضرت تصحیح کرتے تو طرفداران ثلاثہ فساد عظیم بپا کرتے اسلئے حضرت نے اپنے حق سے محروم رہنا اختیار کیا کیونکہ اہل بیت کا ہمیشہ قاعدہ رہا ہے کہ وہ آیت ان اللہ لا یحب الفساد پر نظر رکھکر خود ابتداءً کسی امر فساد میں نہیں کرتے تیسرے یہ کہ جب حضرت بتول قرۃ عین الرسول اس سے محروم گئیں تو آپ نے لینا گوارا نہ کیا +

(۸) اہل بیت غصب کردہ اماکن کو اسلئے خود بخود نہیں لیتے تاکہ طمع دنیا کا الزام نہ آئے حدیث رسول ہے اتقوا مواضع التہم تہمت کی جگہوں سے گریز کرو اگر اہل بیت انکو خود بخود لے لیں تو انپر یہ تہمت لگیگی کہ وہ اسی کی طمع سے حکومت کے طالب ہیں خلافت کوئی ثلاثہ کے باپ کی تھی! یا یہ کوئی جگہ تھی یہ تو محل اجرائے احکام ہے آپنے خلق خدا کی بہبودی کیلئے اسے لیا نہ کسی لالچ سے اور لطف یہ ہے کہ جس طرز پر ثلاثہ خلافت چلاتے تھے اس طرز کو جناب نے اختیار نہیں کیا۔

(۹) ورث سلیمان داؤد آیہ کی لایکون دولۃ کہاں مخالف ہے یہ تو فے کے بارے میں ہے اور اسکی توضیح پہلے بیان ہو چکی ہے آیہ ورث سلیمان داؤد سے وراثت علمی ہی مقصود نہیں بلکہ مالی بھی کیونکہ لفظ میراث حقیقۃً اطلاق نہیں ہوتا ہے مگر اس پر جو منتقل ہو مورث سے وارث کیطرف۔ تو ہم بلا قرینہ صارفہ حقیقت سے مجاز کیطرف کیوں جائیں بہتر تو یہ ہے کہ حقیقت اور مجاز دونو مراد لئے جائیں۔ اور اگر آپ کہیں کہ حقیقت اور مجاز ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے تو میں کہونگا کہ خود قرآن مجید میں جمع ہوئے ہیں چنانچہ حرمت علیکم امہاتکم میں امہات سے اپنی حقیقی مائیں اور نانی اور دادی بھی مراد ہیں اور قول یوسف ہے اتبعت ملۃ آبائی ابراہیم واسحاق ویعقوب حقیقی اب تو انکے یعقوب تھے لیکن ابراہیم اور اسحاق پر بھی لفظ اب اطلاق ہوا ہے آپ نے حضرت سلیمان کا قول آدھا ہی نقل کیا ہے پورا تو یہ ہے وقال یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیئ پ۱۹ نمل یعنے اے لوگو! ہمیں تعلیم کیگئی ہے منطق طیر اور ہم کو دی گئی ہے ہر ایک شے یعنے علم بھی اور مال بھی۔ او تینا من کل شیئ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ورث سلیمان داؤد میں وراثت علم و وراثت مال مقصود ہے اسکے بعد جو آپ نے لکھا ہے کہ سلیمان کے سترہ بیٹے تھے وہ کیا ورثہ سے محروم رہے میں کہتا ہوں کہ اول تو ان بیٹوں کا وجود قرآن سے ثابت نہیں دوسرے یہ کہ اگر وہ بیٹے تھے تو انکی عدم وراثت کا تو آیت میں ذکر نہیں تیسرے کہ یہ ممکن ہے وہ عاق و محروم الارث ہوں چوتھے یہ کہ ممکن ہے اس شریعت میں لائق اور رشید بیٹا ہی وارث ہوتا ہو۔

(۱۰) آپنے اسپر غور نہیں کیا کہ آیت میں یرث دو مرتبہ کیوں آیا ہے ایک یرثنی اور دوسرے یرث من ال یعقوب اگر دونو جگہ وارثت علمی ہی مرادلیں تو بے فایدہ تکرار ہوگا۔ جو کلام ملک علام میں نہیں ہو سکتا کیونکہ زکریا کا علم بھی وہی تہا جو آل یعقوب کا پہر دو دفعہ کہنے کی کیا ضرورت تہی دوسرے انی خفت الموالی من ورائی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے مال کا وارث طلب کرتے تھے کیونکہ آپکا اپنے بعد علم کا موالی کے پاس جانے سے ڈرنا بیفایدہ تہا علم تو فضل خدا ہے یوتیہ من یشاء اسے کوئی کیا چرا سکتا ہے خوف تو مال کا ہی ہوتا ہے پس آیت زیر بحث کا یہ مطلب ہوا۔ یرثنی المال و من ال یعقوب البنوۃ۔

صفحہ ۹۵ میں فدک کے متعلق شیخ صاحب کی قلم سے یہ فیصلہ نکلا ہے میرا یہ مطلب نہیں کہ ہم ایک خاص شخص کی طرح بالکل انکار کردیں کہ باغ فدک کا معاملہ ہے ہی کوئی نہیں × × × صرف بات یہ ہے کہ چونکہ ان واقعات کو کئی صدیاں گزر چکی ہیں اصل حالات پردہ خفا میں آگئے اسلئے ہمیں قرآنی کسوٹی سے انکے حق و باطل پر کھرے کھوٹے کی تمیز کرنا چاہئے جب خدا حضرت ابوبکر کو مومن وصالح فرماتا ہے اور دوسری آل نبی کو ایک شخص کی ملکیت قرار دینے اور پہر ورثہ میں تقسیم کرنے سے منع کرتا ہے اسلئے ہمیں ماننا پڑیگا کہ فدک کا معاملہ کسی ناراضی کی حد تک نہیں پہونچا۔ کسی شخص نے اپنی رائے سے خلیفۃ المومنین کے حضور کہدیا ہوگا کہ فدک کا باغ حضرت فاطمہ کو دلا دیجیے کیونکہ رسول اللہ صلعم اسکے متولی تہے تو آپنے اسے سمجھا دیا کہ یہ شخص واحد کی ملکیت نہیں ہو سکتا۔

مجیب۔ واہ صاحب کیا خوب فیصلہ ہے اور کیا ہی عمدہ تنقیح روایت کی ہے انکار بہی اور اقرار بہی۔ شام و سحر ایک جگہ جمع کردینا آپ ہی کا کام ہے ع "این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند" آپ نے دو امور خطیبہ پر واقعۂ فدک کو حقیقت اور اصلیت سے گرادیا ہے اول حضرت ابو بکر کا مومن وصالح ہونا۔ اسکی نسبت یہ عرض ہے کہ قرآن میں حضرت ابو بکر کا نام تو کہیں

یہ ہی نہیں صرف آپ نے اپنی بعض روایات کی بنیاد پر یہ معنے تسلیم کئے ہیں جیسے کہ ابوبکر
صاحب کا صالح ہونا آپکی روایات میں درج ہے نہ نفس قرآن میں ویسے ہی قصہ فدک
اور حضرت فاطمہ کا دعوے کرنا اور خلیفہ صاحب کا دینے سے انکار کرنا اور پھر حضرت بتول کا
رنجیدہ ہونا بھی تو آپ ہی کی روایات میں لکھا ہے نہ صرف معمولی کتابوں میں بلکہ اصح الکتب
بخاری کتاب الخمس میں بھی ہے ملاحظہ ہو میرا اشتہار "ایک مصنوعی تکمیل اسلام کا صریح مغالطہ"
بلکہ نفس قرآن میں بھی اس واقعہ کی نسبت اشارات ہیں افان مات او قتل انقلبتم علی
اعقابکم - واذا الموودۃ سئلت - کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم - یاکلون اموال
الناس بالباطل وغیر ذالک تو آپ کا واقعہ فدک میں حرف لانا نہ صحیح بلا مرجح نہیں تو اور
کیا ہے؟ اگر آپ تاریخ و حدیث سے یہ ثابت کر دیں کہ سوائے حضرت زہرا کے کسی اور شخص
نے بجائے خود فدک کیلئے ابوبکر صاحب کو کہا تو ہم آپ کو مبلغ سو روپے انعام دیتے ہیں

قصہ قرطاس

اسی طرح ہم اس واقعہ کو کیونکر تسلیم کریں کہ حضرت عمر نے رسول
اللہ صلعم کے ارشاد (کاغذ قلم دوات لاؤ میں تمہیں کچھ لکھ دوں
تا ہم گمراہ نہ ہو گے) کی تعمیل نہ ہونے دی اور کچھ نامناسب کلمات یا کلمہ کہا جبکہ قرآن مجید سے
صریحاً ثابت ہو چکا ہے کہ منکم (ان صحابہ موجودہ میں سے) جو مومن اور عمل صالح رکھنے
والے ہیں وہی خلیفے ہونگے اب خلیفے تو حضرت عمر بھی ہوئے اور تمام نشان جو خلافت
حقہ کے تھے مثل تمکین دین - امن بعد خوف، وہ انکو حاصل ہوئے تو پھر ہم کیونکر تسلیم کریں
کہ آپ نے رسول اللہ کے حضور اپنی آواز کو بلند کیا یا کہ ان کے خلاف منشا بولے باقی
رہا کہ رسول اللہ نے یہ فرمایا سو وہ بھی دیکھو کہ قرآن مجید میں آچکا ہے اولم یکفہم انا انزلنا
علیک الکتاب (کیا انکو یہ کتاب کافی نہیں) اور اکملت لکم دینکم واتممت علیکم
نعمتی (میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور نعمت تمام کر دی) پس ہم اس آیت کے ہوتے
کیونکر تسلیم کرلیں کہ آپ نے خاص تحریر کی ضرورت بھی ہو کیا دین کامل نہ ہو چکا تھا
اور کیا کتاب اللہ کافی نہ تھی - دوم آیت میں آچکا ہے ولا تخطہ بیمینک پس وہ
آپنے قلم دوات کیا کرنی تھی ×× میرا یہ مطلب نہیں کہ معاملہ قرطاس ہوا ہی نہیں
بلکہ اسمیں یہ ہو سکتا ہے کہ آپنے غایت رحم سے بطور مشورہ کچھ وصیت کرنے کا
ارادہ ظاہر فرمایا ہو مگر حضرت عمر نے آپکی تکلیف گوارا نہ کی اور پھر حضرت نبی کریم صلعم

خاموش ہوگئے کہ آپکا مقصود حاصل ہوگیا یعنے آپکو ثابت ہوگیا ۔ کہ یہ کتاب اللہ کو اپنا رہنما اور رہبر سمجھتے ہیں اور اسپر مضبوطی سے قایم ہیں اور یہی آپ تکلیف کرنا چاہتے تھے ۔ پس اب وصیت کی کیا ضرورت ہے اور بعض خود مطلبوں کو اپنا دنیاوی طمع کا خیال گزرا ہو اور اسلئے برا مانا ہو کہ اگر وصیت فرماتے تو ہمیں کوئی خاص رعایت دیجاتی

الجواب ۔ آپ نے اس معاملہ میں بھی عجیب طرح سے خامہ فرسائی کی ہے پہلے آپ نے اس واقعہ کو ہی تسلیم نہیں کیا اخیر میں آپنے تسلیم کر لیا ہے این چہ معنے دارد۔ یہ اجتماع نقیضین آپ ہی کا حصہ ہے حضور انور کا غایت رحم سے کچھ وصیت کرنے کا ارادہ ظاہر کرنا کیا آپ کی پہلی منطق کے مخالف نہیں؟ کہ کتاب اللہ کافی ہے اور رسول لکھنا نہیں جانتے اس سے تو آپنے نعوذ باللہ رسول اللہ کا جاہل قرآن ہونا ثابت کیا اگر محض قرآن کتاب اللہ ہی کافی ہوتی تو پھر رسول کی کیا ضرورت ہے رسول اللہ کا یہ منصب ہے جو خدا فرماتا ہے وما انزلنا الیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدی وبشریٰ للمومنین یعنے ہمنے نہیں نازل کی یہ کتاب تجھ پر مگر اسلئے کہ تو بیان کرے واسطے انکے وہ جسمیں انہوں نے اختلاف کیا اور ہدایت اور خوش خبری واسطے مومنین کے دوسری جگہ فرماتا ہے ان علینا جمعہ وقرآنہ ثم ان علینا بیانہ یعنے ہم پر ہے اسکا جمع کرنا اور پڑھانا پھر ہم پر ہے اسکا بیان ۔ یہ بیان رسول کی زبان پر ہی تو ہوتا ہے ایک اور جگہ خدا فرماتا ہے وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا یعنے جو رسول تم کو دے از قسم اوامر اسپر عملکرو اور جس سے تم کو منع کرے اس سے باز رہو اسکے علاوہ اطیعوا اللہ ورسولہ سے تو ثابت ہوتا ہے کہ ہر وقت رسول اللہ کی اطاعت فرض ہے اسی طرح بہت سی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ما ارسلنا من رسول الا لیطاع کہ رسول کی اطاعت فرض ہے تو پھر حضرت عمر نے کیوں اپنا نام عاصیان رسول و خدا میں لکھوایا ۔ اگر یہی مقصود تھا ۔ جو آپنے لکھا ہے تو خیر یہ بات بھی ہو جاتی حضرت کے فرمان کی تعمیل بھی ہو جاتی اور یہ مطلب بھی نکل آتا ۔ رسول اللہ کو بھلا اسوقت اس وصیت سے کیا تکلیف ہوتی ۔ جو آپ نے زبانی فرمایا تھا وہی لکھا جاتا ۔ اور اخیر میں حضرت کی مہر لگائی جاتی ۔ لیکن یہ ذرا سی بات نہ ہو سکی ۔ یہ فرمان حضرت کا امتحان کے لئے تھا ۔

یمیز الخبیث من الطیب یعنے خبیث اور طیب میں تمیز ہو جائے جیسے کہ ہوتا ہے الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا و ھم لا یفتنون۔ دام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ و ھم لا یفتنون۔ لیکن افسوس کہ خطاب کے بیٹے جیسے صلح حدیبیہ کے وقت فیل ہوئے تھے ویسے ہی فائینل اگزیمینیشن (آخری امتحان) میں بھی سب سے اول نمبر فیل ہوئے ہے

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل، کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

اور اسی لئے حضور نے پہر اسکے تلکے جلنے کیفر درت نہ سمجھی ولا تخطہ بیمینک سے صرف حضور انور کا ملکہ کتابت کو پیش از بعثت ظاہر نہ کرنا ہی ظاہر ہوتا ہے نہ شے دیگر۔ اور پہر یہ پیش بعثت کا ذکر ہے اور واقعہ قرطاس مرض موت رسول میں پیش آیا۔ والبحث مقام اخر۔

معاویہ و جنگ صفین

استقدر لکھ چکنے پر ایک اور آیت اسی قسم (ان اولیاؤ الا المتقون) کی یاد آگئی وہ یہ ہے ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔ اور ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھا ہے کہ اس سرزمین شام اور کنعان کے وارث ہمارے صالح بندے ہونگے اس آیت کو پیش نظر رکہنے سے بہت سی نزاعوں کا فیصلہ ہوتا ہے۔ یہ شام حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر فتح ہوا وہی اسکے وارث ہوئے پس آپ کا عباد اللہ اور صالح جنکے عقاید و اعمال میں ذرا بھی جھوٹ یا قصور نہ ہوا ہونا بھی ثابت ہوگیا اور اسی آیت سے حضرت معاویہ وغیرہ کو ملعون یا دنیادار وغیرہ کہنے کی ممانعت صریحاً نکل آتی ہے کیونکہ صالحوں پر لعنت سو ملعونوں کا کام نہیں کیا اسلئے کہ آپ (معاویہ) بھی شام کی سرزمین پر حاکم تھے۔ اس مقام پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ پہر حضرت علی سے جنگ کیوں ہوئی جسکے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ پہر ایسے بندوں سے حضرت علی نے کیوں جنگ کی! ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ دونوں کی نیت بخیر تھی۔ اور جو سمجھ ہو اختیاری غلطی سے ہوا۔ ۔ ۔ ۔ اور ہم ایسا کہنے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ علاوہ ان نصوص کے جو اوپر گزریں یہ آیات بھی اسپر شاہد ہیں ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین والف

بین تلوبہم اور اگر بالفرض بشری کمزوریوں کے سبب کبھی کوئی ناراضی ہوئی بھی تو وہ فوراً دور ہو چکی جیسا کہ فرمایا ہے ونزعنا مافی صدورھم من غل اور دوسرے مقام پر ہے ونزعنا مافی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین چونکہ مومنوں متقیوں کے لئے دو جنت ہیں اسلئے اسکا نظارہ دنیا میں بھی دیکھا گیا اور صحابہ مختلف صوبوں میں تختوں پر بیٹھے۔ کوئی شام میں کوئی مصر میں کوئی مکہ معظمہ میں کوئی مدینہ منورہ میں کوئی کوفہ میں اور یہ سب صحابہ ایک دوسرے کی رنجش سے پاک تھے۔ جیسا کہ آیت قرانی سے ثابت ہوا۔

الجواب۔ ؎ گر تو قران بدیں نمط خوانی ؞ ببری رونق مسلمانی

ارض سے مراد سرزمین شام وکنعان آپنے کس طرح لی۔ کیا ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ میں بھی ارض سے شام وکنعان ہی مراد لینگے؟ تو بس پھر خدا کی خدائی آپنے شام وکنعان میں ہی منحصر کر دی۔ عزیز من! آپ اگر تمام عمر بھی کوشش کریں تو بھی اپنے مدعا کو ہرگز ہرگز ثابت نہیں کر سکتے سنیئے ارض سے تمام ارض مراد ہے جیسے کہ آدم خلیفۃ اللہ وارث ارض ہوئے مطابق آیہ انی جاعل فی الارض خلیفہ اور داؤد ؑ ہوئے مطابق آیہ انی جاعلک فی الارض خلیفہ اس وراثت میں تسلط شرط نہیں آیت مذکورہ میں ذکر سے مراد رسول اللہ ہیں بنص قران قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا یعنے بہ تحقیق اللہ نے نازل کیا ہے تمہاری طرف ذکر رسول ناظر عاقل پر ادنے تفکر سے واضح ہو جائیگا۔ کہ اسجگہ ذکر سے مراد سوائے رسول اللہ کے اور کچھ نہیں اور جناب رسالتمآب کے بعد خدا نے فیصلہ کر دیا کہ صالحین کو یہ منصب وراثت حاصل ہوگا سبحان اللہ! وہ صالحین کتنے ہونگے خود اسی آیت میں خدا نے ان کی تعداد کیطرف بھی اشارہ کر دیا ہے عبادی الصالحون کے حروف ملفوظی بارہ ہیں اور اس سے صریحاً ثابت ہے کہ من بعد ذکر یعنے رسول اللہ وارث ارض تا قیامت صرف بارہ ہونگے اور وہ حضرات ائمہ اثنا عشر علیہم صلوٰۃ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہیں۔ اور صفحہ ۲۸۔۱۴۱ میں قران سے انکا صالح ہونا ہم بیان کر آئے ہیں صالح کوئی معمولی صفت نہیں خداوند عالم تمام انبیاء کے لئے فرماتا ہے ووھبنا لہ اسحاق ویعقوب کلا ھدینا و

نوحاً هدینا من قبل و من ذریته داؤد و سلیمان و ایوب و یوسف و موسیٰ
و هارون و کذلک نجزی المحسنین و زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس کل من
الصالحین یعنی یہ تمام انبیاء جنکا ذکر ہوا صالحین سے تھے۔ کیا شاذ جیسے شخص کو
یہ منصب حاصل ہو سکتا ہے۔ ذرا اس آیت میں عبادی الصالحون کو لا ینال
عہدی الظالمین سے ملاؤ تو کیا ہی لطف دیتا ہے اگر یہ تھے سے تسلط مراد ہو
تو حجاج بن یوسف سا سفاک یزید ابن معاویہ جیسا شقی۔ عبدالملک بن مروان
جیسا طالع اور عبدالحمید خان جیسے عیاش و دشمن ملت شخصوں کو کبھی بھی شام
و کنعان کی حکومت نہ ملتی آپ اپنے بیان سے قرآن کی غلطیاں ثابت کر رہے ہیں
لا مبدل لکلمات اللہ خدا کے وعدے نہیں ٹلتے ہیں کیا خدا سے کوئی زیادہ قوی ہے
پھر کیوں ایسے ایسے شخص شام و کنعان کے حاکم ہوئے اور سنئے ان وارثین کو
خدا نے درجہ امامت بھی عطا کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے و نرید ان نمن علی الذین
استضعفوا فی الارض و نجعلهم ائمة و نجعلهم الوارثین و نمکن لهم فی الارض
یعنی اور ہم ارادہ کرتے ہیں کہ احسان کریں اوپر ان کے جو ضعیف کئے گئے ہیں
زمین میں اور ہم انکو امام اور وارث بنائیں اور تمکین دیں انہیں زمین میں
اب بتلائیے معاویہ کہاں امام تھا خلافت کا انحصار تو مذہب اہل سنت میں صرف
چاروں پر ہے اور معاویہ کو تمام نے ملک لکھا ہے تو پھر یہ سب عبادی
الصالحون کے کیسے مصداق ہو سکتے ہیں آپ کے مجدد شاہ عبدالعزیز دہلوی عقیدہ
ششم باب ہفتم تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں کہ اہل سنت قاطبۃً اجماع دارند
بر آنکہ معاویہ بن ابی سفیان از ابتدائے امامت حضرت امیر لغایت تفویض
حضرت امام حسن بود از بغاۃ بود کہ اطاعت امام وقت نداشت و بعد از تفویض
امام بد عادل ملوک شد انتہیٰ۔ آپ اپنے بیان سے بڑے بڑے کافروں کو صالحیت
کی خلعت عنایت کر رہے ہیں۔ کیونکہ نمرود کو بھی شام و کنعان پر قبضہ تھا اور
خدا نے اس کو یہ ملک دیا ہوا تھا چنانچہ اس کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔
الم تر الی الذی حاج ابراهیم ان اتاه الله الملک یعنی آیا نہیں دیکھا تو نے
طرف اس کے جو جھگڑا ابراہیم سے اسکے رب کے بارے میں یہ کہ دیا تھا اللہ نے اسکو

تک لیکن ان الارض للّٰہ یورثہا من یشاء من عبادہ میں یہ اثبات ملک مراد نہیں بلکہ عبادہ کی تفسیر عبادی الصالحون ہے جیسے تنزل الملائکۃ والروح علی من یشاء من عبادہ میں عبادہ سے عباد المخلصین مقصود ہے۔

معاویہ کو ملعون کہنے کی ممانعت کہیں نہیں نکلتی بلکہ انکو ملعون کہنے کا حکم نکلتا ہے کیونکہ وہ عاصی نافرمان رسول اور ملعون تہا۔ عہد علویہ میں باعث فساد وہی ہوا۔ اور مورد ان اللّٰہ لا یحب المفسدین اور نافرمان حکم لا تلمزوا انفسکم اور ... حضرت علی پر ناحق لعنت کرتے تہے وہ خود مورد لعن ہوتے چلا ... ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان تیسرے وہ یزید کو اپنا خلیفہ مقرر کرکے باعث قتل حسین ہوا اور اس خون ناحق میں شامل ہوکر مورد و من یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم نص صریح اور خلیفہ منصوص کی مخالفت اجتہادی غلطی نہیں اگر ایسا ہو پہر تو کوئی بہی کافر اور منافق نہ ہو ونزعنا ما فی صدورھم من غل کے تو تب مصداق ہوتے اگر ان میں کچہہ شاجرت نہ ہوتی اور دوسرے سیپارے میں یہ صفت متقین کی ہے ان المتقین فی جنات وعیون ادخلوھا بسلام آمنین ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین۔ یعنے بتحقیق پرہیزگار جنات وعیون میں ہونگے داخل ہوا اس میں ساتہہ سلام کے امن کیساتہہ اور نکالدیا ہے جو کچہہ انکے سینوں میں ہے غل سے بہائی بہائی اوپر تختوں کے ایک دوسرے کے سامنے سامنے اور معاویہ کو متقی ثابت کرنا محال ہے۔ کیونکہ اول تو انہوں نے حضرت علی کی نسبت قصاص عثمان میں سوء ظن کیا اور خدا فرماتا ہے ان بعض الظن اثم اور رسول اللّٰہ نے فرمایا ہے ظنوا بالمومنین خیرا اور معاویہ نے امیر المومنین کیساتہہ سوء ظن کیا تو وہ متقی کہاں سے آثم بن گیا۔ اخوانا علی سرر متقابلین سے رسول اللّٰہ اور علی ولی اللّٰہ مراد ہیں۔ کہ یہ دونو بہائی بہائی تہے بموجب حدیث یا علی انت اخی فی الدنیا والآخرۃ۔

معیتِ صحابہؓ اور سنو۔ محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراھم رکعا سجدا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود یعنے محمد اللّٰہ کا رسول ہے اور جو انکے اصحاب ہیں

وہ کافروں پر سخت گیر ہیں اور آپس میں رحم دل۔ تو انہیں خدا کیطرف جھکے ہوئے فرماں بردار دیکھے گا۔ اس میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرات شیخین و عثمان مراد نہیں مگر میں ثابت کرونگا اول تو یہ کہ فتح مکہ کا ہے جبکہ یہ آیات سے ثابت ہے لقد صدق اللہ ورسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام الخ (وہ خواب اللہ نے سچ کر دکھایا کہ تم مسجد میں داخل ہو گئے) اور اس میں یقیناً بالاتفاق یہ حضرات شامل تھے دوم انکا نشان معیت رسول لکھتے ہیں اور یہ تو شیعہ بھی مانتے ہیں کہ یہ تینوں آپکے ساتھ لگے رہتے تھے خواہ وہ کسی اور نیت سے کہتے ہیں مگر تاہم معیت تو ثابت ہے اور جنگوں میں شمول بھی ثابت ہے غار ثور میں بھی ابوبکر صدیق کی معیت نص قرآنی سے ثابت ہے ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ (دوسرا دو کا جبکہ وہ دونو غار میں تھے جب اپنے اپنے صاحب سے کہا کہتے ہیں کہ کفار کو بھی صاحب کہا ہے مگر ان اللہ معنا اس کی تردید کر رہا ہے کہ یہ صاحب ایسا تھا کہ اس کیساتھ بھی خدا تھا اور نبی اور اسکا صاحب اور یہ دونو سایہ رحمت ایزدی و معیت خداوندی سے سرفراز تھے۔ تیسرا نشان سیماھم فی وجوھھم ہے یعنے پیشانیوں پر سجدے کے گٹے (جو ان حضرات میں موجود تھے) چوتھا نشان یہ دیا ہے کہ وہ زراعت کی مثال ہیں۔ قوی ہو کر اپنی پنڈلی پر کھڑے ہو گئے لیغیظ بھم الکفار (تاکہ کفار کو غیظ آئے غصہ لگے) اب یہ تو خصم کو اقرار ہے کہ خلفاء ثلاثہ کو نبی کریم صلعم کے بعد بڑا اقبال حاصل ہوا۔ ملک و حشمت مل گئے اپنی حالت کو سنبھال لیا سب کو اسلام کی رونق و ترقی نظر آئی۔ جو انہی کے ہاتھ پر ہوئی۔ آپ خود ہی کہو کہ دین کو ترقی کس کے عہد میں ہوئی اور فتوحات بیرونی کا سلسلہ جاری رہا کیا ثابت کیا جا سکتا ہے کہ حضرت علی کے عہد میں فلاں ملک یا شہر فتح ہوا یا کم از کم اندرون سلطنت میں ہی امن رہا کیا وہ زمانہ تہا۔ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع سنا میرے دوستو! انصاف کرو اور دیکھو جنکو یہ کھیتی بری لگے۔ انکو کفار فرمایا ہے اور پہر پانچواں نشان یہ بتایا ہے کہ انسے وعدہ ہے اجر عظیم کا۔ اب آخرت میں جو ملیگا وہ تو ملیگا۔ میں پوچھتا ہوں کیا خلفاء ثلاثہ کو دنیا میں کچھ نہیں ملا۔ ہم کیا خلافت بھی یہ ایک معمولی بات ہے کیا یہ اجر عظیم نہیں؟ جب یہ اجر مل چکا تو انکا

مومن صالح الاعمال ہونا اور مغفور ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ کیونکہ وعدہ اللہ الذین امنوا منکم الخ کے موافق خلافت کا وعدہ انہی سے تھا جن میں یہ اوصاف پائے جائیں

الغرض رحماء بینھم نص ہے اسبات پر کہ انکے تعلقات آپس میں نہایت عمدہ تھے اگر کہو گے کہ فلانے کیسا تھ رحمدلی کا برتاؤ نہ کیا۔ تو اثبات تم پر ہی اعتراض آئیگا۔ کہ اس کو تم مومنین ہونے سے نکالتے ہو کیونکہ اگر وہ مومن ہوتا تو ضرور تھا کہ اس آیت کے موافق یہ خلفاء راشدین نیک سلوک کرتے۔

الجواب۔ پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ معیت انبیاء وغیرہ کن کو حاصل ہوتی ہے ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء وحسن اولئک رفیقا یعنے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے وہ ساتھ ہیں انکے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے نبیوں صدیقوں اور شہیدوں سے اور اچھے ہیں وہ از روے رفیق کے۔ ایک ان سے بالا تر مرتبہ ہے جسمیں خدا نے صرف معیت ایمان مطلق کی ہی شرط لگائی ہے چنانچہ فرماتا ہے یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ نورھم یسعٰی بین ایدیھم الخ یعنے جسدن اللہ ذلیل نہ کریگا نبی اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ساتھ اسکے نور انکا سعی کریگا سامنے انکے۔ تیسری آیت زیر بحث ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار مفصل تشریح صفحہ ۶۵ و ۹۷ کتاب ہذا میں مرقوم ہو چکی ہے وہاں ملاحظہ کرلیں۔ جناب عالی یہ معیت مطلقہ صرف خلفاء معصومین اہل بیت ہی کو حاصل ہے عالم ذر میں یہ رسول اللہ کے ساتھ تھے عالم ارواح میں انکو معیت حاصل تھی نور انکا ساتھ ساتھ تھا جیسا کہ حدیث نور میں ہے انا و علی من نور واحد عرش کے سامنے اور یمین ویسار انکے نور اکٹھے تسبیح خدا کرتے تھے۔ اصلاب مطہرہ میں تا بہ صلب عبدالمطلب ان کے نور ساتھ ساتھ تھے اسی طرح ارحام مطہرات میں جب اول اہل بیت علی بن ابی طالب پیدا ہو گئے تو سب سے پہلے رُخ الانور خواجہ کائینات کی ہی زیارت کی اور اسوقت سے تا بہ وفات حضور حضرت کے ساتھ ہی رہے۔ معرکوں میں نہ صفوف جنگ میں بیابانوں میں کہیں بھی حضرت کا ساتھ نہ چھوڑا۔ مباہلہ نصاریٰ میں صرف اہل بیت ہی

حضرت کے ساتھ تھے۔ اور جناب امیر کی معیت کا اندازہ صرف اسی سے ہو سکتا ہے کہ انکی شان میں ؟ نفسنا وارد ہے یعنے یہ نفس رسول ہیں دوسرے لفظوں میں یہ دونوں قالب اور ایک جان تھے۔ بدر میں۔ خیبر میں۔ حنین میں غرض کوئی معرکہ آرا جنگ ہو حضرت علی ساتھ ہیں اور ایسے ساتھ کہ پسینے کی جگہ خون بہانے والے نہ کہ بھاگنے والے پھر دیکھئے کہ نعش مطہر رسول کا بھی ساتھ نہ چھوڑا جب تک اسے سپرد خاک نہ کر دیا۔ اور حدیث سد الابواب کو ملاحظہ فرمایئے کہ سب کے دروازے مسجد رسول کی طرف بند کروا دیئے گئے مگر دروازہ علی کھلا رہا یہ ہے معیت تامہ پھر دیکھئے دروازہ بہشت پر محمد رسول اللہ و علی ولی اللہ لکھا ہوا ہے۔ بہشت میں بھی بموجب آیت اخوانا علی سرر متقابلین ایک ہی درجہ میں ہونگے تو ایسے مصاحبوں کے سامنے یار غار کا نام لینا باعث ندامت ہے۔ اب پھر آیت زیر بحث کو پورا لکھ کر اسکا تعلق دیگر آیات کلام اللہ کیساتھ دکھاتا ہوں:۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سیماھم فی وجوھہم من اثر السجود ذالک مثلہم فی التوراۃ ومثلہم فی الانجیل کزرع اخرج شطاہ فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بہم الکفار وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصالحات منہم مغفرۃ و اجرا عظیما یعنے محمد اللہ کا رسول ہے اور اسکے تابعین مخلصین کافروں پر سخت آپس میں مہربان ہیں تو انکو رکوع کرتے اور سجدے کرتے دیکھتا ہے تلاش کرتے ہیں فضل اللہ سے اور خوشنودی۔ انکی نشانیاں انکے چہروں پر اثر سجود سے ہیں یہ تو ہیں جن کی مثالیں توریت میں ہیں اور جن کی مثالیں انجیل میں ہیں جیسے کھیتی کہ نکالا پٹھا۔

پھر اس کی کمر مضبوط کی پھر موٹا ہوا پھر کھڑا ہوا اپنی نال پر زراعت کرنیوالے متعجب ہوتا ہے تاکہ غصہ دلاوے کافروں کو ان سے وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل نیک کئے انسے مغفرۃ اور اجر عظیم کا۔ اس آیت کے مصداق صرف وہی اصحاب ہیں جنہوں نے اتباع کامل رسول اور نفس رسول کیا کیونکہ معہ کا لفظ ان کے اخلاص پر دلالت کرتا ہے چنانچہ قصہ حضرت نوح ع

میں یہی لفظ ہے فکذبوہ فانجیناہ والذین معہ فی الفلک واغرقنا الذین کذبوا بآیاتنا۔ یعنے تکذیب کی قوم نوح نے حضرت نوح کی پس نجات دی ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور غرق کیا ہم نے ان کو جنہوں نے تکذیب کی ہماری آیت کی اس آیات کا صریحا یہی مطلب ہے کہ متقدین۔ مصدقین رسالت حضرت نوح کو نجات دی اور اس کے مخالفین اور مکذبین کو غرق کیا ذرا ان دونوں آیات میں خوب غور کریں پہلی آیت میں ہے والذین معہ دوسری میں ہے والذین معہ فی الفلک دوسری میں فی الفلک کا صلہ ہے۔ لیکن پہلی میں فی الفلک یا فی الدریا فی المسجد والغار کا کوئی صلہ نہیں ہے کیوں! اسلئے کہ متقدمین نوح نے بسبب کشتی میں بیٹھنے کے نجات پائی لیکن تابعین مخلصین محمد رسول اللہ خود بمنزلہ ذریک نجات ہیں چنانچہ حدیث صحیحہ متفقہ میں جناب رسول سے وارد ہے مثل اهل بیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبها نجی ومن تخلف عنها فقد غرق وهلک یعنے مثال میری اہل بیت کی مثل کشتی نوح کے ہے جو اسپر سوار ہوا اسنے نجات پائی جو پیچھے رہاہ غرق و ہلاک ہوا چونکہ اہل بیت کو معیت رسول بدرجہ اتم ہے اسلئے تمام خلق کو از صحابہ تا انتہا ان کی معیت کا حکم ہے کما قال وکونوا مع الصادقین یعنے صادقین کے ساتھ رہو۔ اس آیت کا ذکر فتح مکہ کے بعد ہو یعنے یہ لازم نہیں آتا کہ خلفا ملین فتح مکہ اس سے مراد ہیں اگر ایسا ہوتا تو ضرور تھا کہ جیسے قصہ نوح میں فی الفلک کی قید لگائی ہے ویسے ہی اس آیت میں فی الفتح مکہ ہوتا۔ اذلیس فلیس اگر ثلاثہ کو معیت مطلقہ رسول حاصل ہوتی۔ تو ثانی کبھی بھی ما شککت پیش خیمہ فتح مکہ میں کہہ کر معیت کو نہ توڑتے آپکا یہ فرمانا کہ خواہ وہ کسی اور نیت سے ہوں مگر معیت تو ثابت ہے اگر معیت کسی اور نیت سے ہو تو اسکا فایدہ ہی کیا۔ کیا عبداللہ بن اریقط ہجرت میں حضور کیساتھ نہیں تہا پھر اس معیت سے اسے کیا فائدہ؟ ایسے ہی اگر یار غار بھی غار میں حضور کیساتھ تھے تو انہیں اس معیت سے کیا فایدہ۔ اگر انکو معیت صادقہ حاصل ہوتی۔ تو ضرور تہا کہ انکا نتیجہ بھی انکے لئے ہوتا۔ یعنے نزول سکینہ حالانکہ اسی آیت غار میں نزول سکینہ کا ثبوت

صرف رسول کیلئے ہے فانزل اللہ سکینتہ علیہ اس سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ یار غار کو معیت صادقہ نصیب نہیں تھی۔ دیکھئے جس کو معیت حاصل تھی وہ نرغۂ کفار میں شمشیروں کے سایہ میں بے کھٹکے بستر رسول پر پڑا تھا۔ اور جس کی شان میں خدا فرماتا ہے ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ یعنے بعض لوگ ایسے ہیں جو بیچتے ہیں اپنی جان کو واسطے حاصل کرنے مرضات خدا کے۔ اب لیجئے تیسرے نشان کو قدرت خدا ہے کہ آپ نے سیماھم فی وجوھم ہی لکھا ہے اور من اثر السجود کو چھوڑ گئے ہیں۔ ٹھیک ہے جن کی تعریف میں آپ نے اسے لکھا ہے وہ ولتعرفنھم بسیماھم کے ہی مصداق ہیں اور پوری آیت تو باقرار اہل سنت (ملاحظہ ہو ازالۃ الخفا و فی اللہ) جناب امیر کیلئے ہے اور اسکے بعد کے کلمات کا ثبوت آپ نے توراۃ و انجیل سے نہیں دیا۔ چوتھا نشان بھی اہل بیت کے لئے ہے اور فاستغلظ فاستوی کا زمانہ رسول اللہ کی زندگی میں ہی ہوا کسکے ذریعہ؟ علی ابن ابیطالب کی ذوالفقار کے ذریعے جسکے بارے میں مولوی جامی لکھتے ہیں۔ شمشیر نشد و در کف کرار بر آمد قتال زمان شد اور آپ کے مرزا صاحب نے کتاب ولی ذوالفقار علی لکھا ہے۔ اور ملکوں کے فتح ہونے کا کیا بار بار ذکر کرتے ہیں۔ اکبر بادشاہ نے آپ کے خلفاء سے زیادہ ملک فتح کئے ہیں۔ اگر یہی معیار ہے تو اکبر کو انسے افضل جانو۔ ہاں اب زرع کی مثال پر بھی غور کرو دوسری جگہ خدا اس کی یوں تعریف کرتا ہے مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا یعنے مثال پاک کلمہ کی مثل پاک درخت کے ہے جس کی جڑ زمین میں قائم ہو اور شاخ آسمان سے باتیں کرتا ہو اور وہ اپنا پھل ہر وقت اذن پروردگار اپنے سے دے +

دوسری جگہ ارشاد ہے البلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لایخرج الا نکدا یعنے پاک زمین اپنی سبزی اپنے رب کے اذن سے نکالتی ہے اور ناپاک اور گندی زمین سے نکمی ہی نکلتا ہے ان تینوں آیات کو غور سے پڑھو تو آپ کو معلوم ہو کہ یہ پاک کھیتی کیسی ہے بھلا ناپاکوں سے اسے کیا تشبیہ

دیتے ہیں پانچویں نشان کے ذیل میں آپ نے نئی منطق بگھی ہے۔ جناب!
وعدہ تو ہے آخرت کا۔ اور آپ کہتے ہیں کیا دنیا میں انہیں کم ملا۔ دنیا میں تو
اڈورڈ ہفتم کو خلیفہ اول سے بہت کچھ زیادہ ملا ہے اسے چھوٹی سی سلطنت
ملی تھی اور اسے تاج برطانیہ اور قلمرو ہند وغیرہ۔ مثل مشہور ہے برٹش حکومت
میں ہمیشہ آفتاب رہتا ہے۔

جب ان کی معیت ہی ثابت نہیں۔ تو رحماء بینہم کیسے اور اگر بفرض محال
یہ رحماء تھے تو بتلائیے کہ حضرت ابوذر کا کیا قصور تھا کہ وہ زندہ کو جلاوطن کئے
گئے۔ یہ تکہ اس نے قرآنی آیت پڑھی تھی۔ کہ یکنزون کامالک کاش اس مقام پر آپ
کو لازم تھا کہ واقعات کی اصلیت پر نگاہ ڈال لیتے۔ صرف رحماء بینہم کہنے سے تو
پیچھا نہیں چھوٹتا۔

حضرات ثلاثہ کا حضرت علیؑ سے افضل ہونا

اس تحریر میں شیخ صاحب کا خطاب تفضیلی شیعوں کی طرف ہے جو اسی
طرز خلافت کو حق سمجھتے ہیں۔ جو وقوع میں آئی۔ لیکن درجہ میں بڑا اور افضل
ان میں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سمجھتے ہیں اسمیں پہلے تو شیخصاحب نے
سجادہ نشینوں کو خوب لتاڑ بتلائی ہے۔ جو واقعاً بجا ہے پھر آمدم برسر مطلب
کہہ کر فرماتے ہیں کہ اسقدر تمہید سے یہ تو ثابت ہو چکا کہ افضلیت کا معیار ایسی
باتیں نہیں ہیں۔ دوم ان روایات سے افضل ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔ جو
رسول کریم نے فرمائیں اول تو وہ روائیتیں خود ہی ایسی ہیں کہ طرفین کی رو
و قدح نے انہیں پایۂ اعتبار سے ساقط کر دیا ہے اور نیز خدا کے کلام
نے ان کی تردید کر دی مثلاً اگر کسی روایت میں ہے کہ حضرت علی کو یہ درجہ
ہے کہ وہ یعنی تمام صحابہ کرام کے سردار یا بلا فصل خلیفے ہیں اور واقعہ ہوا
اسکے خلاف۔ تو خود ہی سمجھ آگئی کہ یہ قول رسول تھا ہی نہیں۔ دوم۔
بعض ایسی باتیں ہیں جو صرف رشتہ کے نکتۂ خیال سے گھر والوں کے ساتھ بولی
جاتی ہیں۔ ان سے کبھی خلافت عامہ پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ اگر رسول اللہ

نے حضرت علی کو لحمک لحمی ودمک دمی فرمایا تو کیونکر ثابت ہو جائے کہ جو نسبت نبی کریم کو حضرت ابوبکر و عمر سے تھی۔ وہی حضرت علی کو ان حضرات شیخین سے ہونی چاہئے۔ کیونکہ رشتہ دامادی کا معاملہ علیحدہ ہے ایسا ہی منی اور منک فرمایا اور اسی قبیل سے امام حسنین علیہما السلام پر سے کسی ایک کو رسول مقبول کا کندھوں پر اٹھانا۔ کسی نے کہا کیا اچھی سواری ہے آپ نے فرمایا سوار بھی اچھے ہیں تو اب اس سے یہ استدلال نہ کریں گے کہ امام حسین ع۔ بحیثیت سوار ہونے کے رسول الثقلین سے افضل تھے یا دوسرے کو نجیبا امت سے من کل الوجوہ ارفع و اعلیٰ تھے۔ اسی طرز پر سمجھ لیجئے سورۂ برأت سنانے کے لئے خاص حضرت علی المرتضیٰ کو بھیجنا۔ کوئی حضرت ابوبکر سے اعلیٰ و ارفع ہونے کے لئے نہیں۔ بلکہ اسکی مثال یوں سمجھئے کہ گھر کے خاص ملازموں سے بعض اوقات وہ کام لیا جاتا ہے جو خود جاکر کرنا تھا۔ دیکھئے نظام حیدرآباد دکن کی دختر فوت ہوئی۔ حضور پرنس آف ویلز نے اپنا ایڈیکانگ بطور تعزیت بھیجا گیا اس کا آنا خود پرنس کے آنے کی بجائے تھا۔ تو اب اس سے یہ استدلال نہیں ہو سکتا کہ ایڈیکانگ کا درجہ وائسرائے ہند بالمقابلہ افضل و ارفع ہے اسی کیساتھ یہ مسئلہ بھی سمجھ لیجئے کہ مباہلہ میں اگرچہ حضرت علیؑ کو ساتھ لے گئے یا تبوک جاتے ہوئے انہیں خلیفہ بنا کر چھوڑ گئے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ وہی جانشین ہونگے۔ کیونکہ آپ کیونکہ لڑکپن سے نبی کریم صلعم کے پاس رہے تھے۔ اور حضرت خاتون جنت بھی ان کیساتھ منسوب تھیں اسلئے گھر والے وہی تھے۔ اور عورتوں بچوں میں انہی کا رہنا زیادہ تر انسب تھا۔ کیونکہ وہ بلاتکلف اندر باہر آ جا سکتے تھے۔ ایسا ہی اگر وفات نبی پر حضرت علی نے آپکے غسل و تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا تو یہ آپکی فضیلت کا نشان نہیں ہو سکتا۔ اور نہ حضرت شیخین پر دنیا طلبی کا الزام لگ سکتا ہے یہ اسلئے کہ رسول پاک کے گھر والوں سے ہونیکی حیثیت سے یہ تجہیز و تکفین انہی کا فرض تھا اور یہ ایک معمولی کام تھا۔ کام بڑا تو وہ تھا۔ جو آپ کی سنت کی غرض تھی دیکھا

"اسلام" اسلام کی ترویج اشاعت اور انتظام - اس کی فکر سب سے پہلے جس قلب
کو لاحق ہوئی اور جنہوں نے مل کر اس درد کو بانٹا وہی مقتدر اور حقیقت افضل تھا
جسقدر کسی میں استعداد ہو اسی قدر کے موافق کام لیتا ہے۔ متوفی کو نہلانا اور کفن
دینا دفن کرنا یہ بھی ایک کام ہے اور اسکی اصلی مشن کو پورا کرنے کی فکر کا بار سر پہ اٹھانا
یہ بھی ایک کام ہے ان دونوں کاموں میں بڑا فرق ہے سخت نادان ہیں وہ جو خلافت
کو ایک دنیا قرار دیتے ہیں میں تو اسے رسول کی قایم مقامی سمجھتا ہوں پس اے
سوچنے والو! سوچو - حاصل کلام ہمہ فضیلت کا معیار عملی کارروائی کو ٹھیرائیں گے
رسول کریم کیساتھ صحابہ کرام نے جو کام کیئے وہ خاص انہی کی برکت تھی۔ دیکھنا تو یہ
ہے کہ جب آپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور پیران فرزندوں کے فرداً فرداً سر پہ پڑی
تو کیا کیا ؟ میں اس ذوالفقار کے جوہر دیکھنا چاہتا ہوں اور اس خداداد علم و
عقل کا جائزہ لیتا ہوں کہ اسنے اپنے وقت میں جب اکیلے سر پر سارا بار پڑا تو کیا
کچھہ کر دکھایا - کتنے بیرونجات کے ملک فتح ہوئے - یا بعبارت دیگر اسلام کی اشاعت
ہوئی جو اسلام لا چکے تھے اور حضرت عثمان کے عہد تک آپس میں بھائی بھائی تھے -
انمیں اتفاق کی کیا زیادتی ہوئی - اے عزیزو! آہ مار کر اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے
کہ بہت کم دیکھو عرب مرتد ہو گئے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ پس وہ کون شخص تھا
جسنے ان گڑبڑوں میں اپنی تیغ اپنی خداداد عقل و تدبیر کے جوہر دکھائے میرے عزیزو!
وہ صدیق اکبر ہی تھا پھر اسکے بعد فارس و روم کس کے عہد میں فتح ہوئے - میرے محبو!
وہ فاروق اعظم ہی تھا جسنے اسلام کو کل ادیان پر غالب کر دیا۔ اسکے بعد حضرت عثمان
ذی النورین ہی تھے - جن کے عہد معدلت مہد میں مصر تک فتوحات ہوئیں اور
سب سے بڑا کام اس مبارک خلیفہ کے ہاتھ پر ہوا وہ کیا دین اسلام کے اصل اصول
قرآن مجید کی صحیح نقلوں کو اکناف عالم میں بھیجنا - یہ ایک بڑا کام تھا اس میں کچھہ
شک نہیں کہ یہ کام خدا تعالیٰ کا کام ہے "انا لہ لحافظون" جو لوگ کمی اور بے ترتیبی کے
قائل ہیں ان کو خیال کرنا چاہئے کہ جب چور چوری کر گیا یا کم از کم کوئی آکر چیز بگاڑ
گیا تو پھر حفاظت کے کیا معنے ؟ اگر وہ اپنے کام کو کسی نہ کسی کے ہاتھ پر کیا کرتا ہے
چنانچہ اس مبارک و مفید و اہم کار عظیم کیلئے بھی ذات با صفات عثمانی منتخب ہوئی

کہنے والا کہے گا کہ حضرت علی و دیگر اصحاب نے بھی کچھ نسخے جمع کئے تھے۔ مگر کیا وجہ انکی ترویج نہ ہوئی یقیناً وہ الٰہی مرضی کے مطابق نہ تھے ورنہ عثمان کون تھا جو خدا کے کام کو روکتا نیز عثمان میں آخر کچھ لیاقت تھی ہی جو ان پر غالب آئے اور یہی فضیلت کا نشان ہے اسکے بعد امیر المومنین حضرت داماد رسول اللہ کا زمانہ آیا۔ میں اپنے شیعہ و سنیوں سے ہی درخواست کرونگا کہ وہ خود ہی فرما دیں آپ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کون کون سے نئے ممالک فتح کیئے۔ کہاں کہاں اسلام کی اشاعت کی اور اسلام کی کیا خدمات ادا کی ہیں ہاں ضمیمہ کے طور پر اتنا کہے دیتا ہوں۔ کہ یہ جو پیشگوئی قران مجید میں ہوئی تھی۔ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصہ افسوس کہ اس فتنہ نے تقدیر الٰہی سے آپ ہی کے فرمان خلافت میں ظہور پایا اور جو کچھ ہوا وہ ہوا وہ ہی ایک فتنہ ہی تہا جو ارتداد عرب کیصورت میں تہا مگر صدیق اکبر اسپر غالب آئے ایک یہ فتنہ تہا جسکے اندفاع میں شاہ مروان اسد اللہ الغالب اول سے آخر تک مصروف رہے اور اسی میں جان دیدی اور پہر بھی فرو ہونیکو نہ آیا۔ بلکہ جگر گوشۂ رسول الثقلین کو شہید کراکے چھوڑا الغرض ایک تو ہم اس طرح دیکھیں گے کہ افضل کون ہے اور ایک آمنوا وعملوا الصالحات کا معیار ہے سو یہ بات بہی ظاہر ہے کہ خدا نے فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور متقی کا کیا نشان ہے ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ہو ہو حضرت ابوبکر و عمر اور حضرت علی کی خلافت میں ایک فرقان رہا۔ پس جتنا فرق تہا اتنا ہی افضلیت کے مراتب میں بھی فرق نکلا ایک طرف تمکین وامن دوسری طرف تزلزل و بدامنی ہو پہر اس آیت پر غور کرنے سے بہی معلوم ہوتا ہے کہ افضل کون تہا۔ کہ خدا تعالٰی فرما چکا تہا۔ السابقون الاولون من المہاجرین و الانصار۔ (مہاجر و انصار میں سب سے بڑہے ہوئے اور اول درجہ رکھنے والے اور مالدین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنۃ نحن اولیاءکم فی الدنیا تخت نبوی خالی تہا اس پر پہلے پہلے بٹھانے کا عند اللہ کون مستحق سمجھا گیا ابوبکر صدیق ہو معلوم ہوا کہ وہی ہر طرح سے افضل تھے۔ یہ مت کہو کہ صرف حکومت میں اعلم تھے خلافت کا وعدہ ان سے تہا جو ایمان و اعمال صالح میں سب سے بڑھکر ہوں رشتہ داری و قرابت کا کچھ مذکور نہیں فلا انساب بینہم یتساءلون کا کچھ لحاظ نہیں اور علاس بات کا

کہ فلاں کو رسول اللہ نے اپنے ساتھہ کہانے کو بٹھایا - کہ یہ سب گھر کی باتیں ہیں انکو امر خلافت سے کچھہ تعلق نہیں ہم ایک اور پہلو سے دیکھتے ہیں تو حضرت ابوبکر کی ہی افضلیت ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ جب نبی کریم نے مکہ سے ہجرت اختیار کی تو اسوقت ایک بزرگ صحابی (حضرت علی) کی نسبت مشہور ہے کہ آپکی جگہ بستر پر لیٹے اور دوم وہ جس نے اس مشکل اور ابتلا کیوقت میں آپکا ساتھہ دیا کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی گویا آپکی جگہ جان دینے کو تیار ہو گئے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالے کے نزدیک ان دونو فعلوں میں سے کسکا مرتبہ زیادہ ہے اسے ناظرین ایسکا جسکا ذکر قران مجید میں بڑی عزت و اکرام کیساتھہ ہے جیساکہ اس آیت سے ظاہر ہے فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ هما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ تحقیق مدد دی اللہ نے اس نبی کو جب کافروں نے اسے نکالدیا - اور وہ دوسرا تہا دو کا جب وہ دونو غار میں تہے - جب نبی نے اپنے محب اور دوست کو کہا غم نہ کر اللہ ہم دونو کے ساتھہ ہے پہر اللہ نے صاحب نبی پر اپنی تسلی نازل کی اب یہاں بہت سی باتیں قابل غور ہیں - (۱) ابوبکر کی مدد کو اللہ نے اپنی مدد قرار دیا ہے - (۲) ثانی اثنین سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نبی کریم کا ذکر مقصود نہیں بلکہ اس کیساتھہ کا بہی پہر اسے صاحب کہا کہا ہے ہیں اسی مصیبت میں لا تحزن گواہ ہے اگر یہ حزن اپنے لئے ہوتا تو پہر اللہ معنا نہ فرماتے اب اس آیت سے معیت الہی تو صاحب الغار کیساتھہ ثابت ہو گئی اللہ کن کیساتھہ ہوتا ہے ان اللہ مع المومنین - ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون - ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق متقی و محسن تہے پہر مورد رحمت الہی جیساکہ انزل اللہ سے ثابت ہوتا ہے - یہ سب امور موجب فضیلت ہیں -

میں نے یہ بہی سنا ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ شجاعت میں علی سے بڑھ کر کون تہا اسکے جواب میں اول تو میں پوچہتا ہوں کہ کیا محض شجاعت کسی کی افضلیت کا نشان ہو سکتی ہے دوم اس شجاعت کا نمونہ اپنی خلافت کے زمانہ میں دکہلاتے - سوم مطلق قتل قابل لحاظ نہیں کسی سے زور بڑہ کر ہونا افضلیت کا ثبوت نہیں چہارم خدا نے مقاتلہ سے انفاق فی سبیل اللہ کو زیادہ رتبہ دیا ہے لا یستوی الفق من قبل

الفتح وقاتل اولئك اعظم درجۃ نیز یہ ثبوت حضرت علی کو ثلاثہ سے افضل بتلانے والوں کے ذمے ہے کہ اُنہوں نے درمے امداد بھی دی اور آنئی دی جو باقی خلفاء سے بڑھکر تھی۔ جنگ تبوک میں کیا دیا تھا؟

اسقدر نصوص بینہ وآیات صریحہ کے ہوتے اگر کوئی کسی حدیث کو پیش کرے مثلاً کہے انت معی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ[19] تو یقیناً اسکے دلمین قران کی عظمت نہیں اب دیکھئے یہی حدیث لیجئے اسمین حضرت علی کو ہارون کہا گیا ہے سب سے پہلا تو میرا یہی سوال ہے کہ اس سے خلافت بلافصل کیونکر ثابت ہوئی؟ کیا حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے بعد خلیفہ ہوئے اور بلا فصل ہوئے نہیں۔ بس حضرت! تشبیہ اسی میں ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ کے بعد ہارون خلیفہ نہیں ہوئے ایسے ہی حضرت محمد مثل موسیٰ کے بعد علی خلیفہ نہیں ہوئے۔ اگر کہو وہ تو مرگئے تھے ورنہ ضرور ہوتے یہ ایک امکانی بات ہے ممکن ہے نہ ہوتے نیز جیسے وہاں موت ہارون کے خلیفہ ہونے سے مانع ہوئی۔ یہاں ابوبکر وعمر وعثمان کی افضیلت اور جیسے وہاں ہارون کی بجائے یوشع یہاں ابوبکر اور ان دونو بزرگوں کی کئی وجہ سے مماثلت ہے اور خضر کے بیان میں اسشد تعم نے اس پشینگوئی کی طرف اشارہ فرمایا ہے اذ قال لفتہ۔ دوسری وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جیسے موسیٰ کی عدم موجودگی میں ہارون کے موجود ہوتے قوم بگڑی فانا قد فتنا قومک من بعدک جو حضرت موسیٰ کی ناراضی کا موجب ہوا۔ ایسا ہی یہاں بھی پشینگوئی تھی اتقوا فتنۃ الخ ایک اور وجہ شبہ بھی توجہ طلب ہے وہ یہ کہ موسےٰ نے ہارون کو وزیر کرکے مانگا واجعل لی وزیرا من اھلی ھارون اخی اور خدا نے بھی وزیر ہی بنایا۔ وجعلنا معہ اخاہ ھارون وزیرا اسی طرح نبی کریم نے جو علی کو ہارون بنایا تو یہ جتلایا کہ تو میرا وزیر ہے کیا جب بادشاہ مرجاتے تو وزیر بادشاہ بن بیٹھا کرتے ہیں ہرگز نہیں پس جب رسول کریم وفات پاگئے تو خلافت تو ملی حضرت ابوبکر وعمر کو اور حضرت علی بدستور وزیر رہے باقی ایک اور بات تھی واشرکہ فی امری اس کی نفی خود اسی حدیث سے ہوگئی الا انہ لا نبی بعدی مہ پھر یہ جنگ تبوک کا ذکر ہے بعدی کو ایسا عام کیوں بناتے ہو پھر لطف یہ کہ فی الصبیان والنساء کا ذکر خود اس حدیث میں موجود ہے +

آیت لیستخلفنهم کو دوبارہ پیش کرتا ہوں اسبات کو خوب سمجھ لو کہ محمدی خلافت کو موسوی خلافت کے مشابہ قرار دیا گیا ہے پس ضرور ہے کہ جیسے موسیٰ کی وفات کے بعد سلسلہ خلافت شروع ہو گیا تھا۔ ایسے ہی حضرت محمدؐ کے مجرد وصال پر خلیفہ قایم ہو جائے یہ نہیں کہ کسی آئندہ زمانہ تیرہ چودہ سو برس کے بعد ہو۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ خلافت حضرت علی سے شروع ہوا اسکو بھی کما استخلف مانع ہے کیونکہ ضرور ہے کہ پہلا خلیفہ بلا فصل ہو اور وہ یوشع کی طرح اقرب نبی نہ ہو اور پھر لوگ بھی انہیں تسلیم کریں اور پھر خلیفہ بن کر خلافت کے متعلق کام سرانجام دیں یہ نہیں کہ اپنی جان چھپاتے پھریں پھر اسی کما استخلف پر نظر کرنیسے یہ ماننا بھی فرض ہے کہ آخری خلیفہ موسوی خلیفہ عیسےٰ بن مریم کا مثیل ہوگا۔ خود وہی نہیں ہوسکتا کیونکہ مشبہ مشبہ بہ کا غیر ہوتا ہے پس عیسےٰ بن مریم کے نزول سے مراد اس کی روح اور خو بو میں کسی فرد امت محمدیہ کا آنا ہے اور جیسے اسنے جہادوں کا خاتمہ کیا محمدی مسیح بھی یضع الحرب کرے۔ چونکہ ان خلفاء راشدین (خصوصاً پہلے اور پچھلے پر) بہت سے اعتراضات ہوتے تھے اسلئے لیحبل ونّی فرمایا ۔

الجواب ۔ ہمنے اس بحث کو بہت ہی غور سے دیکھا ہے اور لکھا ہے اور اپنے زعم میں شخصا حب کا کوئی استدلال بھی نہیں چھوڑا۔ ہمنے وجوہ افضلیت میں بھی غور کیا ہے اور مجھے تو آپکی اتنی لمبی چوڑی عبارت میں صرف دو وجوہ دراصل نظر آتے ہیں جنکی رو سے آپنے ثلاثہ کو حضرت علی علیہ علی ابنائہ المطہرین السلام سے افضل کہا ہے ایک تو انکی عملی کارروائی یا بالفاظ دیگر فتح ممالک اور دوسرا قصہ غار جو مختص یار ہے گویا دراصل ایک ہی وجہ ہے لیکن آپنے کاغذ سیاہ کرنیکی غرض سے اول دوم سوم لکھدیا ہے اور پچھے آپنے اس تحریر میں وجوہ افضلیت علی کی تردید کی ہے اسلئے ہم ذیل میں دو لو امور کا جواب دیتے ہیں اور پہلے وجوہ افضلیت ثلاثہ کی تردید کرینگے کیونکہ جزو ایمان یہی ہے کہ پہلے ماسوا کا انکار ہو جیسے کلمہ طیبہ میں لا الٰہ الا اللہ سے پہلے ہے ۔علی اللہ توکلی۔

نمبر ۹ سے نمبر ۱۴ تک وجوہ افضلیت ثلاثہ ہیں اور باقی میں وجوہ افضلیت علیؓ کی تردید۔ اس لئے ہم ہر ایک نمبر پر تنقیدی نظر کرتے ہیں ۔

نمبر ۹- قاعدہ دنیا ہے کہ جو فرزند اپنے باپ کی عین حیات میں مستعد اور اپنے باپ کی بات بات پر جان نثار کرتا ہے اسکی رضا کا ہر حالت میں طالب ہو اس کا آڑے وقتوں میں ممد و مددگار رہو اس کی کسی بات پر معترض نہ ہو ایسے فرزند کے حق میں کہا کرتے ہیں ہونہار- بروے کے چکنے چکنے پات- اور ایسے فرزند پر باپ بھی از حد خوش ہوتا ہے یہانتک کہ اپنی پگڑی اس کے سر بند ہوتا ہے اور اسکو اپنی جایداد کا متولی بنا دیتا ہے اور خدا بھی ایسے فرزند سے راضی ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ فرزند جو اپنے باپ کی حیات میں اس سے ایسا سلوک کرتا ہے یہ محض میرے حکم کی تعمیل ہے کیونکہ اسوقت اسکا باپ زندہ ہے اسے اسکی جایداد کا کچھ طمع نہیں- اسکے مرنے کے بعد جو کریگا وہ محض اپنی آبرو کیلئے ہو سکتا ہے جب ہم قرآن کریم مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پاتے ہیں کہ اس ایک کتاب میں بھی جو احکام والدین کے متعلق ہیں وہ زیادہ تر ان کی زندگی کے ہی متعلق ہیں بعد انکے مرنے کے صرف ایک ہی خدمت ان کی ہو سکتی ہے وہ کیا؟ اگر وہ مومن ہیں تو انکے لئے دعا مغفرت کرنا۔

اب سنئے ان آیات قرآنیہ کو جو متعلق بہ حقوق والدین ہیں فرماتا ہے ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ ۔۔۔ ان اشکر لی ولوالدیک ۔۔ وبالوالدین احسانا- واخفض لہما جناح الذل وقل رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا خلاصہ یہ ہے کہ ہمنے انسان کو وصیت کی ہے کہ والدین کیساتھ احسان اور حسن کرے میرا اور اپنے والدین کا شکر کرے جب وہ بڈھے ہو جائیں تو عاجزی کے بازو انکے لئے سکیڑ دے اور کہے اے اللہ رحم کر انپر جیسے کہ انہوں نے مجھے چھوٹا پالا- یہ احسان اور حسن زندگی ہی متعلق ہیں اور ایک صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے فرمایا افسوس ہے اسپر جسکو والدین کا زمانہ ملے اور پھر وہ جنت کو نہ حاصل کرلے اب اس اصول مسلمہ عقلا اور قرآن کی رو سے جب ہم تمام صحابہ پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ایک عجیب سین نظر آتا ہے خصوصاً ان چار اصحاب ہر رضی اللہ عنہم پر جب ہم دیکھتے ہیں ایک تو وہ ہے جو رسول کی بات بات پر جان قربان کرتا ہے ہر ایک معرکہ میں رسول کے ہمرکاب ہے سینہ کیجگہ خون بہانیکو تیار ہے از دعوت قریش

نا وصال ہر بات میں ساتھ دیتا ہے مباہلوں میں یہ ساتھ دیتا ہے خیبر و حنین
احد وغیرہ میں یہ سینہ سپر کئے ہوئے ہے شب ہجرت میں یہ اپنی جان فدا کرتا ہے
جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باپ اس فرزند سے از حد خوش ہوتا ہے یہانتک کہ اپنی
پگڑی اسکے سر باندھتا ہے اور حجۃ الوداع سے واپسی کیوقت اسی کو اپنا جانشین
بناتا ہے اور اسکے حق میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ اپنی زبان معجز بیان سے
فرماتا ہے اور ایک وہ ہے کہ الٹے وقت میں رسول سے اونٹنی کے دگنے تگنے
دام لیتا ہے خیبر و حنین میں جان بچا کے بھاگ آتا ہے اور احد میں تو سب کے
سب اپنے باپ کو نرغۂ اعداء میں چھوڑ کر پہاڑ پر کود پھاند کرتے ہیں مجھے اسوقت
ایک واقعہ یاد آیا جو بخاری میں درج ہے ایک اعرابی حضرت عثمان کی نسبت
پوچھتا ہے کہ خیبر میں کہاں تھا۔ جواب تھا۔ غیر حاضر۔ حنین میں غائب۔ احد میں
پہاڑ کے اوپر بعیت شجرہ میں گم۔ اسپر اعرابی کہتا ہے اللہ اکبر۔ پس ایک تو یہ وجہ
فضلیت علی ہے لیکن افسوس کہ آپنے عمداً اسکا کوئی ذکر نہ کیا حالانکہ عملی
کارروائی کا آغاز یہی ہے لیکن ہم ثلاثہ کو اس میدان میں بہتوں سے پیچھے پاتے
ہیں اگر زمانہ رسول میں انکی کوئی بھی عملی کارروائی تھی تو اسکا ذکر کیا ہوتا کیونکہ
عملی کارروائی کا وقت یہی تھا جب کہ اسلام بچہ تھا ایک نونہال تھا اور اسکو ایک
زبردست درخت بنانے کی از حد ضرورت تھی تاکہ آئندہ نسلیں اسکے سایہ تلے
آرام پائیں اور یہ صرصر کفر کے جھونکوں سے محفوظ رہے لیکن ثلاثہ کی اسوقت عملی
کارروائی غیر معلوم اور علی کی عملی کارروائی کا ایک جہاں مقر۔ اس کی تلوار نے
بنیاد اسلام کو محکم کیا ملاحظہ ہو مرزا صاحب کا الہام کتاب الوحی ذو الفقار علی صفحہ ۲۸
کتاب ہذا۔ پس ثابت ہوا کہ علی بعد از رسول افضل ہے۔ اب لیجئے رسول کے
بعد کا زمانہ صرف تسخیر ممالک ہی عملی کارروائی نہیں ہو سکتے۔ اگر یہی افضلیت
کا معیار ہے تو خلیفۂ ثانی رسول اللہ سے افضل ہو جائیں گے اگر اسی پر فضلیت
کا مدار ہے تو محمود غزنوی سب پر گوئے سبقت لے جائیگا۔ اگر یہی بڑائی کا نشان
ہے تو حضرت علی بہت سے اسلامی بادشاہوں سے کم درجہ ثابت ہونگے نہ صرف
یہی بلکہ آپ کے مرزا صاحب کو کسی قطار میں شمار نہ ہونگے۔ عزیز من! تمام صحابہ

کے لئے بعد از رسول پہلی کارروائی یہ ہونی چاہئے تھی کہ وہ رسول کے اس چہیتے
بیٹے علی کو اپنے سر آنکھوں پر جگہ دیتے ہر کام میں اس سے استیذان اور استمداد
کرتے۔ لیکن ثلاثہ نے تو برادران یوسف سے بڑھ کر کیا اسکے بعد ملاحظہ کیجئے کہ
کیا اسلام بزور شمشیر پھیلایا جاتا ہے لا اکراہ فی الدین اسلام اپنی راستی سے پھیلتا
ہے آپ آریوں عیسائیوں کو کہا کرتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا اور
اپنی اس تحریر میں آپ نے ثابت کر دیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے پھر یہ
کہ اسلامی جہاد صرف دفاعی ہیں ارشاد ہے "قاتلوا الذین یقاتلونکم فی الدین۔
صرف انہی سے جنگ کا حکم ہے جو دین میں مسلمانوں سے لڑیں اور پیش قدمی
کریں اب خدارا بتلائیے کہ مانعین زکوٰۃ نے کونسی جنگ میں پیشقدمی کی کس
مسلمان کو مارا۔ کہ خلیفہ اول نے انکو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اگر انکار زکوٰۃ پر جہاد
واجب ہوتا ہے تو آپکے مرزا صاحب نے علیگڑھ کے تعلیمیافتہ منکرین جہاد کیساتھ کیوں تلوار
کا جہاد نہیں کیا پھر لیجئے مرتدین عرب کو آپکے ریویو آف ریلجنز میں کئی دفعہ یہ
مضمون شائع ہوا ہے کہ سزا ارتداد قتل نہیں۔ پھر بھلا ان مرتدین کو کیوں تہ
تیغ کیا۔ یہاں تو آپکے اول کی کارروائی ختم ہوئی۔ ہاں یہاں میں آپ سے یہ
سوال کر سکتا ہوں کہ آپکے خلفاء نے اپنی زبان گوہرفشان سے کتنوں کو
مسلمان کیا۔ دلیل و حجت سے کتنوں کو قائل کیا۔ تاریخ سے اسکا کچھ پتہ نہیں
چلتا۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ پلیٹ فارم پر کسی مد مقابل کے سامنے نہیں ٹھیر
سکتے تھے عورتوں کے مقابلے میں چھوٹے چھوٹے مسائل میں کل الناس افقہ من
عمر حتی المخدرات کہا کرتے تھے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے سامنے تصویر بن جایا کرتے
تھے ہم بڑے فخر کیساتھ کہتے ہیں کہ یہ فخر صرف ہمارے مولیٰ حضرت علی
بن ابیطالب کو ہی حاصل ہے کہ آپنے دلیل و حجت کی رو سے ایک کو نہیں دو کو
نہیں ہزاروں کو اسلام میں داخل کیا ہے چونکہ حجم کتاب بڑھ جائیگا اسلئے میں ان
لوگوں۔ قریوں اور شہروں کا نام نہیں لکھتا جو علی کی بدولت مسلمان ہوئے
ہیں یہاں بھی ثلاثہ کی فضیلت کی ٹانگ ٹوٹی۔ خیر اسے بھی رہنے دیجئے اگر
قوت بیانیہ اتنی زبردست نہیں تھی تو یہی فرما دیجئے کہ کتنے کافروں کو اپنے

ہاتھوں سے مارا۔ خود راہِ خدا میں جنگوں میں کتنے زخم کھائے اور خود جاکر کس جنگ کو فتح کیا سپہ سالار کی شجاعت اور تدبیر کار سے بادشاہ کی ذاتی شجاعت ثابت نہیں ہوتی ہم پھر کہتے ہیں کہ اس باب میں بھی اپنے مولیٰ کو سب سے اعلیٰ پاتے ہیں جنہوں نے کفار کو اپنے ہاتھ سے مارا۔ خود جہاد میں بجسد مطہر پر زخم کھائے اور ہر جنگ میں خود گئے اور بغیر فتح کئے نہ لوٹے"۔

فتح فارس و روم کے لئے دیکھو صفحہ ۹۴ کتاب ہٰذا۔

۱۰۔ حضرت عثمان کا قرآن کی نقلوں کو پھیلانا مسلم لیکن یہی ترتیب قرآن ان کی غفلت از اسلام کو طشت از بام کرتی ہے اگر وہ حضرت علی کے جمع شدہ قرآن کو رائج کرتے۔ تو ان پر کوئی الزام عاید نہ ہوتا۔ ہم نمونہ کے طور پر اس ترتیب کی چند غلطیوں کو ظاہر کرتے ہیں باتفاق اہل اسلام سورۂ اقرء سب سے اول نازل ہوئی ہے لیکن قرآن مترتب میں اس کو اخیر پارہ میں جگہ دی ہے الیوم اکملت لکم دینکم اخیر میں نازل ہوئی ہے لیکن اسکو بیچ میں جگہ ملی ہے دیکھئے اس آیت کو چھٹے پارے سورہ مائدہ میں یوں درج کیا ہے حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب وان تستقسموا بالازلام ذٰلکم فسق۔ الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوھم واخشون۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا فمن اضطر فی مخمصۃ غیر متجانف لاثم فان اللہ غفور رحیم ترجمہ حرام کئے گئے ہیں تم پر مردار۔ خون۔ گوشت سئور اور جس پر نام لیا جائے واسطے غیر خدا کیلئے اسکے اور گلا گھونٹ کر مرا ہوا مار سے مرا ہوا اور بلندی سے گر کر مرا ہوا اور ضرب شاخ سے مرا ہوا اور جسکو کھایا ہو درندوں نے مگر جسکو تم نے ذبح کیا اور جو ذبح کیا جائے اوپر تھانوں کے اور یہ کہ طلب قسمت کرو ساتھ تیروں کے یہ فسق ہے آج کے دن کافر تمہارے دین سے ناامید ہو گئے پس ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تمام کر دی تم پر نعمت اپنی اور راضی ہوا تمہارے لئے اسلام دین کر پس جو مضطر ہو جائے بھوک میں لیکن اس گناہ اکل حرام

کیطرف مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ہر ایک عاقل بصیر پر ادنےٰ تدبیر
سے واضح ہوگا کہ ان دعلوا الیوم کو اصل آیت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ
محرمات کے حرام ہوجانے سے کافر نا امید نہیں ہو جاتے اور نہ اس سے کمال دین ہوتا ہے
اور اگر اسی سے اتمام نعمت ہوا تو چاہئے تھا کہ اسکے بعد کوئی اور حکم نازل نہ ہو حالانکہ
بالاتفاق ثابت ہے کہ اسکے بعد بہت سے احکام نازل ہوئے پھر یہ حکم تکمیل دین کیسے
ہو سکتا ہے اور دیکھئے پ۴ نساء میں ہے وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا
ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ
الخ یعنے اگر تم ڈرو کہ یتامیٰ میں انصاف نہ کروگے تو نکاح کرو جو پاک ہو تمہارے
لئے عورتوں سے دو تین اور چار پس اگر ڈرو کہ عدل نہ کروگے تو ایک ہی - فرمائیے
کہ خوف عدم انصاف یتامیٰ کو تعدد ازواج سے کیا تعلق - اگر قسطو فی الیتامیٰ تین چار
عورات کو نکاح میں لانے سے ہی قائم ہوتا ہے تو الا تعدلوا فواحدہ کی قید بےفائدہ
یہ تو مشتے نمونہ از خروارے ترتیب کی فروگذاشتیں ہیں اب اعراب کی بھی سن لیجئے ان
ھذا صراط علیّ مستقیم یعنے بتحقیق یہ رستہ ہے اوپر میرے کہ سیدھا مہربانی کرکے
اس علیّ کو ذرا سمجھا دیجئے - خدا کے اوپر کونسی راہ سیدھی ہے یہ علیّ بافوق کے معنے رہتا
ہے لیکن خدا سے فائق کوئی ہے نہیں - اور یا نقصان کے معنے جیسے علیکم ما حملتم لیکن
خدا کے لئے کوئی نقصان نہیں پھر یہ علیّ اللہ کیا چیز ہے اور لیجئے - ان ھذان لساحران
موجودہ صرف نحو کے لحاظ سے غلط ہے آپکے مسیح نے حقیقۃ الوحی ص ۲۰۴ میں
لکھا ہے کہ خدا کسی محاورہ کا پابند نہیں - یہ پرانا متروک محاورہ ہے - لیکن اسپر
یہ سوال ہے کہ قرآن من حیث فصاحت معجزہ ہے اگر متروک محاروں کو استعمال
کرنا ہی معجزہ ہے تو کیں خیر پھر تو میں بھی ایک ایسی کتاب لکھ سکتا ہوں جو تمام تر پرانے
محاورات پر مشتمل ہو اور وہ معجزہ ہوگا - بس حضور یہی آپکے حضرت عثمان کی
کارروائی ہے؟ انا نحن نزلنا الذکر میں ذکر رسول اللہ مراد ہیں دیکھو صفحہ ۷ تفسیر سورہ
... نور الدین صاحب ۔

۱۱ - قرآن جمع کرتے وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رض اس نے حضرت عثمانی قرآن
کی غلطیاں ثابت کرتا رہا اور آخر اسی کی بدولت پسلی میں لات کھائی کتنے ماری

حضرت عثمان نے ہاں صاحب یہی فضیلت کا نشان ہے حضرت علی نے بھی قران جمع کیا لیکن وہ نہ لیا گیا قصور کسکا نہ لینے والون کا یہ نیکی تو وہی مثل ہے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے بھلا علی یا اسکے خدا کا اسمیں کیا قصور اور اس مترتب عثمانی قران کو اسی لئے رہنے دیا تاکہ یوم معہود تک مترتب کی اسلام سے غفلت ظاہر ہو *

۱۲ - ہم شیعہ اسبات کے قایل ہیں کہ جناب امیرؑ کے عہد خلافت میں بہت سے ممالک مفتوح نہیں ہوئے کیونکہ اول تو آپ بہت تھوڑے دن خلیفہ رہے بروایت واقدی رکما نقل سبط ابن الجوزی فی تذکرۃ خواص الامۃ) آپکی خلافت ۳ مہینے کم ۵ برس سے زیادہ قایم نہیں رہی اس عرصہ قلیل میں آپکو خانہ جنگیوں کر دم بھر مہلت نہیں ملی ابھی بیعت کی تکمیل بھی نہیں ہوئی تھی کہ واقعۂ جمل پیش آیا- اور ابھی اس واقعہ کا خاتمہ نہیں ہو چکا تھا کہ صفین کا جھگڑا شروع ہو گیا جسمیں بروایت استیعاب ۴ - ۵ سال صرف ہوئے اس واقعہ سے فراغت نہیں ہوئی تھی کہ خارجیوں کی مہم آن پڑی یہ ایسے واقعات تھے کہ جنکی سدراہ ہونیسے نہ آپ ممالک غیر پر فوجکشی کر سکتے تھے اور نہ فتح بلاد کیطرف متوجہ ہو سکتے تھے اگر صحابہ کا وہی اتفاق جو عہد شیخین میں تھا جناب امیر کی خلافت کیوقت بھی قایم رہتا تو البتہ ان دونو زمانوں کے فتوحات کا موازنہ کیا جاتا تاہم باوجود ان مزاحمتون کے آپنے اشاعت اسلام میں اپنی ہمت کو مشغول رکھا علامہ ابن اثیر نے کامل التواریخ میں لکھا ہے کہ آپکے حکم سے حرث بن مرہ العبدی نے سندہ کے ملک کا قصد کیا اور جہاد کر کے بہت غنیمت حاصل کی روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ آپنے قزوین اور رے کیطرف بھی فوج بھیجی -

شیخصاحب میں پھر عرض کرتا ہوں کہ فتح ممالک معیار افضیلت نہیں اور اگر آپ قران سے اسبات کا ثبوت دیں تو میں آپکو سو روپیہ انعام دینے کو تیار ہوں قران نے افضیلت کا معیار کیا قرار دیا ہے - قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون (نہیں برابر ہیں عالم اور جاہل) پھر فرماتا ہے یرفع اللہ الذین امنو منکم والذین اوتوا العلم درجات یعنے اللہ تعالی بلند کرتا ہے از روے درجات کے ان لوگوں کو جو ایمان لائے تم سے اور جو علم دئے گئے ہیں آئیے ہمیں میدان وہیں گو علی کے مقابلے میں کسی دوسرے کو اعلم ثابت کیجئے میرا تو یہ دعوے ہے کہ رسول اللہ صلعم کا اکثر

تمام عالم میں کوئی شخص علم علی کو نہیں پہنچ سکتا ہے علی استاد کل علوم ہیں اسکی وجہ بھی ظاہر ہے کہ علی بچپن سے رسول کے ساتھ تھے اور آپ تھے بھی ذکی اور لہو ولعب کیطرف بھی مائل نہ تھے اور اسیوقت سے تعلیم رسول لیتے تھے پس کیا وہ شخص اسکے علم کو پہنچ سکتا ہے جو اربعین کے بعد اسلام لایا ہو جسکی نسبت مشہور ہے کہ باطوطا خاک پڑھیگا پس جتنا علی علم میں ان تمام سے بلند ہیں اتنا ہی درجات فضیلت میں۔ اور سنیئے قل ھل یستوی الخبیث والطیب ناپاک اور پاک برابر نہیں ایک کپڑا تو ایسا ہے کہ ۴۰ سال تک میلا رہا ہے اور خباثت کفر میں آلودہ تھا اس کی میل جلدی جا سکتی ہے اور ایک وہ ہے جسکو خباثت کفر چھو تک نہیں گئی پس جتنا خباثت و طیب میں فرق ہے اتنا ہی درجات فضیلت میں ایک اور جگہ ارشاد ہے لا یستوی القاعدون من المومنین الایہ وقال وفضل المجاھدین علی القاعدین اجراً عظیماً۔ نہیں برابر ہیں بیٹھنے والے مومنین سے اور جہاد کرنیوالے - بزرگی دی ہے اللہ نے جہاد کرنیوالونکو بیٹھنے والوں پر اجر عظیم کے جتنے کسی نے زیادہ جہاد کئے ہیں اور زیادہ کسی نے غزوات میں خدمات کی ہیں اتنا ہی اسکا فضل زیادہ ہے علی تمام جنگونمیں سوائے تبوک کے شامل ہوئے اور اہم خدمات ادا کیں اپنے زمانے کے تمام جنگونمیں بنفس نفیس کمانڈ کرتے رہے اور مخالفین کو زک پر زک دی تلا اللہ کا جہاد جن سے فرار اظہر من الشمس وابین من الامس ہے۔ اپنے زمانوں کے جنگونمیں بنفس نفیس کوئی عمدہ خدمت نکی کسی مہم کو بذات خود سر نہیں کیا۔ پس جتنا یہاں فرق ہے اتنا ہی درجہ فضیلت میں اور سنیئے فضیلت کا معیار۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے افمن یہدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یہدی الا ان یہدیٰ فما لکم کیف تحکمون (جو حق کیطرف ہدایت کرتا ہے وہ زیادہ مستحق اطاعت ہے یہ وہ جو ہدایت نہیں کرتا تاوقتیکہ ہدایت کیا جاتا ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسے حکم لگاتے ہو) اس کو جو ہدایت الی الحق میں ہی دیکھ لو مولا کائنات سب کے اول ہیں خود درگاہ خدا سے ہادی کا لقب ملا ہے انما انت منذر ولکل قوم ھاد معنی یہ رسول اللہ ہیں بنص انا ارسلناک بشیراً ونذیراً اور ہادی ہمارا امام جو نفس رسول ہے اسکا اہدا رسول کا اہدا ہے جیسے آیہ یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین میں حکم جہاد با منافقین رسول کو ہے لیکن اسکو علی بجا لائے ہیں کیونکہ نفس رسول ہیں ایسے ہی ولکل قوم ھاد۔ استیعاب میں لکھا ہے کہ آپ کے وعظ سے تمام ملک یمن

مشرف باسلام ہوا۔ اور یہ منصب ابداً دراصل آپ ہی کی ذات بابرکات کے سزاوار تھا۔ ملاحظہ ہو آیت قل ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی (کہ بلاتا ہوں طرف اللہ کے اوپر بصیرۃ کے میں اور جسنے میرا اتباع کامل کیا) اس نتیج کی یہ شان ہے کہ رسول کو حکم ہے واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین (پہلا اپنے بازو واسطے اسکے جسنے تیرا اتباع کیا مومنین سے) اب دیکھئے کسکے لئے رسول نے اپنے بازو پھیلائے ہیں علی وحسنین علیہم السلام کیلئے علی کو کسر اصنام کیوقت اپنے شانوں پہ چڑھایا جسکی نسبت خواجہ چشتی نے لکھا ہے۔ ے آں کہ تو معراج تو بالا ترشد۔ یک قامت احمدی نہ معراج نبی۔ اور حسنین کیلئے سواری بنے جسکی نسبت کہا گیا۔ نعم الراکب ونعم المرکوب۔ اچھا سوار اور اچھی ہی سواری خلاصہ یہ کہ جتنا اس منصب میں فرق ہو اتنا ہی فضیلت میں اور سنئے السابقون السابقون اولئک المقربون (سبقت کرنیوالوں سے سبقت کرنیوالے وہی ہیں مقرب) یہ ہے فضیلت کا معیار۔ ایک تو سبقت الی الایمان ہے اور اسمیں سابق حضرت علی ابن ابیطالب علیہم السلام ہیں پس جیسے آپکو سبقت ہے ویسے ہی آپکو درجۂ تقرب میں سب پر سبقت ہے اسکے متعلق ایک اور آیت سنئے فرماتا ہے۔ والذین جاؤ من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان چونکہ آپ ثلاثہ کو مومن سمجھتے ہیں اسلئے وہ حضرت علی کیلئے دعاء مغفرت کیا کرتے ہونگے پس اس سے علی کا سابق الایمان ہونا ثابت اور جب وہ سابق فی الایمان تھے تو اسیطرح فضیلت میں بھی سابق تھے اخوان کے لفظ سے کہیں دھوکہ نہ لگے یہ انکے اپنے منہ کا کلام تھا نہ کہ یہ خدا کا کلام ہے اور ایک سبقت الی الخیرات ہے اسکے بارے میں ارشاد ہے ان الذین ھم من خشیۃ ربھم مشفقون والذین ھم بآیات ربھم یومنون والذین ھم بربھم لایشرکون والذین یوتون ما اتوا وقلوبھم وجلۃ انھم الی ربھم راجعون اولئک یسارعون فی الخیرات وھم لھا سابقون یعنے وہ جو اپنے رب کے خوف سے مضطر ہیں اور جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کیساتھ شرک نہیں کرتے اور وہ جو دیتے ہیں اور دل انکا ترساں ہے بسبب اسکے کہ وہ اپنے رب کیطرف واپس جانے والے ہیں یہی جماعت ہے جو سعی کرتی ہے خیرات میں اور وہ طرف اسکے سبقت کرنیوالے

ہیں یوفون سا ل تو اوفلوہم دجلۃ کو یطعمون الطعام علی حبہ الی ان قال و یخافون یوماً کان شرہ مستطیرا سے ملاؤ تو کیا لطف دیتا ہے اور لطف یہ ہے کہ اس آیۂ مبارکہ میں تمام موصولات اور ضمائر فاعل بھی بارہ ہیں جو آئمۂ دوازدگانہ کیطرف اشارہ کرتی ہیں۔ اور مشفقون ۔ یومنون ۔ لا یشرکون یوتون ۔ راجعون ۔ یسارعون ۔ سابقون کی تعداد سات ہے اور حضرات چہاردہ معصومین کے اصل نام بھی سات ہیں اور اسی کی طرف ولقد اتیناک سبعاً من المثانی والقران العظیم میں بھی اشارہ ہے یہ امور سوائے معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کے بوجہ اکمل اور کسی میں من حیث المجمع موجود نہیں لیجئے دوسری صفت کو ہی کہ "آیات رب پر ایمان لانا" حضرت عمر کو یہ فخر حاصل ہوتا تو آپ سرور کائنات پر بوقت صلح حدیبیہ زبان اعتراض نہ کھولتے کیونکہ رسول بذات خود آیۃ اللہ کبریٰ تھے اور پھر آیت کے بموجب ہی صلح کی تھی ۔ اگر اول کو یہ بات نصیب ہوتی ۔ تو وہ جیش اسامہ سے کبھی پہلو تہی نہ کرتا ۔ اگر ثالث کو آیۃ اللہ کبریٰ پر ایمان ہوتا تو وہ طرید رسول اللہ کو کبھی نہ واپس بلاتا جبکہ ائمہ کا سابق الی الخیرات ہونا ثابت ہوا تو یہ وارث کتاب قرار پائے بنص آیہ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات یعنے پھر ہمنے وارث کیا کتاب کا اپنے برگزیدہ بندوں کو ۔ انمیں سے بعض اپنے نفس کے ظالم ہیں بعض درمیانہ ہیں اور بعض سابق بالخیرات ہاں بعض کہا کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر سابق الی الہجرت ہیں اسلئے وہ افضل ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر سبقت الی الہجرت ہی موجب افضلیت ہے تو مہاجرین حبشہ پر عتیق کی نسبت احق بہ افضلیت ہیں اور اگر کہو نہیں کلام ہجرت مدینہ میں ہے تو اولاً میں عرض کرونگا کہ وجہ تخصیص کیا ہے ثانیاً یہ کہ اچھا اس میں بھی اول مہاجر علی ہی ہیں کیونکہ ہجرت کے معنے چھوڑنے کے ہیں اور علی نے نبی کے لئے اپنی جان کو چھوڑ دیا بالفاظ دیگر اپنی جان کو رسول پر قربان کیا ۔ اور آپکے فرش پر لیٹ گئے پس ہجرت حقیقی اور معنوی تو ہوگئی اور یہ حضرت ابو بکر کی ہجرت سے اول ہوئی ۔ پس اس میں بھی آپ ہی سابق ہو لئے ۔

قبلۂ صورت پرستان آب و گل　　قبلۂ معنے پرستاں جان و دل
قبلۂ زہاد محراب قبول　　قبلۂ بدبیرتاں کار فضول

رسول کی ہجرت بھی علی کی ہجرت سے کیونکہ جو نبی اور وصی میں اتحاد روحی تھا اسکو اللہ جل جلالہ نے آیہ مباہلہ میں ظاہر کر دیا ہے جناب علی ع کا شب ہجرت بستر رسول اللہ پر لیٹنا ظاہر کر رہا ہے کہ نبی و علی میں جدائی نہیں ہے دنیا کے بندے احول ہوتے ہیں اور احول کو دو ہی نظر آتے ہیں چشم ایمان سے دیکھو تو ایک ہیں ۔

فضلیت کا اور نشان۔ ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین اٰمنوا۔ الذین اٰمنوا کے حروف بارہ ہیں۔ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم واولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ۔ جب نبی تمام مومنین سے افضل ہے تو علی ع جو بفحوائے انفسنا نفس نبی ہے وہ بھی افضل ہوئے مزید تشریح صفحہ ۱۴۳ میں ملاحظہ ہو یہ مشتی نمونہ از خروار آیات قرآنی سے افضلیت علی ع کا ثبوت ہے اور احادیث فضائل علی ع میں اسقدر روایت ہوئی ہیں کہ اتنی اور کسی صحابی کے فضائل میں وارد نہیں ہوئیں پس علی ہی افضل الکل ہیں ۔

ہاں صاحب آپکا فرمانا بالکل بجا ہے کہ قرانی پیشینگوئی واتقوا فتنۃ کا ظہور آپ ہی خلافت میں تھا کیوں ہوا اسکی وجہ آپکے خیال سامی میں نہیں آئیگی لیجئے میں عرض کئے دیتا ہوں کہ یہی فتنہ آپکے خلیفہ برحق ہونیکی دلیل ہے کیونکہ فرستادگان باری میزان بنکر آتے ہیں انسے ہی سپید و سیاہ کی تمیز ہوتی ہے خداوند علی واعلیٰ ارشاد فرماتے ہیں ما کان اللہ لیذر المومنین علیٰ ما انتم علیہ حتیٰ یمیز الخبیث من الطیب دوسری جگہ ارشاد ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون خلاصہ دونوں آیات کا یہ ہے کہ خدا مومنوں کو مومن کہنے سے نہیں چھوڑ دیگا جب تک کہ انکا امتحان نہ کرلے اور خبیث و طیب کو الگ الگ نہ کرے چونکہ حضرت علی ع میزان تھے کہ آپ میں مومن و منافق پرکھے اور تولے جاتے تھے بفحوائے حدیث کنا نعرف المنافقین ببغضھم علیا (منافق بغض علی رکھنے سے پہچانا جاتا تھا) اگر آپ ان فتنوں کو فرو کر دیتے تو امتحان ناقص رہجاتا ظلموا منکم خاصۃ سے معلوم ہوتا ہے ابوبکر کا فتنہ ارتداد و غیرہ اٹھانا ہی اسکی خلافت کی اصلیت کو ظاہر کرتا ہے۔ بہرحال کیوں فتنہ میں فتنے اٹھے سدہا ہیں اور ان تمام کی یہ وجہ ہے کہ فرستادگان باری لوگوں کی خواہشات ناجائز کو روکتے ہیں انکو نیکیوں کا حکم

کرتے ہیں چنانچہ خدا بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرماتا ہے افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم
استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون یعنی جب کبھی تمہارے پاس رسول آیا ساتھ اسکے جسکی تمہارے نفس خواہش
نہیں کرتے تھے پس ایک فریق نے اسے جھٹلایا اور ایک فریق اس سے جنگ کرتے ہیں حضرت
علی سے جنگ کرنے کی وجہ بھی یہی ہے اور ثلاثہ کی وقت میں انکا شیر و شکر ہونا ظاہر کرتا ہے کہ وہ انہیں
انفسکم سے لوگوں کو اپنا گرویدہ کرتے تھے آخیر میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ خلافت ظاہری میں علی پر
اجماع بھی ہوا اور نصوص قطعیہ بھی اسپر تھے پس آپ کی مخالفت کو اجتہادی غلطی نہیں کہہ سکتے
کیونکہ نص قطعی کے مقابلہ میں اجتہاد نہیں ہوتا پس محاربین علی کا آپ سے جنگ کرنا محاربین خدا
و رسولہ کا مصداق ہے بموجب نص آیہ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا
بینہما فان بغت احدھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ اگر مومنوں کے
دو گروہوں میں جنگ ہو تو انمیں صلح کرا دو پس اگر ایک انمیں سے دوسرے پر بغاوت کرے تو باغی سے
جنگ و قتال کرو یہانتک کہ وہ امر خدا کیطرف واپس ہو) اصحاب جمل صفین اور نہروان واجب القتل
تھے اور یہ لوگ آخرت سے بالکل محروم تھے مطابق آیات بینہ تلک الدار الاخرۃ نجعلہا للذین
لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین (یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے
کرینگے جو زمین میں خودسری اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے ہیں اور انجام پرہیزگاروں ہی کے
لئے ہے ہمارے مولا اگرچہ علی بلند تھے مگر اس آیت کے مصداق تھے۔ اور اسی لئے رسول اللہ ابو تراب کہکر
انہیں پکارا کرتے) اور ام نجعل الذین امنوا وعملوا الصالحات کالمفسدین فی الارض ام
نجعل المتقین کالفجار (آیا ہم مومنوں اور نیک اعمال والوں کو فسادیوں کی طرح کریں۔ یا
پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح) اسی سے محاربین علیؑ کے انجام پر غور کر لو۔

۱۴۳۔ جگر گوشہ رسول الثقلین کو انہی فتنوں نے شہید کرایا ہے۔ ان فتنوں کے بانی
[illegible] کشتہ حسین اندر دشت

۱۴۴۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ایمان اعمال صالح اور تقا میں سب کے سردار علی ولی تھے واجعلنا
للمتقین اماما کو صفحہ ۱۱۳ میں ملاحظہ کریں فرقان نمبر ۱۲ میں ملاحظہ کریں آپ تمکن کا بیان
کرتے ہیں اور اسکو دلیل افضلیت ٹھہراتے ہیں مگر آپ نے قرآن کا غور سے مطالعہ کیا ہوتا تو آپکو
معلوم ہو جاتا کہ اسلام سے پہلے کچھ قومیں ایسی گزری ہیں جنکو خلفاء ثلاثہ سے زیادہ تمکن حاصل تھا
مگر پھر بھی وہ ہلاک ہوئیں فرماتا ہے اولم یروا کم اھلکنا من قبلہم من قرن مکنٰہم فی الارض

مالم نمکن لکم وارسلنا السماء علیهم مدرارا وجعلنا الانهار تجری من تحتهم فاهلکنٰهم بذنوبهم وانشانا من بعدهم قرنا اٰخرین پ الانعام ۷ (کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ ہم نے پہلے ہمنے کتنی قرنوں کو ہلاک کیا جنکو ہمنے زمین میں تمکین دی تھی جتنی تمکو نہیں دی اور بارشیں بھی انپر لگاتار بھیجیں اور انکے نیچے سے نہریں جاری کیں (باوجود اسکے) ہمنے انکو انکے گناہوں کے سبب سے ہلاک کیا اور انکے بعد اور قرنوں کو انکے بعد پیدا کیا) پس خلفاء کے تمکن کا بھی یہی حال ہے اور ہمارے پیشوا باوجود ضعف ظاہری کے ائمہ خلائق ہیں و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثین (ارادہ کرتے ہیں ہم کہ احسان کریں انپر جو زمین میں ضعیف کیے گئے ہیں اور انکو امام اور وارث بنائیں) ۔

۱۵- آیات مذکورہ کی حقیقی تفسیر پہلے بیان ہوچکی ہے۔ نعمت نبوی خالی نہیں تھا اور نہ کسی آن میں خالی ہو سکتا ہے (جیسے کہ حدیث مسلمہ جناب من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیة سے ثابت ہوتا ہے) اسپر خم غدیر میں ہی حضرت علی بحکم خدا اور رسول ہیشہ کو قائم ہو گئے تھے۔

۱۶- فلا انساب بینهم کفار کے حق میں وارد ہوئی ہے آپ العیاذ باللہ رسول کے حق میں یہ الفاظ کہہ رہے ہیں اور پھر یہ آخرت کے متعلق ہے عام مومنوں کی نسب آخرت میں قطع نہیں ہوگی جیسے کہ من صلح من آبائهم وازواجهم وذریاتهم سے ظاہر ہے اور رسول کے نسب کو کیا ہی ذکر اسکی نسبت تو حضور کی صحیح حدیث ہے کل حسب ونسب ینقطع یوم القیامة الا حسبی ونسبی (ہر ایک حسب و نسب قیامت کے دن منقطع ہوگی مگر میری حسب و نسب) خیر یہ تو آخرت کا ذکر ہے۔ دنیا میں بھی رسول کی قرابت کا بہت مرتبہ ہے ذرا اولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب الله اور قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی کی تلاوت کیجئے آپ فرماتے ہیں کہ نہ اسباب کا کچھ لحاظ ہے کہ فلاں کو رسول نے اپنے ساتھ کھانا کھلایا یہ ظاہرا آپنے حدیث طیر کیطرف اشارہ کیا ہے آپکو اس واقعہ کی دعاء رسول تو یاد نہیں رہا کہ اللهم ائتنی باحب خلقك الیك یاکل معی هذا الطیر یعنی (حضور نے دعا کی کہ اے اللہ! تو اس شخص کو بھیج جو تجھے اپنی مخلوق میں سب سے پیارا ہو کہ وہ یہ پرندہ میرے ساتھ کھالے) کیا احب خلق کا درجہ کچھ معمولی سا ہے یہ تو مثبت خلافت بلا فصل ہے اور آپ رسول کے بلانے کو معمولی سمجھتے ہیں حضور والا! خدا فرماتا ہے لا تجعلوا دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضا (رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کے بلانے کی طرح ذکر و گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم

من یشری نفسہ سے اسکی تعریف کرتا ہے اور پہرے سے کوئی اضطراب نہیں کوئی خوف
نہیں اور دوسرا ابوبکر ہے کہ صرف ساتھ ہوتا ہے نہ کوئی مدد کرتا ہے اور راستہ میں اسکی مدد کی کچھ حاجت
تھی مدد کرنا تو درکنار خود غار میں مضطرب پریشان ہوتا ہے اور آخر صاحب غار دسکینہ ہی اسکا لا تحزن
کہتا ہے تو بتلاؤ کسکا درجہ افضل ہے اور کسکی مدد کی خدا نے تعریف کی ہے یقیناً وہ علی ہی ہے آپ فرما
ہیں کہ خدا کے نزدیک اسیکا مرتبہ زیادہ ہے جسکا ذکر قرآن مجید میں بڑی عزت و اکرام کیساتھ ہے
(یعنے ابوبکر کا) ڈویٹر اکمل آیۂ غار میں تو یار کیلئے کوئی لفظ بھی عزت و وقار کا نہیں بلکہ اگر مجھے
اجازت دیں تو کہوں کہ یہی آیت یار غار کیلئے موجب عار رہی ہے جسکو کردگار نے واضح و آشکار کیا ہے
آیۂ غار کے ترجمہ میں آپنے اپنے اجتہادی کام لیا صاحب کے معنے محب و دوست کے نہیں بلکہ ساتھی کے
ہیں معنا میں دونوں کو مراد لیا ہے اور علیہ کی ضمیر کو تحکماً اپنے خلیفہ کیطرف راجع کیا ہے اب ہم
مفصلاً آپ کی ادلہ کا جواب دیتے ہیں :-

(۱) ابوبکر صاحب نے کیا مدد کی؟ اس سوال کا جواب آپکی اس دلیل کا جواب ہے اس واقعہ میں بھی
رسول کی مدد یا تو خدا نے کی ہے وجعلنا من بین ایدیھم سدا فاغشیناھم فھم لا یبصرون کہ کفار کی
آنکھوں کے سامنے پردہ کر دیا اور رسول انکے سامنے سے نکل گیا اور انکو معلوم نہ ہوا پہر دہان غار کو اللہ کے حکم سے
مکڑی نے جالے سے ڈھانپ دیا اور فاختہ نے انڈے دے دئے یہ تو ہوئی اللہ کی مدد اور یا علی نے مدد
کی کہ آپکی جگہ پر لیٹ گئے اور رسول کی مدد ان دو لوگوں سے مخصوص تہی جیسے کہ ارشاد فرماتا ہے -
ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین ملاحظہ ہو صفحہ ۲۹ ؟

(۲) ذکر کیا ہوتا ہے ذکر خیر چاہئے اور ساتھی ذکر تو فرعون و ہامان کا بھی ہے تبت یدا ابی
لھب میں ابولہب کا ذکر ہے اور شیطان کا ذکر بار بار قرآن میں ہوا ہے اور صاحب کہنے سے کیا فضیلت
کافر مومن کا صاحب ہو سکتا ہے جیسے کہ فرماتا ہے فقال لہ صاحبہ وھو یحاورہ انا اکثر منک مالا و
اعز نفرا فقال لہ صاحبہ وھو یحاورہ اکفرت بالذی خلقک من تراب ثم سواک رجلا
یعنے پس قطروس کافر نے اپنے ساتھی یہودا سے کہا اور وہ اس سے بحث کرتا تھا کہ میں تجھ سے زیادہ مالدار
ہوں قطروس کو یہودا اسکے صاحب نے کہا کیا تو کافر ہو گیا ہے اس خدا کا جسنے تجھے مٹی سے پیدا کر کے
تجھے آدمی بنایا اور رسول اللہ کو صاحب الکفار کہا ہے ما ضل صاحبکم وما غوی تمہارا صاحب
رسول اللہ گمراہ نہیں ہوا ہے اور بہکا ہے ما بصاحبکم من جنۃ تمہارے صاحب رسول کو جنون نہیں
ہو گیا بلکہ کفار و دوزخ کا اصحاب کہا ہے وما جعلنا اصحاب النار الا ملائکۃ یعنے نہیں کیا ہمنے [illegible]

کئے ہیں مگر فرشتے۔ ان آیات سے ثابت ہوا کہ محض صحابیت بے اثر ہے پھر فرماتے ہیں اسے صاحب
کہا گیا ہے یعنی صحبت میں العجب۔ ترجمہ آیت میں صاحب کے معنے مصاحب اور دوست کئے ہیں اور
یہاں ایک اور چال چلے ہیں اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آیت مذکورہ بالا فقال لہ صاحبہ وھو
یحاورہ اکفرت الذی تکلف اسکے معنے کرے کہ قطروس صاحب ہیں وہ اکا ہے کفر میں وار الی آخرہ
ے یہ ترا بیان غالب یہ طریقہ تصوف ہو تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا
سنئے جناب صاحب سے پہلے اذھما فی الغار ہے پس ظاہر ہوا کہ صاحب کا ہی کے غار کے اس لفظ نے ثابت
کر دیا ہے صحابیت و معیت مطلقہ صاحب غار کو حاصل تھی اور اسلئے یہ الذین امنوا معہ کے مصداق نہیں ہوسکتے
اگر صاحب حزن میں ہوتے تو رسول اللہ کا محزون ہونا لازم آتا ہے حالانکہ آپ فقد نصرہ اللہ کے مطابق
منصور تھے اور منصور محزون نہیں ہوتا مگر اسی صورت میں کہ اسکو نصرت پر اعتماد نہ ہو وھو خلف اور اگر
رسول اللہ محزون تھے تو نصرت اس حزن کے بعد ہوئی جیسے آیت متی نصر اللہ الا ان قریب کا استنباط
ہوتا ہے حالانکہ فقد نصرہ اللہ پہلے ہے پس معلوم ہوا کہ محزون نہیں تھے اور اسوقت تو حزن بھی
حرام علامت جبن تھا کیونکہ نہی حرمت پر دلالت کرتی ہے جبتک کہ کوئی قرینہ صارفہ ہو پس اہل اللہ
فعل حرام میں کیسے صاحب نہیں ہوسکتے ان اللہ معنا میں معیت یا من حیث العلم والقدرۃ ہے سو
اس قسم کی معیت اللہ کفار کیساتھ بھی ثابت ہے جیسے کہ ارشاد ہے اللہ معکم حیث ما کنتم (جہاں کہیں
تم ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے) ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنی من
ذالک ولا اکثر الا ھو معھم این ما کانوا (نہیں ہوتی کانا پھوسی تین کی مگر اللہ انکا چوتھا ہے اور نہ
پانچ کی مگر اللہ انکا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ مگر اللہ ان کے ساتھ ہے جہاں ہوں) ثلثۃ
اور خمسۃ قابل غور ہیں ثلثۃ سے آپکے خلفاء ثلاثہ اور خمسۃ سے خمسۂ نجباء مقصود ہوسکتے ہیں۔ تدبر اور یا
معیت من حیث التائید والنصرت ہے اور یہ اس آیت سے صرف رسول اللہ کیلئے ثابت ہے جیسے کہ
فرماتا ہے الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ (اگر تم رسول کی مدد نہ کروگے تو اللہ نے اسکی مدد کی ہی) چونکہ
اس آیت میں منصور صرف رسول اللہ ہیں اسلئے رسول ہی کے کلام ان اللہ معنا میں صرف رسول کی ذات
مراد ہے اب اگر جمع کے صیغہ سے حیران ہو گئے ہو تو قرآن کو پڑھئے آپکو معلوم ہوگا واحد کیلئے صیغہ
جمع آیا ہے (انا کفیناک المستھزئین میں اللہ فرماتا ہے ہم ٹھٹھا کرنے والوں کیلئے کافی ہیں) خدا واحد ہے
لیکن اسنے اپنے لئے صیغہ جمع لایا ہے مفصل بحث کیلئے ... دیکھو ایسے ہی رسول بھی چونکہ مظہر
اتم خدا ہے اسنے بھی اپنے لئے صیغہ جمع کہا ہے اس سے یہ ثابت کرنا کہ جمیع عالم کو دونوں کی معیت کا

وقت اضطراری کیحالت ہوجاتی ہے چونکہ وہ رذائل دنیا سے ملوث ہوتے ہیں ایسی وحالت نہیں چونکہ یہ
نکار فرمائے ہیں پہلے اس حد آپکا مقام اطمینان ثابت تھا اب کیوں ہو منصور خدا ہیں اور اس معنا سے اپنا
منصور ہونا ثابت کیا اور اگر یار غار ہی مقصود ہوتے تو مواد معی فرماتے کیونکہ جو نصرت و معیت رسول
کو بوجہ اصل ہونیکے ہر وہ امت میں سے کسیکو نہیں ہو سکتی ہاں صرف نبی کیلئے جو نفس رسول ہے اور اسلئے
معنا سے رسول و علی علیہما السلام دونو بھی مقصود ہو سکتے ہیں واللہ اعلم اسکے بعد فرماتے ہیں کہ اس آیت سے
معیت الٰہی تو صاحب الغار کیساتھ ثابت ہو گئی صاحب انکار کہتے ہیں آپنے اپنے پہلے قول (صاحب کا ہے
ہیں لاتحزن میں) کو خود ہی باطل کر دیا معیت مطلوبہ اسوقت حاصل ہوتی اگر بلیٰ من اسلم وجہہ للہ
وھو محسن کے مطابق ابوبکر صاحب روتے بیٹھتے چونکہ ایسا کیا ہیں ثابت تھا کہ وہ محسن و متقی نہ تھے
اور نہ مورد رحمت الٰہی کیونکہ تمام ضمائر لفظ الّٰہ اخرجہ بصاحبہ ایدہ بجنود میں رسول کیطرف راجع
ہیں بس ایک بیچ کی ضمیر ابوبکر کیطرف کیسے راجع ہو سکتی ہے یہ کہنا فصاحت و بلاغت قرآن کا انکار
کرنا ہے چونکہ نزول سکینہ صرف رسول پر ہوا ہے حالانکہ اسوقت آپکے ساتھ ایک کلمہ گو بھی تھا پس
ثابت ہوا کہ وہ کلمہ گو حقیقی مومن نہ تھا کیونکہ قرآن میں جہاں نزول سکینہ کا رسول پر ذکر ہے
وہاں مومنین کا بھی ساتھ ہی ذکر ہے جیسے کہ فرماتا ہے انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی
المومنین (رسول اور مومنین پر اللہ نے اپنا سکینہ نازل کیا) افسوس ہے کہ پہلے تو رسول
کی نصرت کا ذکر تھا اور بیچ میں بجملہ جناب سکینہ غیر پر نازل ہونیلے این چہ بوالعجبی است +

۱۵۔ آپنے کیا سنا ہے یہ زبان زد خاص و عام ہے اور کتب تواریخ علی سے اشجع ہونیکی گواہ
ہیں چنانچہ خواجہ کمال الدین صاحب لیڈر احمدی نے گذشتہ بارہ وفات کے جلسہ میں احمدیہ
بلڈنگ لاہور میں جناب اسد اللہ کی شجاعت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے نام میں یہ تاثیر
ہے کہ شجاعت پیدا ہو جاتی ہے حضرت علی کی شجاعت کا تو یہ حال ہے اور ضرور ہے کہ انسان
اکمل اشجع نبی ہو لیکن آپکے تلاش کا چین مشہور ہے +

اگر آپنے علم اخلاق کا مطالعہ کیا ہوتا تو آپکو شجاعت کی قدر و منزلت معلوم ہوتی۔
حنفی صاحب، صفت شجاعت ہی تمام اخلاق حمیدہ کی اصل ہے کیونکہ تمام اوصاف ستودہ دفینہ
شقاوت نبی صادق کی تصدیق سے وابستہ ہیں اور نبی صادق کی تصدیق شجاعت پر موقوف
ہے کیونکہ جبتک کہ نبی شجاع الغلب ہو وہ تمام دنیا کے برخلاف ایک اکیلے مدعی صادق نبوت کی
تصدیق نہیں ہو سکتا حضرت اسد اللہ الغالب چونکہ سب سے اشجع تھے اسلئے سب سے پہلے آپنے ہی

منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلو (نہیں برابر ہیں تم سے وہ جنھوں نے فتح سے پہلے انفاق اور قتال کیا اور وہ جنھوں نے بعد میں کیا اول الذکر زیادہ درجہ والے ہیں) اس آیت میں تو انفاق اور قتال دونو کا ذکر ہے نہ صرف انفاق کا اس سے ثابت ہوا کہ اقسام فضیلت سے ایک قسم کی فضیلت بباعث تقدیم زمان بھی حاصل ہوتی ہے اور یہ تقدم زمانی حضرت علی کو ہی حاصل ہے سب سے پہلے آپ نے ہی انفاق فی سبیل اللہ کیا ہے شعب میں مدت تک رسول اللہ و دیگر محصورین کو اپنی کمائی سے کفالت کرتے رہے اور قتال میں بھی تقدم آپکو ہی حاصل ہے پس اس قسم میں بھی آپ ہی افضل ہیں جنگ تبوک تو فتح مکہ کے بعد ہوئی ہے۔ بالفرض اسمیں اگر کسی شیخ نے شیوخ ثلاثہ سے کچھ دیا بھی ہو تو بموجب آیت بالا وہ علی سے افضل نہیں ہو سکتے اور سورۂ توبہ میں تو انکے انفاق کی قلعی کھولدی ہے قل انفقوا طوعا او کرھا لن یتقبل منکم انکم کنتم قوما فاسقین (کہدی انکو کہ خواہ خوشی سے انفاق کرو خواہ ناراضی سے اللہ تم سے قبول نہ کریگا کیونکہ تم پہلے ہی سے فاسق ہو) جناب امیر کا انفاق ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون وغیرہ سے ثابت ہے سائل اور فقیر بھی جب کبھی بھیک مانگنے آتے ہیں تو آپ ہی کا نام لیتے ہیں کیونکہ حضور انجی الناس تھے ہی آپکے سخی ہونیپر دلالت کرتا ہے اگر ثلثہ میں سے بھی کوئی سخی ہوتا تو اسکا بھی کوئی نام لیتا

یہانتک افضلیت ثلاثہ کی تردید تھی جسمیں افضلیت حضرت علی کا بھی ثبوت دیا گیا ہے لیکن اب ہم ان امور کا جواب دیتے ہیں جو مخاطب ممقامہ نے فضیلت علی کی تردید میں لکھے ہیں اور یہ دس ہیں نمبرات نمبر ۹ تک اور نمبر ۱۹

نمبر ا۔ طرفین کی رد و قدح سے کیا کوئی حدیث یا فضیلت پایۂ اعتبار سے ساقط ہو سکتی ہے رد لیکہ رد و قدح ایک فریق نے کی ہو اور دوسرے نے سیطرح جو آیات و احادیث آپ فات مسیح اور مرزا صاحب کے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں آپکا مخالف آپ ہی کے استدلال کی بنا پر کہہ سکتا ہے کہ بوجہ رد و قدح طرفین پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں یا جو بشارات رسول اکرم کے بائبل میں ہیں آپ بھی بربنا آپکے استدلال کے انہیں بھی پایۂ اعتبار سے ساقط کہدینگے ہاں صاحب! ایک مسئلہ پر زیادہ بحث ہونیسے وہ مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے اسی طرح مثلاً امامت و خلافت بھی اب بالکل صاف ہو گیا ہے جو احادیث اسکے ثبوت میں شیعوں کی طرف سے پیش ہوتی تھیں مخالفین کے نہیں سے اکثر کو ضعیف کہنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ صاحب عبقات الانوار نے کتب اہل سنت سے انکا صحیح و متواتر ہونا ثابت کر دیا اور اب النشر قیامت تک کسی کو مجال دم زدن نہیں

اور خدا کے کلام نے انکی تردید نہیں کی بلکہ تصدیق۔ جیسے کہ علی کا سورۂ برأت کو پہنچانا اسپر شاہد ہے آپکا فرمانا کہ اگر کسی روایت میں حضرت علی کے بلافصل خلیفہ ہونیکا ذکر ہو اور ہو اسکے خلاف تو سمجھ آگئی۔ کہ یہ قول رسول تھا ہی نہیں بالکل اُسکے مشابہ ہے جو کہے کہ نبی کریم کی پیشگوئی تھی کہ میری عورتوں نے مجھ سے سب سے پہلے لمبے ہاتھوں والی ملیگی اور ہوا اسکے خلاف کہ حضرت زینب کا حضور کے بعد سب سے پہلے انتقال ہوا حالانکہ وہ لمبے ہاتھوں والی نہ تھیں کہنے والا کہے کہ سمجھ آگئی کہ یہ قول رسول تھا ہی نہیں جنابعالی! علی ابن ابیطالب بلافصل خلیفہ تھے اور حقیقی و معنوی بلافصل تھے یہ منصب آپسے نہیں چھینا اور نہ مطابق آیہ لامبدل لکلماتہ اسکو کوئی چھین سکتا ہے صرف حکومت ظاہری غصب ہوئی رسول اللہ نے یہ تو نہیں فرمایا تھا کہ علی میرا خلیفہ بلافصل حکومت ظاہری میں ہوگا میں کہتا ہوں اسمیں بھی تھا کسیلئے نہ ماننے سے یہ منصب آپسے ہٹ نہیں سکتا مثلاً اللہ احکم الحاکمین ہے حالانکہ مدت تک فرعون وہامان و جنودہما حکومت کرتے تو کیا اس سے اللہ کا احکم الحاکمین ہونا باطل ہو جاویگا۔

ہائے افسوس آپنے شان رسالت اور اس منصب کی حقیقت کبھی نہیں پہچانا اسلئے آپکے منہ سے یہ کلمہ نکلگیا کہ بعض باتیں ایسی ہیں جو رسول اللہ نے صرف رشتہ کے نکتۂ خیال سے اہل بیت کو کہی ہیں اور اسیلئے آپ ہر ایک نبوت کی تصدیق کر لیتے ہیں خواہ وہ کیسا ذہب ہی ہو اب ہم آپکے ہی ہم مذہب کی کتاب عصمت الانبیاء سے رسول اللہ و دیگر انبیاء کے اقوال و افعال کی شان دکھلاتے ہیں کتاب مذکور کے صفحہ ۴۳ و ۴۵ میں لکھا ہے کہ قرآن مجید میں بکثرت ایسی آیات موجود ہیں جن سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی اپنی ہستی کچھ نہیں ہوتی بلکہ وہ اس طرح بکلی خدا تعالیٰ کے تصرف میں ہوتے ہیں جسطرح ایک کل انسان کے تصرف میں ہوتی ہے رسول اللہ صلعم کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔ ترجمہ کہدے کہ میری ہستی حالت ہے کہ میری ہستی پر موت وارد ہو چکی ہے اور نہ میری عبادت اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا خدا کیلئے ہے کسی مادی و طبعی کے اللہ تعالیٰ کیلئے ہی جو تمام جہان کا پروردگار ہے یہ آیت قطعی ثبوت اس امر کا ہے کہ انبیاء نہیں ہوتے بیشک خدا انکو نہ بناتے۔ اُنکے اقوال و افعال کسی کی مرضی کے مطابق نہیں ہیں بلکہ وہ تمام اسی کیطرف سے ہوتے ہیں مثلاً ہمارے نبی کریم کی نسبت قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو تیر تم نے پھینکا اور رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی جو کام تم نے کیا وہ تو تم نے نہیں کیا بلکہ خدا نے کیا اور پھر کہتا ہے وما ینطق عن الہویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ یعنی یہ نبی اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا بلکہ وہی بات بولتا ہے جو اسکو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی حکم دیتا

ہے"۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ نے علی کے حق میں جو کچھ کہا وہ رشتہ کے نکتۂ خیال سے
نہیں کہا بلکہ اللہ کے حکم سے کہا۔ اور کبھی آپنے سنا بھی ہے کہ کسی خسر نے اپنے داماد کو یہ کہا ہو کہ تیرا
گوشت و خون و پوست و استخوان میرا گوشت و پوست ہے یا کبھی دیکھا ہے کہ کوئی اپنے داماد کو انت منی
وانا منک کہے اگر پہلا جملہ رشتہ کے نکتۂ خیال سے ہوتا تو حضور فرماتے لحمک و دمی و دمک میرا گوشت تیرا
گوشت ہے کیونکہ فاطمہ رسول کا گوشت تھیں اور بوجہ نکاح کے حضرت علی کی بن گئیں اسطرح فرماتے
میرا خون تیرا خون ہے حالانکہ فرمایا لحمک لحمی و دمک دمی تیرا گوشت میرا گوشت ہے تیرا خون میرا خون ہے
پس ثابت ہوا کہ یہ کلام رشتہ کے نکتۂ خیال سے نہ تھا بلکہ ایک اور خیال سے اور وہ یہ ہے کہ جیسے لوہے کو آگ
میں ڈالتے ہیں تو لوہا سرخ بمنزل آگ کے ہو جاتا ہے اور جو صفات آگ میں ہوتے ہیں اخذ کر لیتا ہے اور اسی کا
صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ میں بھی اشارہ ہے یہاں تک کہ اگر لوہا مدت تک آگ میں رہے تو
بالکل مشابہ آتش بنجاتا ہے اور اپنی ہیئت کو چھوڑ کر بالکل آگ کی صورت ہو جاتا ہے اسطرح حضرت
علی کرم اللہ وجہہ بکثرت ملازمت رسول اور اتحاد نور کی وجہ سے لوہے کیطرح اپنی ہستی پر بالکل موت وارد کر کے
یہانتک فنا فی الرسول ہوئے کہ رسول کے رنگ کو اختیار کر لیا نہ صرف رنگ کو بلکہ رسول کے فرمانے کے
مطابق اس کی ہر شے رسول ہی کی ہو گئی اسکے بیٹوں کو رسول نے ابنا ئنا کہا اسکے لحم کو لحمی اسکے
خون کو دمی اسکے استخوان کو عظمی اسکی حرب کو حربی سلم کو سلمی اسکے ذکر کو ذکری اسکی حب کو حبی اسکے
بغض کو بغضی اسکے نفس کو انفسنا اسکے نور کو نوری یہ ہے کہ جیسا لوہا آگ کی وقت میں کشتہ بنجاتا ہے
پہلے قاتل تھا پھر قاتل امراض بنجاتا ہے اسیطرح علی کشتۂ عشق رسول ہو کر قاتل امراض کفر و نفاق
ہو گئے یہ ذکر تو قشر دین کیلئے ہے لیکن اگر حدیث نور کو دیکھیں اور نبی و علی کے اتحاد نور کو
دیکھیں تو لحمک لحمی بالکل واضح ہو جاتا ہے سبحانہ ما اعظم شانہ مجھے آپکے اقوال متضادہ
مختلفہ سے بڑا تعجب آتا ہے پہلے آپنے لکھا ہے فلا انساب بینہم رشتہ کا کوئی لحاظ نہیں اور
بیان رشتۂ دامادی کا یہ ذکر۔ اگر محض دامادی کے لحاظ سے یہ کہا تھا تو حضرت عثمان جو
آپکے نزدیک داماد رسول تھے انکو بھی یہ کیوں نہ کہا مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہوا کہ جو نسبت جناب
امیر کو رسول سے تھی وہ اور کسیکو نہ تھی ۔

۳۔ آپ میں اور ہم میں یہ فرق ہے کہ آپ رسول کے قول کو سرسری نظر سے دیکھتے ہیں اور ہم نظر تعمق
ڈالکر اس سے در آبدار نکالتے ہیں انت منی و انا منک کوئی معمولی بات نہیں بڑا بھاری مرتبہ ہے
رشتۂ دامادی کو اس سے کیا تعلق انت منی کی تشریح ہم پہلے صفحہ ۴۲ میں کر آئے ہیں اب سنیئے

انت منی وانا منک پر غور کرتے ہیں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بزرگ صحابہ مثل حضرت سلمان
وابوذر وغیرہ کو بھی حضرت نے انتم منا اہل البیت (تم ہم اہل بیت سے ہو) فرمایا لیکن انا منک
کسیکو نہیں کہا یہ یا حضرت علی بن ابیطالب علیہما السلام کو کہا ہے اور یا حضرت سید الشہداء کو حسین
منی وانا من الحسین (حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں) فرمایا ہے حسین و علی کا تو رسول
سے ہونا ظاہر ہے لیکن رسول اللہ ان کیسے ہوئے قرآن ہی اس بات کا بھی جواب دیتا ہے حضرت
رسول حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہیں اور حضرت اسماعیل کے ذبح کا حکم ہوا تھا مطابق انی
اری فی المنام انی اذبحک لیکن بوجہ ذبح عظیم حضرت اسماعیل کا فدیہ دیا گیا جیسے کہ آیہ وفدیناہ
بذبح عظیم سے ظاہر ہے رب نے ذبح میں سبب یہی اور ذبح عظیم سید الشہداء تھے پس اگر اسکی
وجہ سے فدیہ اسماعیل نہ آتا تو اسماعیل براہ خدا میں ذبح ہوجاتے اور رسول اللہ نہ پیدا ہوتے پس حضرت
حسین ع اسماعیل کے زندہ رہنے اور رسول اللہ کے وجود میں آنیکے باعث ہیں اسی لئے رسول
نے انا من الحسین فرمایا ہے اور حسین کے وجود میں آنیکے باعث حضرت علی ہیں اسی لئے رسول
نے انکو بھی انا منک فرمایا ہے پس جو باعث اس فیض رسالت پناہی کے ہوتے ہیں وہ لامحالہ
تمام امت سے افضل ہیں اور معنوی طور پر یہ مطلب ہے کہ تمہارا ظہور مجھ سے ہوا ہے تمہیں شرف
مجھ سے ملا ہے اور میرا ظہور تم سے ہوگا یہ حضرات مختص کر لئے گئے ظہور رسول کیلئے اور بقیۃ ظہور
دین کیلئے پس معلوم ہوا کہ رسول و دین رسول کے ظہور کا منصب انہی کو حاصل ہے حضرت علی کیلئے
یہ کلام اسلئے فرمایا کہ وہ خود مظہر رسول ہیں اور پھر ابو الائمۃ المظہرین الرسول اور حسین کے
حق میں اسلئے کہ وہ خود مظہر دین اور انکی نسل میں قیامت تک امامت و ہدایت ہے اور اسلئے
ضرور ہے کہ مظہر اتم رسول و دین رسول یعنی حضرت حجۃ اللہ الاکبر مہدی موعود امام مسعود علیہ
الاف التحیۃ والسلام بھی انہی کی ذریت سے ہوں تاہم جب تک نہیں حسین سے افضل ہوں
ھو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ الکافرون
(اللہ وہ ہے جسنے رسول اپنے کو ہدایت اور دین حق کیساتھ بھیجا تاکہ اسکو غالب کردے تمام دینوں پر
اگرچہ کافر دل کو برا لگے) غرضیکہ دین حق کب تمام دینوں پر غالب ہوا ہے کیا رسول اللہ
کیوقت جبکہ تمام دنیا میں دعوت بھی آمل الصدر پہ نہیں ہوئی تھی آپکا مہدی مر بھی گیا
ہو لیکن دین حق تمام ادیان پر ظاہر غالب نہیں ہوا کیونکہ اس وعدہ کو پورا کرنیوالا ابھی آنیوالا ہے اللھم عجل فرجہ
۴ رسول مقبول کے حضرات حسنین علیہما السلام کو کندھوں پر اٹھانے کی ایک وقت میں بیٹے

بیان کر آیا ہوں سنیئے ہر رسول دنیا میں امانتِ خدا ہوتا ہے جیسے کہ لا تخونوا اللّٰہ ورسولہ
(اللہ اور اسکے رسول کی خیانت نہ کرو) سے ظاہر ہے۔ پس جیسے رسول امانت خدا ہے ویسے
ہی آپکے اوصیاء بھی امانت دار ہونے چاہئیں اسی طرح خاتم الانبیاء جو کہ امین تھے خود
امانت خدا بھی تھے اور آپکے بعد امانت خدا آپکے اوصیاء اہل البیت ہیں اور اسی لئے
رسول اپنے بعد انکو امت میں چھوڑ گیا ہے جیسے کہ حدیث متفقہ میں فرماتے ہیں انی تارک
فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ وعترتی اہل بیتی (میں تم میں دو بھاری چیزیں امانت
چھوڑ جاتا ہوں کتاب اللہ اور میری عترت اہلبیت) رسول اللہ کا علی و حسنینؑ کو
کندہوں پر اٹھاکر یہ دکھلانا مقصود تھا کہ دیکھو میں امانت ہوں اور میں نے ان امانتوں کو کیسے
اٹھایا ہے ایسے ہی تم بھی کرنا کہیں حمل امانت (خیانت) کہ کرنا جیسے کہ خدا فرماتا ہے انا عرضنا الامانۃ علی
السماوات والارض والجبال فابین ان یحملنہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا لیعذب
المنافقین والمنافقات والمشرکین والمشرکات (ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور
پہاڑوں پر عرض کیا لیکن انہوں نے اسمیں خیانت کرنے سے انکار کیا لیکن ایک انسان معہود نے اسکی
خیانت کی کیونکہ وہ ظالم و جاہل تھا تاکہ اللہ عذاب کرے منافق مردوں اور منافق عورتوں
اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو اور توبہ قبول کرے مومن مردوں اور مومن عورتوں کی
اور خدا آمرزندہ و مہربان ہی ہے پہلے بیان کیا کہ رسالت بھی امانت ہے اور امامت بھی امانت رسالت
میں مشرکوں مشرکات نے خیانت کی اور امانتِ امامت میں منافقین و منافقات نے اور اسی
لئے اس آیت میں خدا نے ہر دو گروہ خائنین کے عذاب کا ذکر کیا ہے رسول کے کندھوں پر
چڑھنے کا ذکر یا تو علی کا زیادہ مشہور ہے اور یا حسین کا۔ اور قرآن میں ان ہر دو امانات کے
خائنین کا الگ الگ ذکر ہے حضرت علی کے خائن کا فحملہا الانسان میں اور سید الشہداء کے
خائن کا والعصر ان الانسان لفی خسر میں۔ العاقل تکفیہ الاشارۃ فتفکروا یا اولوا الالباب
دوسری وجہ یہ ہے کہ کندھوں پر اٹھانے سے حضور نے یہ ظاہر کرنا تھا کہ جس درخت کی قرآن
پاک میں کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء (کلمہ پاک اس پاک درخت کی طرح ہے
جسکی جڑ زمین میں قائم ہو اور شاخ آسمان میں ہو) سے تعریف کی ہے وہ درخت میں ہوں اور
اسکی جڑ میں ہوں اور چونکہ جو درخت بے شاخ و بے ثمر ہو وہ ابتر ہوتا ہے میں ابتر نہیں
مطابق قول خدا ان شانئک ہو الابتر (میرا دشمن ابتر ہے) میں تو جڑ ہوں اور علی و حسنین

میری فرع ہیں اس جڑ کا ظہور شاخوں سے ہی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ علی و حسنین رسول اللہ سے تو افضل نہیں کیونکہ فرع اصل سے افضل نہیں ہوتی ہاں تمام صحابہ کے سردار ہیں۔

۵۔۔اسی طرز پر سمجھ لیجئے سورہ براءت کے سنانے کیلئے خاص حضرت علی مرتضٰے کا بھیجنا کیونکہ تبلیغ آیات کا کام صیغۂ رسالت کے متعلق ہے اور رسالت کو یا رسول پہنچاتا ہے یا اسکا وصی حضرت ابوبکر کو پہلے بھیجکر پھر اس منصب سے معزول کر کے یہ دکھلایا کہ یہ لائق تبلیغ نہیں اس بیچارے کی بھی عجیب قسمت تھی دو تین مقامات پر رسول نے اسے امیر بنایا لیکن سب میں یہ فیل ہی ہوا ایکدفعہ سریہ وادی الرمل میں اسے امیر لشکر بنایا وہاں بھی منہ کی کھائی پھر جنگ خیبر میں ایک دستہ کی کمانڈ میں خیبر کو سر کرنے کیلئے بھیجا گیا وہاں بھی ہزیمت نے اپنا منہ دکھایا پھر تبلیغ سورہ براءت پر مامور ہوا خدا نے فوراً ہی معزول کر دیا پھر اخیر وقت لوگوں نے انہیں امام نماز بنایا رسول فوراً ہی ان انکر الاصوات لصوت الحمیر کو سنکر حالت بیماری میں ہی عباس و علی پر ہاتھ رکھے ہوئے مسجد میں آئے اور اسکو امامت سے معزول کر کے خود نماز پڑھائی ان واقعات نے ثابت کر دیا کہ جو حیات رسول میں اس درجہ فائدے کے قابل نہ سمجھا گیا وہ بعد از ممات کیسے ہو سکتا ہے اگر یہ رسول کے بعد ہی حقیقی ہوتے تو اس منصب تبلیغ براءت سے معزول ہو کر رسول کے پاس آکر جزع و فزع نہ کرتے اگر یہ وصی ہوتے تو رسول اللہ انہیں یہ کہہ کر ضرور تسلی دیتے کہ یہ تبلیغ معمولی بات ہے اسلئے ہمارے گھر کا خادم علی ہی اسے کریگا تم تو لاٹ صاحب ہو لیکن کسی حدیث اہل سنت میں بھی اسکا تذکرہ نہیں پھر خواہ مخواہ کیوں بے پر کی اڑاتے ہو! اس واقعہ سے تو حضرت علی عم کا وائیسرائے ہونا ثابت ہوتا ہے وائیسرائے انگریزی زبان کا لفظ ہے جو مرکب ہے وائس اور رائے سے ان دونوں الفاظ کے معنے لنڈنس انگلش ڈکشنری میں یہ لکھے ہیں صفحہ ۱۱۵۶ وائس کے معنے کسیکی جگہ کسی کے بدلے پھر لکھتا ہے کہ جس لفظ کے پہلے یہ لفظ آئے تو ظاہر کرتا ہے کہ جسکے حق میں یہ بولا جائے وہ شخص رتبہ میں دوسرا ہے اس شخص سے جسکی جگہ یہ ہے مثلاً جب وائس اڈمرل کہا جائے تو یہ مطلب ہے کہ یہ شخص امیر البحر سے رتبہ میں ثانی ہے ہماری اصطلاح میں جسے خلیفہ بلافصل کہتے ہیں رائے لاطینی زبان کا لفظ ہے جسکے معنے ہیں بادشاہ پس وائیسرائے کے یہ معنے لکھے ہیں۔ "وہ جو بادشاہ کے نام میں شاہی اختیار سے حکومت کرتا ہے" اور لفظی معنے ہیں اسکے بدلا عن الملک (بادشاہ کے بدل بادشاہ کیجگہ) اس واقعہ سے یہ رتبہ علی کیلئے ثابت ہے اور حدیث کے الفاظ بالکل اسپر ٹھیک آتے ہیں حدیث میں ہے کہ جبرئیل نے رسول اللہ کو کہا لا یبلغن ھذا

الّا انت او رجل منک (اس سورۃ کو کوئی نہ پہنچائے مگر تو یا جو تیری بدل ہو) منّی کا ترجمہ اسجگہ "بدل" کیا ہے اور اسکا ثبوت قرآن سے ہی دیتے ہیں خدا کفار کو فرماتا ہے ارضیتم بالحیوٰۃ الدنیا من الاٰخرۃ ای بدل الاٰخرۃ (آیا تم راضی ہو گئے حیوٰۃ دنیا پر بدلے آخرت کی) اسکی رُو سے منک کا ترجمہ بدلک ہے (تیری بدل تیری جگہ) اس سے ثابت ہوا کہ علی بدل نبی ہے اور نبی لائے یعنی بادشاہ دین ہے پس حضرت علی ع وائسرائے نبی ہے اور وائسرائے کو بادشاہ مقرر کرتا ہے ولایت سے وائسرائے بنا کر بھیجا جاتا ہے سوراج کیلئے بنگالی بہت کوشش کر رہے ہیں اور انکی بڑی تمنا ہے کہ یہ وائسرائے کو خود ہی مقرر کیا کریں اور انہیں سے ہی کوئی ہو لیکن ابھی تک گورنمنٹ نے اسے منظور نہیں کیا اسی طرح وائسرائے حقیقی نبی کا تقرر بھی فرض ہے من قبل اللہ والرسول ہو یہ نہیں کہ اجماع سے مقرر کیا جائے یہ شرف علی ابن ابی طالب کو ہی حاصل ہے کہ آپ اللہ و رسول کیطرف سے وائسرائے نبی مقرر ہوئے ہیں اور ثلاثہ اجماع کے جیسے سوراج کے حامی آجکل گورنمنٹ کی نگاہ میں باغی اور سازش کرنیوالے خیال کیئے جاتے ہیں ایسے ہی ثلاثہ کی سوراج کے حامی بھی عنداللہ و عندالرسول باغی ہیں +

آپ کی پیش کردہ مثال بالکل خلاف مطلوب ہے کما لا یخفیٰ علی ارباب البصائر +

۶- مباہلہ کا واقعہ بھی بہت ہی عجیب الشان ہے اگر آپ آیۂ مباہلہ کو لکھ کر دلائل شیعہ کا جواب دیتے تو ہم بھی کچھ کہتے لیکن دعوے بلا دلیل قابل سماعت نہیں ہاں میں اتنا کہے بغیر نہ رہونگا کہ اگر قرآن میں آیہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولاکن رسول اللہ و خاتم النبیّن (محمد تم سے کسیکا باپ نہیں لیکن اللہ کا رسول اور خاتم النبیّن ہے) نہوتی تو آیہ مباہلہ سے مباہلین اسلام پنجتن پاک کے کسی فرد میں کوئی فرق نہ ہوتا سب ہم رتبہ محمد مصطفےٰ ہوتے بالفاظ دیگر خاتم الانبیا ہونا ثابت ہوتا جیسے کہ حدیث سے ظاہر ہے ان بزرگوار کی شان میں رسول اللہ نے خود فرمایا لو علم اللہ تعم عباداً اکرم من علی و فاطمہ و حسن و حسین لا مرنی ان اباھل بہم ولاکن امرنی ان اباھل بہ ھؤلاء الاربعہ فغلبت بہم الیہود والنصاریٰ - مودۃ القربیٰ (حضور انور نے فرمایا کہ اگر اللہ تعم روئے زمین پر علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام سے کسیکو افضل جانتا تو مجھے انکو ساتھ لیجانے اور مباہلہ کرنیکا حکم دیتا لیکن مجھے حکم دیا کہ ان چاروں کو لیکر مباہلہ کروں پس میں یہود و نصاریٰ پر غالب ہوا) اس حدیث سے انکی افضلیت ثابت ہوتی ہے اور حضرت علی کا تو آیۂ مباہلہ کے بہت ہی بلند مرتبہ

ثابت ہوتا ہے انکو خدا نے نفس نبی کہا ہے +

۷۔ اس واقعہ سے خلافت پر ثبوت مفصلاً نمبر ۱۹ میں بیان ہوگا لیکن یہاں صرف دو سوال ہیں اول یہ کہ اس چھوٹے سے جنگ کے لئے خلیفہ چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ جنگ بدر وخیبر جیسی بڑا یومیمین خلیفہ نہیں چھوڑا اور حضرت علی کو ہر جنگ میں لیجاتے تھی امین کیوں نہ بیگئے دوسرے یہ کہ رسول کے تو ننھے بچے تھے جنہیں علی کا رہنا زیادہ الب تھا اور یا بہ حیثیت داماد نبی کی عورتیں علی کی محرم تہیں یا نہیں آپ ضرور کہیں گے کہ نہیں پھر علی کا چھوڑنا لا حاصل ان دونو سوالوں کے جواب اصل واقعہ کی اہمیت کو ظاہر کرینگے

۸۔ تو آشنائے حقیقت نہ خطا این جا است ۔ نبی کی کسی بات کو معمولی نہ سمجھو نبی کی خلقت ہی اعلے شان رکھتی ہے وہ پیدا ہونے ہی مورد برکات الٰہیہ ہوتا ہے جیسے کہ خدا کا ایک برگزیدہ نبی علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام کا قول قرآن میں ہے والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا۔ یعنی مجھ پر سلام جس دن میں پیدا ہوا جس دن مرونگا اور پھر جس دن زندہ بھی اٹھونگا ان کی موت کی آنکا قبض روح بھی اعلے شان کا خود خدا قابض ہوتا ہے ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ (واپس جا اپنی رب کیطرف راضیۃ مرضیۃ) اسی طرح ان کی تغسیل وتجہیز وتکفین بھی منظور الٰہیہ کے ہی ہاتھ سے ہوتی ہے اس لئے ہمارے پیغمبر کیلئے جیسے کہ ہمیشہ ہوتا چلا آیا ہے ایک وصی مطلق اس الٰہی کام کے کرنے کیلئے درگاہ الٰہی سے منتخب کیا گیا ہے یہ بھی ایک دلیل ہے آپکے استحقاق خلافت نبوی پر اور اسی سے حضرات شیوخ ثلاثہ کی دنیا طلبی بھی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اگر وہ رسول اللہ کے سچے خادم اور حقیقی دوست ہوتے تو رسول کی میت سے جہاں انکی آنکھیں تنزہ و تار ہو جاتا انکو کچھ نہ سوجھتا جبتک اس امانت کو ملایتی سنہال کر دفنا نہیں دیتے مگر وہ نہایت جلد تمام آخری سپرد خاک نہ کراتے وہ کہتے کہ خلافت اسلام تو قائم رہیگا آؤ اپنے مولا کی آخری خدمت تو ادا کرلیں میں تو حکیم نور الدین صاحب کو خلفائے ثلاثہ سے اچھا سمجھتا ہوں جنکی بنجیدی مرزا صاحب کے مرنے پر ظاہر ہوگئی ہے انکے قول وفعل سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مرزا صاحب کی محبت میں فنا ہیں مرزا صاحب کی لاش کا پیچھا نہیں چھوڑا جبتک قادیان نہ پہنچایا اور پھر وہاں نماز پڑھ کر اپنی مرشد کے رنج سے کفن پھاڑ کر یہ کہتا کہ او یار تو تو مجھے بہت پیارا تھا اور پھر آبدیدہ ہو تا اپنے خلوص کو ظاہر کرتا تھا لیکن صاحب مجگہ تو معاملہ ہی برعکس تھا آخری خدمت کی فکر تو کیسا تو دنیا کا رونا سا فقتی مصطفے بے کفن بگزاشتہ در سقیفہ میں جا کیسے اور امیر شادا میر گنم

کی صدائیں آنے لگیں اگر اشاعت کی ہی فکر تہی تو ذرا صبر کر لیا ہوتا کیا ایسے مربی و محسن اسلام کی
آخری خدمت میں حصہ لینا اشاعت اسلام کے خلاف تہا کیا اشاعت اسلام سو ایسی ہی طرق ملتے ہیں
شخم سلیمانی ہمیں بست کہ انبیا داز مدعوائے گر بس امروز بود فردائے خیر جہل بہی کی زیادہ
فکر نہی تو اسکے لئے مسجد نبوی زیادہ موزوں تہی کیا وہ اجڑ گئی تہی کہ جہنڈو خانہ میں ایسے مبارک
کام کی تدابیر سوچنے گئے ہاں سمجھ میں آگئی وہ جہنڈو خانہ کی کوئی عجب ہی ہوگی آخر ہمارا بہی احمدیو نکو
بہی عین مرزا صاحب کے مرتے ہی اشاعت اسلام کی فکر ہوئی لیکن وہ کہیں دور نہیں گئے اسی
مکان میں جہاں انکا مرشد مرا تہا خلیفہ کا تقرر بہی کر لیا اسکے ہاتہہ پر بیعت بہی ہو گئی اور اہل
بیعت مرزا صاحب کا بہی مشورہ ہو گیا اور تجہیز و تکفین کا کام بہی ہوتا گیا ایسی ہی اگر خلافہ بہی
کرتے تو اپنر دنیا طلبی کا الزام نہ آتا لیکن انہوں نے تو سہ دن تک رسول کی نعش مبارک کی
خبر تک نہیں لی اہل بیت سے کچھ مشورہ نہ کیا پس یہی بات انکے دنیا طلب ہونیپر دلیل بین ہے
۱۹ اگرچہ اسقدر نصوص نبیہ و آیات صریحہ کے ہوتے کسی اور حدیث سے استدلال کی ضرورت نہ تہی مگر
چونکہ مخاطب مقام نے حدیث منزلت پر کچہہ خامہ فرسائی کی ہے اسلئے اسکی طرف بہی متوجہ ہوتے ہیں۔
آپکے پہلے سوال کا یہ جواب ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے بلافصل خلیفہ تہے بعد و قبل کا ذکر نہیں
مقصود مطلق خلافت ہے اور بیلا فعل ہارون کو ملی ایسے ہی خاتم الانبیاء کی خلافت بلافصل کے
مستحق بہی حضرت علی ہوئے۔ ہاں حضرت ہارون بوجہ موت حضرت موسیٰ کے بعد خلیفہ نہیں ہوئے
آپکے نکتہ و تشبیہ کے مطابق چاہئے تہا کہ حضرت علی ہی بعد از رسول بالکل خلیفہ نہ ہوتے حالانکہ
یہ غلط ہے پس آپکی وجہ تشبیہ ہی غلط ہوئی پہر آپکا یہ فرمانا کہ ممکن ہے کہ اگر ہارون زندہ رہتے
تو موسیٰ کے بعد خلیفہ بلافصل نہوتے معلوم نہیں یہ دعوے کس بنا پر مبنی ہے ہاتوا برہانکم ان
کنتم صادقین یہ امکان عقلی دلیل پر تو مبنی ہے نہیں ورنہ آپکو لابد دلیل عقلی لانا چاہئے تہی پس معلوم
ہوا کہ یہ ظنی ہے وحالانکہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا اور یہ دعوے بلا علم کے آپنے کیا ہے اور
خدا فرماتا ہے لا تقف ما لیس لک بہ علم (جس بات کا تمہیں علم نہ ہو اسپر مت ٹہرو) یہ دعوے آپکا باطل
غلط ہے اگر حضرت ہارون زندہ رہتے تو ضرور خلیفہ بلافصل ہوتے کیونکہ آپ موسیٰ کے امر میں
شریک تہے اگر ایک امیر مر جاوے تو دوسرا شریک جو وارث اصلی ہو اس مشترکہ کا نائب ہوتا ہے کیا آپکو
معلوم نہیں کہ حضرت اسمعٰیل امر میں شریک ابراہیم تہے (جیسے کہ بنائے کعبہ سے ظاہر ہے) اسلئے آپ
ہی خلیفہ اپنے باپ کے ہوئے سام بن نوح اپنے باپ کے خلیفہ شیث آدم کے خلیفہ ہوئے ایسے ہی

ص۔ اگر ہارون زندہ رہتے تو ضرور خلیفہ بلافصل ہوتے آپ ... دلیل ... اگر حضرت موسیٰ ... حضرت ...

ہے کہ یوشع سابق بنی اسرائیل خلیفہ بلافصل ہوئے یہاں علی سابق اسلام لباسِ نوشتی پہنکر بجائے
حضرت محمد ہوئے اور ان دو نوں بزرگوارونکی کئی وجہ سے مماثلت ہے آپنے تو کسی وجہ کا ذکر نہیں کیا
لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ یوشع کیساتھ موسیٰ کی ایک عورت نے جہاد کیا ویسے ہی یوشع محمدی
کیساتھ عائیشہ نے جنگ جمل کیا یوشع کیواسطے رجعت شمس ہوئی ایسے ہی علی کیلئے یوشع سابق
امت موسیٰ سے تھا علی سابق اسلام میں تہا اور تمام سابقین سے افضل ہے حضرت یوشع کی حکومت
بعد موسیٰ ۳۰ سال تک رہی ایسے خلافت حقیقی مرتضےٰ ۳۰ سال تک یوشع کو موسےٰ نے اپنی حیات
میں ہی قائممقام کیا ایسے ہی علی کو رسول اللہ نے حجۃ الوداع سے واپسی کیوقت غدیر خم میں
آپکی دوسری وجہ تشبیہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی غیبت میں آپکی قوم بگڑی ویسے ہی انتقال
رسول کے بعد مطابق افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (اگر رسول مرجائے یا قتل ہو تو
تم اپنی ایڑھیوں پر کفر کیطرف واپس لوٹ جاؤگے) مسلمان بگڑے بنی اسرائیل نے بقر
کے بچے کی پرستش شروع کی مسلمانوں نے ابو بکر کے باپ کی بقر کے بچہ کو سامری نے بنایا تھا
بکر کے باپ کو ثانی نے خلیفہ و معبود بنایا۔ موسےٰ کی امت کو ثالثہ نے گمراہ کیا یعنے گوسالہ
سامری نے قارون اور رسول کی امت کو بھی ثالثہ نے قارون غنی تھا حضرت ثالث بھی
غنی قارون حافظ توریت تھا ثالث جامع قرآن۔ قارون توراۃ کی تلاوت کیا کرتا تھا
ثالث قرآن کی۔ جب اسکو قتل کرنے آئے تو وہ تلاوت کرتا تھا۔ قارون کے حق میں خدا فرماتا
ہے فخسفنا بہ وبدارہ الارض فما کان لہ من فئۃ ینصرونہ من دون اللہ وما
کان من المنتصرین (یعنے قارون اور اسکے گہر کو زمین میں دھسا دیا پس کوئی گروہ تھا
جو اللہ کے عذاب سے اسے بچاتا اور اسکی مدد کرتا اور خود بھی عذاب خدا کو دور نہ کرسکا) ایسے
ہی ثالث کیلئے جب خدا نے عذاب بھیجا تو کوئی اس کی مدد نہ کرسکا اور نہ وہ اور نہ اسکی
زوجہ اسکو عذاب سے بچا سکی ہلاکت قارون کے بعد فرماتا ہے تلک الدار الاخرۃ نجعلہا
للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین اسکی تشریح ہم پہلے کرچکے
ہیں اسمیں ایک لطیف اشارہ ہے قارون اسلام اور علی کیطرف لفظ علو و متقین پر
غور کیجئے علی عالی تھا مگر خدا کے سامنے عاجز علی امام المتقین تھا پس آپ قارون کے
بعد خلیفہ رسول ہوئے ہاں صاحب موسیٰ کی عدم موجودگی میں قوم بگڑی ایسے ہی رسول
اللہ کی عدم موجودگی میں بنی اسرائیل باوجود بقر پرستی کے اپنے آپکو مومن کہتے تھے

جیسے کہ قل بئسما یامرکم بہ ایمانکم ان کنتم مومنین (کہدے کہ اگر تم مومن ہو تو تمہارا ایمان تمہیں برا حکم دیتا ہے) ایسے ہی بکبرپرست اپنے آپکو مومن کہتے ہیں۔ بقرپرستی کیوجہ سے موسیٰ اپنی قوم پر غضبناک ہوا ورجع الی قومہ غضبان اسفا ایسے ہی رسول اللہ بکرپرستوں پر غضبناک ہونگے جیسے کہ حدیث حوض سے ظاہر ہوتا ہے (انک لا تعلم ما احدثوا بعدک فاقول سحقا لمن غیر دینی) بقرپرستی کا کفارہ یہ ہوا کہ موحدین بقرپرستوں کو قتل کریں جیسے کہ فرماتا ہے یا قوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون (اے قوم تونے بقر کو پوجکر اپنے نفسوں پر ظلم کیا پس اللہ کیطرف جھکو اور اپنے نفسوں کو قتل کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو) ویسے ہی یہاں جاہد الکفار والمنافقین کو حکم ہوا کہ بکرپرستوں (منافقوں) کیساتھ جہاد کریں ایکطرف ثلاثہ کے طرفدار دوسری طرف علی۔ پھر فرماتے ہیں ایک اور وجہ شبہ بھی توجہ طلب ہے وہ یہ کہ موسیٰ نے ہارون کو وزیر کرکے مانگا الی آخر قولہ۔ ہاں صاحب! وزیر کرکے مانگا آیت محولہ سے یہ ثابت ہوا کہ ہارون موسیٰ کے اہل سے تھا اور وزیر بھی تھا اور جس شخص میں یہ دونو صفتیں ہوں وہ ضرور ہے کہ بادشاہ کے بعد اسکا جانشین اور بادشاہ ہو آپنے اہل سے تو نظر انداز کرکے مطلق وزارت سے مغالطہ دینا چاہا ہے لیکن الحق یعلوا ولا یعلی علی اہل رسول سے بھی تھا اور وزیر بھی اسلئے فرد تھا کہ بعد رسول وہی بادشاہ دین ہو لیکن حضرت یار دیگر اصحاب ہر دو صفات سے محروم ہیں وہ بادشاہی کے مستحق کیسے ہوں اب ہم ان آیات سے زیب قرطاس کرتے ہیں جو مماثل ہارون اور علی علیہما السلام پر مشتمل ہیں حضرت موسیٰ نے دعا کی رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیرا من اہلی ہارون اخی واشدد بہ ازری کی نسبحک کثیرا (اے میرے رب میرا سینہ کھول میرے کام کو آسان کر میری زبان کی گانٹھ کھول تاکہ میری بات سمجھیں اور میرے اہل سے ہارون کو میرا وزیر کر اور اس سے میری پیٹھ کو مضبوط کر تاکہ ہم تیری بہت زیادہ تسبیح کریں بتحقیق تو ہمیں دیکھنے والا ہے) اس قسم کے الفاظ ہمیں رسول اللہ صلعم کیلئے بھی قرآن میں ملتے ہیں لیکن فرق صرف یہ ہے کہ یہاں موسیٰ مانگتا ہے اور ہمارے رسول کو خود خدا عطا کرتا ہے ہاں بعض احادیث میں خود رسول اللہ کا یہ دعا کرنا اور بجائے ہارون کے علی کہنا بھی وارد ہے لیکن ہم یہاں صرف آیات قرآن ص

...ری نکتنا ہے کہ سورہ انشراح میں فرماتا ہے الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک الذی...

تو ثابت ہوا کہ خلافت ہارونی حیات موسیٰ کے لئے تھی کیونکہ ہارون نے حیاتِ موسیٰ
ہی میں وصال ربانی پایا تھا اور وضعنا عنک وزرک نے ثابت کیا کہ وزر رسالت کسی
دوسرے کو دیا کیونکہ اگر خدا اسے بالکل اٹھا لے تو استخفاف لازم آتا ہے اور لفظ وزیر بھی
یا ازر سے مشتق ہے یا وزر سے اور ان دونو مادوں کے لحاظ سے یہ لفظ حضرت علی کیلئے ہی
برجستہ ہے کیونکہ آپ حیات رسول میں پشت پناہ اور بعد آپکے وصال کے آپکے بوجھ
کو اٹھانیوالے تھے اب صرف آخری آیت کی نسبت کچھ عرض کرتا ہوں لفظ فراغ
اس کام پر مستعمل ہوتا ہے جسے انسان کرکے پھر نہ کرے اب یہ دیکھنا ہے کہ رسول کے لئے ایسا کونسا
کام تھا۔ نماز سے کبھی آپ فارغ نہیں ہوئے ذکر و عبادت آخری وقت تک کرتے رہے
جہاد کو مرض الموت تک فراغت نہوئی ایسی حالت میں تہیہ جیش اسامہ کیا علاوہ
بریں ہمیں قرآن بتلاتا ہے کہ نماز یومیہ کیلئے جو انسان ہمیشہ پڑھتا رہتا ہے لفظ
فراغ نہیں آیا بلکہ ایک جگہ فرماتا ہے فاذا قضیت الصلوٰۃ فاذا قضیتم الصلوٰۃ
(جب نماز ادا کرلو) ہمیشہ کے حجوں و قربانیوں کے لئے بھی فاذا قضیتم مناسککم (جب تم
رسوم حج کو ادا کرلو) پس وہ کونسا امر تھا جسکو حضرت نے آخری عہد میں کیا اور پھر
دوسری دفعہ کرنے تک زندہ نہ رہے عزیزو! وہ حجۃ الوداع آخری حج تھا جسکے بعد
حضرت نے اور حج نہیں کیا پس اس آیت میں فرغت سے فرغت من حجۃ الوداع
ہی مقصود ہے اس فراغت کے بعد اس وزر کو دوسرے کے سپرد کردینے کا حکم ہے اور اسکو
اپنے دست مبارک سے نصب کردینے کا سو آپنے حجۃ الوداع سے فراغت پاکر حضرت علی کے
سوا اور کسی کو امامت پر نصب نہیں کیا اور انہی کے حق میں خم غدیر میں فرمایا
من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ (جسکا میں سردار ہوں اسکا علی بھی سردار ہے)
ان تمام آیات کے ربط سے یہ نتیجہ نکلا کہ نصب علی کو کیا اور وضعنا عنک وزرک
اشارہ کرتا ہے کہ یہ وزر منصوب کو دیا گیا +

آپ فرماتے ہیں کہ خلافت تو ملی حضرت ابو بکر و عمر کو اور حضرت علی بدستور وزیر رہے
اس قول کی تردید ہم کرسکتے ہیں کہ چونکہ انتظام سلطنت وزیر کی اصابت رائے پر
ملتی ہے تو خلفاء کیوقت میں جو انتظام و امن رہا اور فتوحات پہ فتوحات ہوئیں
وہ سب حضرت علی کی ہی خداداد عقل و علم کا نتیجہ تھیں انہی سے آپ من علم [illegible]

ہم ازلی کہ جوہر [illegible] شود سبب خیر گر خدا خواہد [illegible]

وہاں نبی تشریعی مراد ہے اور حضرت علی انکے مسلمات کے موجب نبی تھے نبی تابع و مستقل
پہر نفی شرکت کیسی؟ اور اگر لا نبی سے مطلق نبی مراد لیں تو آپ ہی مدعی نبوت کا کذب ثابت
ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ لا نبی بعدی حمانلت ہارونی کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا ہے اس سے
نبی بمعنی نبی تشریعی مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ خود مشبہ حضرت ہارون نبی تشریعی نہیں تھا وہ
تابع تھا شریعت موسوی کا اور نہ مطلق درجہ نبوت کی نفی ہے کیونکہ یہ درجہ حضور کے
اوصیاء کو حاصل ہوا ہے لیکن دوسرے رنگ میں یعنے امامت میں پس لا نبی سے مراد یہ ہے
کہ میرے بعد میرا خلیفہ باسم نبی نہیں پکارا جائیگا بلکہ اسکو درگاہ احدیت سے اولو الامر و
امام کا خطاب ملیگا اسلئے اگر علیئے خود آئیں تو ہم ان کی اطاعت پر مجبور نہیں اور آپکے
مرزا صاحب نے بہی دعوی نبوت و رسالت کیا ہمیں انکا اتباع بھی لازم نہیں ہاں ہم
بموجب ارشاد ہدایت بنیاد اطیعوا الرسول و اولوا الامر منکم اولوالامر کی اطاعت پر مامور ہیں ؎
یہ صرف جنگ تبوک کا ہی ذکر نہیں بلکہ تتبع اخبار احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ
حضور نے دس موقعوں پر علی کو انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ فرمایا کما فی المودۃ القربیٰ
فی الصبیان والنساء کا کہاں ذکر ہے بخاری و مسلم میں تو کوئی ذکر نہیں بخاری کتاب المغازی
میں تو صرف اتنا لکھا ہے کہ ان رسول اللہ خرج الی تبوک فاستخلف علیا سے ہیں (یعنی
خلف رسول اللہ علی ابن ابی طالب فی غزوۃ تبوک رسول اللہ تبوک کو گئے تو
علی کو خلیفہ کر گئے) ہاں بعض طرق حدیث میں یہ وارد ہے کہ جب رسول اللہ انکو
چھوڑ گئے تو منافقین کہنے لگے کہ رسول اللہ کو اس کی صحبت بری معلوم ہوئی اسلئے
اسے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ گیا حضرت علی یہ معلوم کرکے فوراً رسول اللہ کے پیچھے
گئے اور عرض کی استخلفنی فی الصبیان والنساء منافقین ایسا ایسا کہتے ہیں کہ آپ
مجھے عورتوں اور بچوں میں خلیفہ کرتے ہیں آپنے فرمایا اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ
ہارون من موسیٰ (تو راضی نہیں کہ مجھ سے ایسا ہو جیسا ہارون تھا موسیٰ کا) اس فرمانے
سے حضور نے محض خلافت فی الصبیان والنساء کو باطل کر دیا کیونکہ مشبہ کی خلافت تمام
بنی اسرائیل پر تھی ایسے ہی مشبہ کی ریاست پر تمام پر چاہیے ؎
۲۰ - کما استخلف اسکو مانع نہیں کیونکہ حضرت علی ہی بلافصل خلیفہ تھے کہ امر یہ ضرور
نہیں کہ اقرب ہو کیونکہ اولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ آ چکا ہے اقرب و اہل ہو

اسلام میں امام اولاد علی سے ہی ہیں ۔ یہ ضرور نہیں کہ لوگ اسے تسلیم کریں کیونکہ من شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر خدا کا فرمان ہے اور رسول اللہ کو ارشاد ہے انک لا تہدی من احببت ولاکن اللہ یہدی من یشاء تو جسے چاہے منزل مقصود تک پہونچا نہیں سکتا لاکن اللہ ہدایت کرتا ہے جسے چاہتا ہے ۔ لوگ تسلیم کریں یا نہ کریں کیا یوشع کو سب نے تسلیم کر لیا تھا ؟ اور کیا آپکے مسیح کا الہام اسکے مخالف نہیں جو ازالہ کے ٹائیٹل پیج پر لکھا ہے "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا الخ" خلافت کے متعلق جو کام ہے وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے اور اسے ہمارا ہر امام کرتا رہا خواہ جان چھپا تا پھرا یا میدان میں رہا امام حسینؑ نے تلواروں کے سامنے اسے پورا کیا *

۱۲ ۔ اسکا مختصر جواب تو یہ ہے کہ آیا مسیح عم کی دوسری آمد (خواہ اصلی ہو یا بروزی) قرآن سے ثابت ہے یا احادیث سے اگر قرآن سے ہے تو اس میں مثیل کا کچھ ذکر نہیں اور جو آپ مرزا صاحب کے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اسکو تو مماثلت مسیح سے کوئی ربط نہیں ہیں ناظرین کی خاطر وہ آیت لکھتا ہوں و آخرین منہم لما یلحقوا بہم وھو العزیز الحکیم ۔ ترجمہ (تمام ماقبل کی آیات کا یہ ترجمہ ہے کہ اللہ وہ ہے جسنے امیون میں رسول بھیجا انہیں سے جو پڑھتا ہے انپر اسکی آیات اور انکو پاک کرتا ہے اور انکو کتاب وحکمت سکھاتا ہے اگرچہ وہ پہلے ظاہر پوشیدگی میں تھے اور آخرین میں انسے جو پہلو سے نہیں ملے اور وہ غالب حکمت والا ہے) اس آیت میں امیین سے یا ساکنین ام القریٰ مکہ مراد ہیں اعد یا آن پڑھ یا غیر اہل کتاب انمیں ہی ان کے ارسال رسول کا ذکر ہے مرزا صاحب کی بعثت نہ ام القریٰ میں ہوئی اور نہ ان پڑھوں میں کیونکہ ہندوستان میں لاکھوں لکھے پڑھے موجود ہیں اور نہ مرزا صاحب انتہیں یعنے نہ تھی ہیں نہ ان پڑھ ۔ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام جلد اول صفحہ ۱۹۰ میں اپنے آپکو امی لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں ؎ درجہالت ہمچو من امی کجا است ۔ در جہالت ہا مرا نشو و نما است * کرکے بودم مرا کردی بشر من عجب تر از مسیحے بے پدر ۔ لیکن واقعات کی رو سے انکا امی ہونا غلط ہے کیونکہ پیش از دعوے نبوت انہوں نے مولوی گل علیشاہ مرحوم بٹالوی سے تحصیل علم کیا پھر امی کیسے ؟ ہاں صاحب خود انہی کے الفاظ سے ثابت ہے کہ بیس برس تک تھے پھر انکو کلام اللہ سے کیا مماثلت ؟ اور جسکی جہالت میں نشو و نما

ہوئی ہو اس مسیح کا کیونکر مثیل ہو سکتا ہے جنکے پیدا ہوتے ہی

کے آخری مظہر کی بعثت ام القریٰ میں ہی ہونی چاہئے کیونکہ یہی مرکز اسلام ہے خدا رسول اللہ کے لئے فرماتا ہے لینذر ام القریٰ ومن حولہا (تاکہ یہ ڈراوے ام القریٰ اور اسکے حول کو) پس جبکہ محمد اوّل کی تبلیغ مکہ سے شروع ہوئی ہے ویسے ہی محمد آخر کی تبلیغ بھی اول مکہ سے شروع ہونا چاہئے - کیونکہ یہ حضرت محمد اولیٰ صلعم کی ہی بعثت بروزی ہوگی یاد رکھو کہ حضور انور روحی لہٗ الفداء نے فرمایا تھا خیر القرون قرنی (سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے کیونکہ اسمیں سب سے بہتر افضل البشر حضرت محمد عربی صلعم کا وجود تھا) اور پھر دوسری اور تیسری صدی کو بھی خیر القرون کہا کیونکہ انمیں لگاتار ائمہ علیہم السلام کا ظہور ہوتا رہا یہاں تک کہ آخری امام کی ولادت تیسری صدی کے نصف کے بعد ہوئی اسی لئے حضور نے ان قرون کو بھی خیر القرون کہا کیونکہ شرف المکان بالمکین جیسے مکان کا شرف مکین کیوجہ سے ہوتا ہے ویسے ہی زمان کا شرف صاحب زمان کیوجہ سے عام لوگونکی وجہ سے کوئی فخر نہیں ہوتا ہے۔ ولو یؤاخذ اللّٰہ الناس بظلم ما ترک علی وجہ الارض من دابۃ (اگر گناہونکی وجہ سے مواخذہ کرتا تو روئے زمین پر کسی چلنے والے کو نہ چھوڑتا) پس ضرور ہے کہ ہر وقت ایک نگہہ زمین و زمان عالم میں موجود رہے تاکہ لوگ فوری مواخذہ سے محفوظ رہیں اور اسی کیطرف حدیث میں اشارہ ہے اہل بیتی امان لاہل الارض (میری اہل بیت زمین کیلئے امان ہے) چونکہ ان قرونمیں حجج اللہ ظاہر ہے اسلئے انکو خیر القرون کہا گیا اسکے بعد فرمایا ثم یفشوا الکذب (پھر کذب فاش ہوگا) یہ غیبت کبریٰ کے بعد کا زمانہ ہے اب ایک نادان اور خدا کی سنت سے ناواقف کہہ سکتا تھا کہ حضور کی قوت قدسی معاذ اللہ ایسی کمزور تھی کہ تین صدیوں سے آگے مؤثر نہ ہوئی اسلئے اللہ تعالیٰ نے ایسکو باطن کے جواب کیلئے فرمایا وآخرین منہم لما یلحقوا بہم آپ کی قوت قدسیہ ایسی پرجوش اور نتیجہ خیز ہے کہ ہزاروں سال کے بعد بھی ویسا ہی تزکیہ کرسکتی ہے چنانچہ وآخرین منہم کا وعدہ فرمایا یعنے ایک اور قوم آخری زمانہ میں آنیوالی ہے جو بلا واسطہ نبی کریم سے فیوض و برکات حاصل کریگی اور ایک بار اور ہم اسی رسول کی بعثت بروزی کرینگے اور بعثت بھی اسی کے نام اور رنگ میں ہوگی اسکا نام بھی حضرت محمد انکا بھی آنکا رنگ آتشی قانون اور عصا (؟) یعنی پہلے شمشیر سے حکومت کرنا اور انکا بھی یہی راہ خدا میں جہاد کرنا ۴

۴ اس آیت سے ثابت ہوا کہ آخری مرکزی حضور الا[illegible] کا مثیل ہے بلکہ اسکا مظہر ہے ایکدوسری [illegible]

جس میں کچھ پہلی شریعت کی تنسیخ بھی ہے لیکن اسلام کا آخری خلیفہ کوئی ترمیم و تنسیخ احکام قرآن میں نہیں کریگا اور اگر ہم حضرت مسیح علیہ السلام کو ہی آخری خلیفہ مان لیں تب بھی ہمارا مقصود حاصل ہے کیونکہ یہودی ناصری الاصل ہمارے حضرت مہدی علیہم السلام میں کئی وجہ سے مماثلت ہے اول احوال ولادت میں مسیح کی ولادت میں اختلاف ہوا ایسے ہی مہدی کی ولادت میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے آپ پیدا ہو چکے ہیں کوئی کہتا ہے نہیں دوم مسیح نے مہد میں تکلم کیا ایسے ہی حضرت حجۃ نے سوم مسیح کے دشمن یہودی تھے حجۃ القدس کے اعدا بھی چہارم مسیح کو خدا نے خبر یہود کی محفوظ رکھا مہدی کو شرشرہ کے پنجم یسوع کو خدا نے نظروں سے غائب کر دیا یعنے آسمان پر اٹھا لیا لیکن اسپر مخالفین کہ سکتے ہیں کہ خدا یہود یوں سے ڈر گیا کیوں نہیں اُسنے مسیح کو زمین پر ہی رکھا تاکہ اسکی قدرت حفظ کو ملاحظہ کرتے اسلئے خدا نے مہدی کو غائب کیا اور اسکو زمین پر ہی رکھا ششم مسیح کا آخری زمانہ میں جلال کیساتھ آنیکا وعدہ ہے ایسے ہی مہدی کی جلال محمدی کیساتھ لیکن فرق صرف اسیقدر ہے کہ مسیح اسمی اور ناموم ہے اور مہدی امام ہفتم مسیح کلمۃ اللہ ہے مہدی بھی کلمۃ اللہ وجعلہا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ ہشتم مسیح بہت سفر کرتا تھا ایسے ہی مہدی بھی کرتا ہے اور کریگا نہم مسیح کو طول حیات دی ایسے ہی مہدی کو مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ میں دونوں رنگ جمع ہیں یحیی بھی اور محمدی بھی لیکن چونکہ حضرت محمد حضرت مسیح سے افضل ہیں اسلئے ضرور ہے کہ آپکا آخری وصی بھی مسیح نبی اسرائیل آخری خلیفہ سے افضل ہو اور ضرور ہے کہ محمدی رنگ میں ہو یحیی میں اور محمدی جلال کیساتھ آویگا نہ یحیی غربت کیساتھ اور چونکہ حضرت محمد نے جہاد کیے اسلئے آپ بھی جہاد کریں اور بعض صاحب نہ کریں یہ تو قرآنی ثبوت تھا لیکن افسوس ہے کہ ہمیں اس قرآن میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوے کے ثبوت میں کوئی آیت نہیں ملتی اگر قرآن سے کوئی ثبوت ہوتا تو ہم ماننے کو تیار ہوتے ہاں مرزا صاحب کے قرآن میں ایک آیت ہے جسکو انہوں نے اپنے دعوی کے ثبوت میں لکھا ہے چنانچہ ازالۂ اوہام جلد اول صفحہ ۳۴ میں فرماتے ہیں کہ جسوقت مجھے انا انزلناہ قریبا من القادیان (یعنے ہمنے اسے قادیان کے قریب اتارا ہے) کا الہام ہوا تو اُسوقت کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھکر باواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے اُنہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ انا انزلناہ قریبا من القادیان تو میں نے سنکر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہے تب اُنہوں نے کہا یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب میں نے نظر ڈالکر جو دیکھا تو دیکھا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر

قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا تین شہروں کا نام قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے [illegible]

[illegible]

اب احادیث کیطرف رخ کیجئے انمیں آخری زمانہ میں دو شخصوں کی آمد کا ذکر معلوم ہوتا ہی ایک مسیح ابن مریم علیہ السلام ماموم دوسرا مہدی امام اور امام و ماموم کی حیثیت ایک نہیں ہوتی اسلئے معلوم ہے کہ وہ الگ الگ شخص ہوں نہ کہ مہدی و مسیح ایک ہی شخص ہو اور لا مہدی الا عیسیٰ کا قول احادیث ہے اور قابل حجت نہیں اگر شخص مسیح نے آخری زمانہ میں آنا ہوتا تو ضرور احادیث میں توضیح ہوتی لیکن انمیں تو صریح مسیح ابن مریم کا ذکر ہی یہ لفظ علم ہی یا صفت و لقب ؟ صفت تو ہے نہیں پس علم ہو تو پہر اسے خلاف قاعدہ احادیث میں صفت کیوں بنایا جاتا ہی دیکھئے بائیبل میں جہاں مثل موسیٰ کے آنیکا ذکر ہی وہاں مثل نشا موجود ہی اعمال باب ۳ آیت ۲۲ میں ارشاد ہے کیونکہ موسیٰ نے بزرگوں کو سچ سچ کہا کہ خداوند تمہارا خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہاری طرف ایک ہی مثل میرے بھیجیگا اسی قسم کی آیت نمبر ۳۷ باب ۷ اسی کتاب کی ہی توریت کی پانچویں کتاب استثنا باب ۱۸ آیت ۱۵ میں ہی۔ خداوند تیرا خدا تیری طرف تمہارے درمیان سے یعنے تمہارے بھائیوں ایک نبی مثل میرے (موسیٰ) مبعوث کریگا ان تمام آیات سے ثابت ہوتا ہی اگر احادیث کے مسیح ابن مریم سے اسکا مثیل مراد ہوتا تو وہ خود تو ضرور ہی کہ بائیبل کی آیات کیطرح انمیں بھی مثیل کا لفظ موجود ہوتا بائیبل کے ترجمہ در ترجمہ ہونیکے باوجود بھی لفظ مثیل اسمیں موجود ہی لیکن افسوس ہی کہ احمدی حضرات احادیث کو بائیبل سے بھی بدتر ثابت کرتے ہیں باوجودیکہ اہل کتاب کی عدم اتفاقی اور صحابہ و رواۃ کے اقوال رسول اللہ کو حفظ و محفوظ رکھنے کے خود مقر ہیں طرفہ یہ ہے کہ مثیل موسیٰ ؑ مبعوث ہوکر موسیٰ نہیں کہلایا لیکن فرضی مسیح مبعوث ہوکر اپنے اشعاروں اور کتابوں میں اپنے آپکو مسیح موعود لکھتا ہے اخیر میں میں پہر عرض کرتا ہوں کہ اسلام کا آخری خلیفہ دو رنگ اپنے اندر رکھتا ہی مسیحی بھی اور محمدی بھی۔ مسیحی رنگ کا ظہور اب ہو رہا ہی یعنے یضع الحرب جیسے مسیح نے کیا تھا ویسے ہی ہمارے امام نے بھی اسوقت جہاد سے خود کو اور اپنے پیروں کو باز رکھا ہی اور اسلئے اس امن و امان کے زمانہ میں خدا آپکا ظہور نہیں فرماتا کیونکہ اسوقت علماء ربانیین بڑے بھلے طریقے سے تبلیغ اسلام کرسکتے ہیں) اور محمدی رنگ اخیر میں ظاہر کریگا جیسے کہ مسیح کے وضع حرب کے بعد حضرت محمد کے آنے سے پہر جہاد شروع ہوگئے تھے ایسے ہی حضرت حجۃ ؑ کے وضع حرب کے بعد پہر محمدی جلال شروع ہوگا تاکہ خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء میں مناسبت ہو اب ہم کچھ اور دلائل مہدی کادیانی کی تردید میں لکھتے ہیں۔

(۱) احادیث متفقہ سے ثابت ہی کہ امام مہدی ؑ اولاد محمد مصطفےٰ سے ہوگا جیسے کہ

مسیح بنی اسرائیل تھا لیکن مرزا صاحب مثل ہیں یہاں اس بات کو ملحوظ رکھیگا کہ بشارت استثنا میں مثل موسیٰ

(٢) احادیث سے ثابت ہے کہ آخری خلیفہ کا وہی نام ہوگا جو رسول اللہ کا تھا لیکن وہ محمد ہے اور یہ غلام احمد یہ بھی غلام اسکا باپ بھی غلام (غلام مرتضےٰ) پس سے
نہ بید ترا با چنین ذل و خواری - کہ بر تکیہ گاہ اکابر نشینی + اور نیز دونوں کے باپوں کی کی کنیتیں ایک ہونگی وہ بھی ابو محمد یہ بھی ابو محمد لیکن یہاں معاملہ برعکس +

(٣) احادیث سے ثابت ہے کہ ظہور اول حضرت حجۃ کا قریہ کدعہ سے ہوگا لیکن مہدی قادیانی کادیان سے نکلا ہے بلکہ الہامی آیت کے موجب قریباً من القادیان سے احمد یونکی تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے قادیان مراد ہے اور کدعہ قادیان کا معرب ہے میں کہتا ہوں کہ قادیان تو خود عربی زبان کا لفظ ہے کیونکہ اسکا نام (اسلام پور) قاضیان تھا (ازالہ) چونکہ سنی ض کو دال پڑھتے ہیں اسلئے قادیان مشہور ہو گیا پھر معرب کا معرب بننے چہ (؟) دوسرے یہ کہ اسم علم کا معرب نہیں بنایا جاتا - اہنیں صرف غیر زبان کے حرف کو عربی کے کسی قریب الفہم حرف سے بدلتے ہیں مثلاً سہارنپور کا معرب سہارنفور - پنجاب کا فنجاب لیکن کدعہ اور قادیان میں تو کچھ مناسبت ہی نہیں کوئی اسے گدھہ کا معرب کہدے تو بہتر سمجھو هذا آخر ما اردنا تحریرہ فی هذا الباب ولله الحمد اولاً و آخراً والیه المرجع والمآب ومن شاء التفصیل فلیرجع الی مجلدات غایة المقصود فی وجود مهدی الموعود علیه و علی آبائه

صلوة الله الودود من تصنیفات استاذی و ملاذی علامہ ابو تراب علی الحائری التقی الهادی مد ظله العالی علی رؤس الموالی و لنبل الله خیر الختام بمحمد و اله الکرام و نعوذ به من شرور انفسنا و من شرور مضلة الانام - اللهم اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین والمؤمنات واحشرنا مع محمد واهل بیته انا اقل الطلبه +

مرزا احمد علی امرتسری بن منشی محمد مہدی مرحوم

المغفور عفی عنہما

تمت بالخیر

تفسیر لوامع التنزیل فارسی

ہر ایک پارہ قرآن کی ایک جلد تفسیر کیگئی ہے بعد ترجمہ کے شان نزول پھر الفاظ کے لغوی و اصطلاحی معنے پھر قرائت و ماقبل سے انفصال بیان کیا گیا ہے اُسکے بعد تمام صحابہ و مفسرین کے اقوال مختلفہ لکھکر براہین عقلیہ و نقلیہ سے ان میں محاکمہ کرتے ہوئے مفسر علامہ نے مطابق مذہب اہلبیت علیہم السلام کے اپنا قول ثابت کیا ہے اور یہود و نصاریٰ و مجوس ہنود و آریہ و نیچریہ و مرزائیہ و چکڑالویہ و معتزلہ و حشویہ و قدریہ و جبریہ و حنابلہ و اشعریہ و غالیہ و صوفیہ غرض ہر فرقہ کے تمام اعتراضوں کے محققانہ و فلسفیانہ دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں اور عقلی و نقلی تیز حربوں سے ایسی طرح انکی رگ حیات کو کاٹ ڈالا ہے کہ قیامت تک پھر ہنگامہ آرائی کی انہیں جرأت پیدا نہ ہو سکیگی حسن عبارت اور لطافت کلام سبحان اللہ سونے پر سہاگہ کا کام دے رہی ہے اسلئے ہر طبقہ کے لوگوں کیلئے یہ تفسیر بہت مفید ہے عرب و عجم و ہند و پنجاب کے شیعہ و سنی علماء نے اعتراف کر لیا ہے کہ ایسی جامع العلوم اور کوئی تفسیر کسی فرقے میں نہیں لکھی گئی یہ تفسیر جملہ نکات تفسیریہ پر کلی حاوی ہے اس تفسیر کو شروع سے بارہ پاروں تک بارہ جلد و نمیں حضرت آیۃ اللہ فی العالمین کاسر اعناق الملحدین سلطان المتالہین مولینا حاجی السید ابوالقاسم قمی علیہ الرحمۃ نے تصنیف کیا ہے اور من بعد جلد نمبر ۱۳ و نمبر ۱۴ و نمبر ۱۵ کو حجۃ الاسلام و المسلمین نجم الملت و الدین مولینا ابوتراب السید علی الحایری مجتہد العصر و الزمان لاہوری مدظلہ نے تصنیف فرمایا اسوقت جلد نمبر ۱۶ آپکے زیر تصنیف ہے اور حسب ذیل مجلدات اسکی اسوقت تک طبع ہو چکی ہیں جلد نمبر ۱ ختم ہو چکی جلد نمبر ۲ (ختم) جلد نمبر ۳ (ختم) جلد نمبر ۶ (ختم) جلد نمبر [illegible] (ختم) جلد نمبر ۹ (ختم) جلد نمبر ۱۳ (ختم) جلد نمبر ۱۴ (ختم) جلد نمبر ۱۵ (ختم) باقی غیر مطبوع ہیں حجم ہر جلد کا [illegible] صفحہ تقریباً ہوتا ہے۔ تقطیع کلان ڈبل ۲۲×۲۹ - ڈمی اعلیٰ کاغذ پر طبع ہوئی ہے۔

محصولڈاک بذمہ خریدار

المشتہر

آغا سید ابوالفضل الرضوی القمی مبارک حویلی لاہور پنجاب